تحفۂ ابراہیمیہ

مکتوبات

حضرت مولانا حاجی دوست محمد قندھاری رحمۃ اللہ علیہ

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

تحفہ ابراھیمیہ

مکتوبات شریف

حضرت مولانا حاجی دوست محمد قندھاری رحمتہ اللہ علیہ

اردو ترجمہ

حضرت صوفی محمد احمد صاحب رحمتہ اللہ علیہ

زوار اکیڈمی پبلی کیشنز

جملہ حقوقِ بحق ناشر محفوظ

نام کتاب: تحفۂ ابراہیمیہ
مکتوبات: حضرت مولانا دوست محمد قندھاریؒ
اردو ترجمہ: صوفی محمد احمدؒ
طبع اول: ۱۹۶۶ء
طبع دوم: ربیع الاول ۱۴۱۹ھ/ جولائی ۱۹۹۸ء
تعداد: ایک ہزار
کمپوزنگ: عبدالماجد پراچہ
صفحات: ۱۹۲
قیمت: ۱۴۰ روپے

تقسیم کنندہ

خواجہ حسن ناصر: ڈی۔ ۷۔ ۱۰۱۔ فرحان ٹاور۔ گلستان جوہر۔ کراچی

فون ۲۹۲۳۲۲۹۔ ۰۳۰۱

ناشر

زوّار اکیڈمی پبلی کیشنز

اے۔ ۴/۱۷، ناظم آباد نمبر ۴، کراچی

فون: ۳۶۶۸۴۷۹۰۔ ۰۲۱

www.rahet.org
info@rahet.org

فہرست عنوانات

عرض ناشر

تحفہ ابراہیمیہ سلسلہ نقشبندیہ کے ایک معروف عالم اور بزرگ حضرت مولانا دوست محمد قندھاری رحمتہ اللہ علیہ کے قیمتی علمی مکتوبات کا مجموعہ ہے، جو تصوف و سلوک، فقہی مسائل، عقائد اہل سنت والجماعت اور علم کلام وغیرہ موضوعات کے دقیق مباحث پر مشتمل ہیں، یہ مجموعہ اہل علم و اہل تصوف کے لئے گراں قدر تحفہ کی حیثیت رکھتا ہے۔

ان مکتوبات کا اردو ترجمہ حضرت صوفی محمد احمد صاحب نور اللہ مرقدہ نے فرمایا تھا، اور یہ مجموعہ پہلی بار ۱۹۶۶ء میں محترم جناب حاجی قربان بیگ صاحب کے اہتمام سے شائع ہوا تھا اور عرصے سے نایاب تھا۔

اس طویل عرصے کے بعد پھر یہ مجموعہ جناب حاجی صاحب موصوف ہی کے تعاون سے زوار اکیڈمی پبلی کیشنز کے زیر اہتمام شائع ہو رہا ہے۔

اس بار پوری کتاب کو کمپیوٹر کمپوزنگ کے ساتھ شائع کیا جا رہا ہے، یہ کوشش بھی کی گئی ہے کہ پچھلی اشاعت میں جو غلطیاں رہ گئی تھیں انہیں درست کیا جائے، اسی طرح پہلے پوری عبارت مسلسل تھی، اب قرآنی آیات، احادیث شریفہ، اقوال اور اشعار وغیرہ کو علیحدہ کر دیا گیا ہے تاکہ وہ مکتوب کی باقی عبارت سے ممتاز اور نمایاں ہو جائیں، اب ہر آیت، حدیث، قول اور شعر کا آغاز الگ سطر سے کیا گیا ہے، اسی طرح ہر مکتوب کو نئے صفحہ سے شروع کیا گیا ہے، اور جن مکتوبات کے اختتام پر صفحات خالی رہ گئے ہیں وہاں تصوف سے متعلق احادیث، اقوال اور مسائل وغیرہ کا اضافہ کر دیا گیا ہے تاکہ صفحات خالی نہ رہیں اور قارئین کی معلومات میں مزید اضافہ ہو سکے۔

امید ہے کہ تحفہ ابراہیمیہ کا نقش ثانی نقش اول سے بہتر ثابت ہوگا۔

ناظم ادارہ

پیش لفظ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم، خاتم الانبیاء والمرسلین وعلی الہ واصحابہ اجمعین۔

اما بعد۔ رحمتِ عالم رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشادِ گرامی ہے کہ "تم اللہ کو راحت میں نہ بھولو وہ تمہیں مصیبت میں نہ بھولے گا۔" اس قول کی روشنی میں اگر ہم اپنے اعمال کا جائزہ لیں تو معلوم ہو گا کہ ہمارا عمل اس کے بالکل برعکس ہے۔ ہم دنیا طلبی میں اس قدر منہمک ہیں کہ گویا موت کسی غیر کے لئے لکھی گئی ہے اور ہم مرنے والے نہیں۔ یہی ہمارے زوال کا بنیادی سبب ہے۔

تقسیمِ ہند کے موقع پر جب ایک وحشی ظالم و جابر حکومت نے مسلمانوں پر عرصۂ حیات تنگ کر رکھا تھا اور بربریت کا دور دورہ تھا اس وقت ایک آتش بیان خطیب نے ان الفاظ میں مسلمانوں کو ان کا مشن یاد دلایا تھا۔

"آج تم زلزلوں سے ڈرتے ہو حالانکہ کبھی خود تمہاری ذات سے دنیائے عالم میں زلزلے پیدا ہو جاتے تھے، آج تم اندھیروں سے کانپتے ہو۔ کیا یاد نہیں رہا کہ تمہارا وجود ایک اجالا تھا۔ یہ بادلوں کی سیل کیا ہے کہ تم نے بھیگ جانے کے خدشہ سے اپنے پائنچے چڑھا لئے ہیں۔ وہ تمہارے ہی اسلاف تھے جنھوں نے سمندروں کے سینوں کو چیر کر رکھ دیا۔ پہاڑوں کی چھاتیوں کو روند ڈالا۔ بجلیاں کوندیں تو ان پر مسکرا دیئے۔ بادل گرجے تو قہقہوں سے جواب دیا۔ صرصر اٹھی تو رُخ پھیر دیا۔ آندھیاں آئیں تو ان سے کہا تمہارا یہ راستہ نہیں ہے۔

یہ ایمان کی جاں کنی ہے کہ شہنشاہوں کے گریبانوں سے کھیلنے والے آج خود اپنے ہی گریبان کے تار بیچ رہے ہیں اور خدا سے اس درجے غافل ہو گئے ہیں کہ جیسے اس پر کبھی ایمان ہی نہ تھا۔"

آج بھی ہماری کیفیت کچھ زیادہ مختلف نہیں ہے اور یہی وجہ ہے کہ دنیا کی پست ترین اقوام بھی ہمارے خلاف صف آرا ہو جاتی ہیں۔

شوخی باطل نگر! اندر کمین حق نشست

نور توحید کیا ہے۔ خدا کی رضا طلبی کس شے کا نام ہے اور اس کے کیا مطالبات ہیں۔ روح اخلاص کسے کہتے ہیں۔ خلق کی ہدایت اور ایمان کے کیا تقاضے ہیں۔ قربانی کا ولولہ کسے کہتے ہیں۔ پاکیزہ زندگی کے کیا معنی ہیں اور یہ کیسے حاصل ہوتی ہے یہ سب کچھ ہماری نظروں سے اوجھل ہو کر رہ گیا ہے۔ راستوں' رنگتوں اور مذاقوں کا اختلاف کچھ ایسا سنگین ہوتا جا رہا ہے کہ ہم یہ بھی بھولتے جا رہے ہیں کہ ہمارا خدا ایک ہے۔ ہمارا قرآن ایک ہے' ہمارا رسول ایک ہے اور یہ کہ ہمارا اصل اور بنیادی مقصد اخلاق کی درستی' مخلوق سے ہمدردی اور محبت اور خدا اور اس کے رسول کی عظمت کو بلند کرنا ہے اور اس طرح دنیا میں امن' حق اور انصاف کا بول بالا کرنا ہے۔ آخر وہ کون تھے جو سمندروں میں کود گئے۔ صحراؤں اور پہاڑوں کی چوٹیوں کو اپنے قدموں تلے روند ڈالا اور ساری دنیا میں امن' تہذیب' اخلاق اور عدل و انصاف کی حکومت قائم کر دی۔ نام تو ہم آج بھی ان کا ہی لیتے ہیں لیکن ہمارے کام بالکل بدل گئے ہیں اور اس کے باوجود ہم رحمت حق کے منتظر رہتے ہیں۔ ؎

ایں خیال است و محال است و جنوں

دنیا میں ابھرنے اور حق و انصاف کی سلطنت قائم کرنے کا بس یہی واحد طریقہ ہے کہ ہم پورے عزم' دیانتداری' اخلاص اور استقلال سے پھر سے روح اسلام کو اپنی عملی زندگیوں میں جاری و ساری کریں۔ علم کا فائدہ عمل کے ساتھ ہے ورنہ وہی کیفیت ہو گی

کہ چارپائے برو کتابے چند ؎

تخریب ہر شئے کے وجود میں مضمر ہے۔ اس کے لئے کسی محنت کی ضرورت نہیں۔ عدم توجہی سے یہ خود بخود ابھر آتی ہے۔ یہ ایک منفی فعل ہے۔ اس کے برعکس تعمیر محنت طلب ہے' توجہ چاہتی ہے' یہ ایک مثبت جذبہ ہے' بالعموم پیش نظر تو یہی جذبہ ہوتا ہے لیکن بسا اوقات ہمارے افعال تخریبی رخ اختیار کر لیتے ہیں اور اس طرح مقصد تباہ و برباد ہو کر رہ جاتا ہے۔ یہی وہ مقام ہے جہاں ہم سراب نظر میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔ اس بات کو یوں سمجھئے کہ انسان کو دو قسم کے امراض لاحق ہوتے ہیں۔ روحانی اور جسمانی۔ جنہیں باطنی اور ظاہری بھی کہتے ہیں۔ انسان ظاہری امراض کو بہت جلد محسوس کر لیتا ہے اور ان کے دفعیہ کے لئے تگ و دو بھی کرتا ہے۔ البتہ روحانی امراض اتنی آسانی سے محسوس نہیں کئے جاتے۔ جوں جوں نور ایمانی مدھم پڑتا جاتا ہے ان امراض کی نوعیت کا احساس

بھی ماند پڑ جاتا ہے۔ جسمانی امراض سے چھٹکارا پانے کے لئے انسان اپنا وقت اور اپنا سرمایہ صرف کرتا ہے۔ محنت و مشقت اٹھاتا ہے اور کسی مستند حکیم یا ڈاکٹر سے رجوع کرتا ہے لیکن باطنی امراض کی طرف سے اکثر و بیشتر غفلت برتتا ہے اور اس طرح اپنے آپ کو ہلاکت میں ڈالتا ہے۔

جسمانی امراض کی طرح روحانی امراض بھی بے شمار ہیں۔ حسد بغض و کینہ، دروغ گوئی، غیبت، نفس پروری، خود غرضی، فریب و ریاکاری، حرص، بخل، تکبر، خوشامد، عداوت، رنجش، سرشوری۔ یہ سب کے سب روحانی امراض ہیں اور انسان کے لئے مہلک اور سراسر تخریبی۔ ان امراض سے لاپرواہی اور غفلت برتنا کوئی داشمندانہ فعل قرار نہیں دیا جا سکتا۔ ہم میں سے اکثر و بیشتر اسی غیر دانشمندانہ فعل کے مرتکب ہیں۔ بات تلخ ضرور ہے لیکن اگر غور و انصاف سے کام لیا جائے تو یہ حقیقت آشکارا ہو جائے گی کہ یہی غفلت ہماری موجودہ اخلاقی پستی، جنسی بے راہ روی، نکبت و افلاس، ذلت و خواری غرضیکہ روز افزوں انحطاط کی ذمہ دار ہے۔ یہی عدم توجہی ایک جاندار ملت بننے سے روکتی ہے۔ حضرت سلیمان علیہ السلام کا قول ہے کہ "صادق اور راست باز انسان سات دفعہ بھی گرے تو ہمت سے کام لے کر اٹھ پڑتا ہے مگر شریر و کاذب بلا میں گر کر پڑا رہتا ہے۔"

اس قول کی روشنی میں ہر شخص اپنا مقام خود تعین کر کے دیکھے۔ اگر ایمان کی ہلکی سی بھی کرن باقی ہے تو یقیناً شرمساری ہو گی۔ علامہ اقبال رحمتہ اللہ علیہ نے کتنی عجیب و غریب بات بیان کی ہے کہ ۔

اے مسلمانان فغاں از فتنہ ہائے علم و فن
اہر من اندر جہاں ارزاں ویزداں دیریاب

یا انہیں کے الفاظ میں ۔

دنیا کو ہے معرکہ روح و بدن پیش
تہذیب نے پھر اپنے درندوں کو ابھارا

سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ آخر بگڑی بات کیسے بنے؟ سوال آسان ہے۔ جواب دشوار ہے، دشوار اس لئے کہ تعمیر غور و فکر کی محتاج ہے۔ وقت اور محنت کے بغیر یہ ممکن نہیں۔ شاعر حقیقت نے اس کا جواب یہ دیا ہے۔ ۔

شاہاں چہ عجب گر بنوا زند گدارا　　　اخلاصِ عمل مانگ نیا گان کہن سے

لیکن جو قومیں سطحی انداز پر سوچنے اور سطحی باتوں پر عمل کرنے کی عادی ہو جاتی ہیں ان کی سہل پسندی انہیں ٹھوس حقائق پر غور و فکر کرنے اور عمل کرنے سے باز رکھتی ہے۔

بات کچھ دور جا پڑی۔ سوال روحانی امراض کے تدارک کا تھا۔ جس طرح طب ڈاکٹری، انجنیئرنگ، سائنس اور کسی فن پر محض کتابوں کے مطالعہ سے کوئی انسان طبیب، ڈاکٹر، انجنیئر اور سائنس داں نہیں بن جاتا، اسی طرح علوم دینی کا محض مطالعہ بھی ناکافی ثابت ہو گا۔ ہر فن میں مہارت حاصل کرنے کے لئے ایک شفیق استاد کی رہنمائی کی بھی ضرورت پڑتی ہے۔ حصول علم کے ساتھ ساتھ مشق بھی ضروری ہے۔ اسی طرح دینی علوم میں مہارت حاصل کرنے کے لئے کسی مردِ مجاہد شیخِ کامل اور روشن ضمیر ہستی کی صحبت بھی ناگزیر ہے۔ تربیت کے لئے یہ نہایت ضروری ہوتا ہے۔ اس طریقے سے روحانی امراض کی پیچیدگیاں اور ان کا سدباب ممکن ہے ورنہ ہر لحظہ بھٹکنے کے امکانات زیادہ قوی رہتے ہیں۔ ؎

ضربتے باید کہ جاں خفتہ بر خیزد زخاک
نالہ کے بے زخمہ از تار رباب آید بروں

مردِ کامل کون ہے؟ یہ بھی خاصا دشوار سوال ہے۔ عیاروں سے یہ میدان بھی خالی نہ رہا۔ ؎

روشن تو وہ ہوتی ہے جہاں بیں نہیں ہوتی
جس آنکھ کے پردوں میں نہیں ہے نگہ پاک

بہرحال ایک مردِ کامل شریعتِ مطہرہ کا کلی طور سے پابند ہوتا ہے۔ اسے خدا تعالیٰ کی ذات پر مکمل بھروسہ ہوتا ہے۔ طالبینِ حق سے اپنی پرستش نہیں کراتا بلکہ اللہ تعالیٰ کی ہی پرستش کی دعوت دیتا ہے۔ وہ خود کاملین کی صحبت میں رہ کر ان سے فیوض اور برکات حاصل کرتا ہے۔ دینی علوم سے کماحقہ واقف ہوتا ہے۔ اس پر خود بھی عمل کرتا ہے اور یہی دعوتِ عمل دوسروں کو دیتا ہے۔ اپنی معاش کے لئے لوگوں پر بار نہیں ڈالتا بلکہ اپنی روزی خود کماتا ہے۔ محروم یقین نہیں ہوتا اور نہ ہی تاویلات میں الجھا رہتا ہے رہبانیت اختیار نہیں کرتا۔

یہ استدلال بھی صحیح نہیں ہے کہ اب ایسے لوگ کہاں؟ یہ زمین اللہ کے نیک بندوں

سے یکسر خالی نہیں ہے۔ لیکن جستجو اور طلب صادق شرط ہے۔

اس مقصد کے حصول کے لئے تصنیف و تالیف کا سلسلہ بھی خاصہ مفید ثابت ہوا ہے۔ اکثر و بیشتر ان بزرگوں کی تصانیف عربی اور فارسی زبانوں میں ہیں۔ چونکہ ہمارے ملک میں ان زبانوں کا مذاق روز بروز کم ہوتا جا رہا ہے اس لئے یہ ضروری سمجھا گیا کہ حسب توفیق کچھ کتابوں کے اردو تراجم شائع کئے جائیں۔

خواجہ خواجگان حضرت مخدومنا دوست محمد قندھاری رحمتہ اللہ علیہ کے مختصر حالات اور ان کے مکتوبات گرامی کا اردو ترجمہ پیش خدمت ہے۔ خواجہ خواجگان حضرت عثمان دامانی قدس سرہ اور ان کے نامور فرزند قطب الاقطاب حضرت خواجہ سراج الدین صاحب قدس سرہ کے مکتوبات شریف کے تراجم بھی زیر طبع ہیں۔ شائقین کی خدمت میں عنقریب پیش کئے جائیں گے۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔

حضرت خواجہ خواجگان دوست محمد قندھاری رحمتہ اللہ علیہ نے اپنے مکاتیب میں علم و معرفت کا ایک بے بہا اور نایاب خزانہ جمع فرما دیا ہے۔ آپ نے کتنے ہی دقیق مسائل کو حسن و خوبی کے ساتھ بیان فرما دیا ہے۔ شریعت مطہرہ سے کوئی بات ہٹی ہوئی نہیں ملے گی۔ اصلاح عقائد کا بھی خاص خیال رکھا گیا ہے۔ رائج الوقت "ملائی و پیری" کو بھی بے نقاب کیا ہے۔ اپنے پیروؤں اور خلفاء کو بطور خاص تاکید فرمائی ہے کہ حاکموں اور امیروں کی صحبت سے گریز کریں۔ نذر اور نذرانے قبول نہ کریں۔ کشف و کرامات کو ضرورت سے زیادہ اہمیت نہ دیں۔ اپنے تمام معمولات کو شریعت کے عین مطابق رکھیں۔ ہر کام میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول پاکؐ کے احکام کو سامنے رکھیں، بس اسی کی رضا طلبی کو اپنا مقصد بنائیں۔ اب کچھ ترجمہ کے متعلق۔ خواجہ سراج الدین قدس سرہ کے فرزند گرامی، حضرت مخدومنا خواجہ محمد ابراہیم صاحب رحمتہ اللہ علیہ نے ۱۹۵۲ء میں غریب خانہ کو عزت بخشی اور اس موقع پر تینوں حضرات کے مکتوبات شریف کا اردو ترجمہ عطا فرماتے ہوئے عبارت کی تصحیح کے لئے بھی حکم دیا۔ تعمیل میں جو کچھ کر سکا ہوں وہ آپ کے سامنے ہے۔ تاہم اتنا عرض کر دینا ضروری سمجھتا ہوں کہ اردو ترجمہ میں تصحیح اس نااہل کے بس کی بات نہ تھی۔ البتہ جہاں عبارت گنجلک ہو گئی تھی اسے صاف اور سادہ بنانے کی جسارت ضرور کی ہے۔ اس بات کا بھی بطور خاص اہتمام برتا گیا کہ اصل نسخے میں سے کوئی چیز چھوٹنے نہ پائے۔ بہر حال جہاں کوئی سقم نظر آئے وہ اس عاجز کا ہے اور جس کے لئے میں معذرت خواہ ہوں۔

بزرگوں کے مکتوبات گرامی ہمارے لئے نعمت غیر مترقبہ کا درجہ رکھتے ہیں۔ ان

حضرات نے اشاروں ہی اشاروں میں کتنے ہی رموز و حکایات بیان فرما دیئے ہیں۔ اللہ
بزرگ و برترہم سب کو ایسی کتابوں کے پڑھنے اور اچھی باتوں پر عمل کرنے کی توفیق عطا
فرمائے اور اولیائے کرام اور صوفیائے عظام کے فیوض و برکات سے ہمیں مالا مال کرے
اور تاجدارِ مدینہ سردار دو عالم حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی لائی ہوئی شریعت
پاک پر دائمی سلامتی اور حسنِ عمل کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

ان مخلص حضرات کا تہ دِل سے شکر گزار ہوں جنہوں نے طباعت کے سلسلہ میں ہر
ممکن تعاون برتا۔ اللہ بزرگ و برتر ان کو جزائے خیر عطا فرمائے۔ آمین

خادم الفقراء
محمد احمد (ایم۔ اے)
نقشبندی، مجدّدی، زوّاری

مکتوبِ گرامی حضرت خواجۂ خواجگان محمد ابراہیم قدس سرہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

باسمہ سبحانہ نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

میرے لختِ جگر، دل کی ٹھنڈک عزیز از جان جناب محمد احمد صاحب دام عنا تیکم والطا فکم

السلام علیکم۔ بعد تسلیمات و دعوات عرض ہے کہ سرفراز نامہ پیارے بھائی صاحب کا پہنچا کمال اشتیاق سے۔ بمصداق ؎

صد بار زبے تابی واکردم و پیچیدم

بہت الفت سے کئی دفعہ آپ کے سرفراز نامہ کو لپیٹا اور کھول کر پڑھا دیکھا۔ بمصداق۔ المکتوب نصف الملاقات۔ کچھ نہ کچھ تسلی و تشفی ہو ہی جاتی ہے ورنہ ؎

بلا بودے اگر ایں ہم نہ بودے

ورنہ دل یہ چاہتا ہے کہ اڑ کر آپ پیارے بھائی صاحب کی خدمت میں پہنچ کر راحت و سرور حاصل کروں۔ اگر قسمت نے یاوری کی تو اللہ تعالیٰ شرفِ ملاقات نصیب کرے گا۔ مجھے امید ہے کہ آپ نے تینوں حضرات کبار کے مکاتیب شریف کی صحت و اصلاح کر لی ہو گی اور باقی ماندہ مکاتیب کا بھی ترجمہ کر لیا ہو گا۔ ان کی طرف توجہ و خیال ہے یا نہیں۔ بواپسی حالِ طباعت کتب سے مطلع فرمائیں۔ جہاں تک ہو طباعت میں عجلت سے کام لیں۔ اپنی خیریت و عافیت و طباعتِ کتب سے شاد و مطمئن فرماویں۔ دعا ہے وہو حافظکم و ناصرکم

حافظ محمد ابراہیم عفی عنہ

از دریا خاں

۲۶ر ستمبر ۱۹۵۲ء

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مختصر حالات حضرت قبلہ و کعبہ حاجی الحرمین الشریفین مقبول بارگاہ رب المشرقین والمغربین و سیلتنا الی اللہ الصمد، حضرت حاجی دوست محمد صاحب قندھاری رحمتہ اللہ علیہ و قدسنا اللہ سرہ الاقدس

حضرت قبلہ و کعبہ حاجی دوست محمد صاحب قندھاری رحمتہ اللہ علیہ حضرت ملا علی صاحب آخوند کے فرزند ارجمند تھے۔ آپ کی قوم یوسف زئی تھی جو ولایت قندھار میں آباد ہے۔ آپ کی بہنیں اور بھائی بہت تھے لیکن حاکم لایزال کو سب پیارے ہوئے۔ حضرت قبلہ و کعبہ حاجی صاحب قدس سرہ نے اپنے حالات اپنی زبانی اس طرح بیان کئے ہیں۔

"میں ایام جوانی میں ایک روز اپنے ہم عمر طلباء کے ساتھ ایک بزرگ کے مزار شریف کی زیارت کے لئے جن کا اسم گرامی بابا ولی قدس سرہ تھا جنگل میں کھیلتے کودتے جا رہا تھا۔ ہم نوجوانوں کی عادت کے موافق خوش طبعی کرتے جا رہے تھے۔ کبھی دوڑتے اور کبھی بیٹھ جاتے۔ کبھی کبھی مذاق کے طور پر ایک دوسرے کو مارنا شروع کر دیتے اور کبھی غزلیات گانے لگتے۔ ناگاہ ہم ایک پریشان حال درویش کے پاس جو راستہ میں بیٹھا ہوا تھا پہنچے۔ ہم میں سے ہر ایک کے ساتھ کوئی بات یا کوئی اشارہ کرتا۔ کسی سے اچھی اور کسی سے بری۔ جب میری باری آئی تو مجھ سے کہنے لگا کہ "تمام طلبا کے گروہ میں سے یہ طالب اولیاء اللہ میں سے ہو گا انشاء اللہ العزیز صاحب کمال اور صاحب حال ہو کر رہے گا۔ اس کی پیشانی میں اسرار معرفت جلوہ گر ہیں۔" اس پریشان حال کا یہ کلام سن کر ہم جنگل کا راستہ طے کرنے لگے، آخرکار اپنی جائے اقامت پر واپس پہنچے، دن اور راتیں گزرتی گئیں۔ میں سوچتا رہتا تھا کہ اس خستہ حال درویش کا کلام بے اثر ہرگز ثابت نہیں ہو گا۔ اس میں ضرور ایک نہ ایک راز مضمر ہے۔ بہرحال میں نتیجہ کا منتظر رہا مگر ان کے اشارت فیض بشارت کا کوئی ثمرہ بھی ظہور پذیر نہیں ہوا۔

آخر شہر قندھار میں علم ظاہری و نظم وغیرہ میں مشغول ہوا۔ قندھار کا آب و دانہ جب میرے مقدر میں نہ رہا تو میں وہاں سے سفر کے لئے روانہ ہوا۔ بہت سے منازل طے

کرتا ہوا اور مختلف مقامات پر قیام کرتا ہوا آخر مکہ معظمہ و مدینہ منورہ (ادامہما اللہ تعالیٰ شرفاً و تعظیماً) کی زیارت پر از بشارت سے مشرف ہوا۔

بیت الحرام کی زیارت سے مشرف ہونے اور شغلِ علم ظاہری میں کچھ عرصے مشغول رہنے کے بعد ان دیارِ شریفہ سے مراجعت کے وقت حضرت نائب خیر البشر مجدّد مائۃ الثالث و العشر شاہ عبداللہ المعروف شاہ غلام علی شاہ صاحب دہلوی قدس سرہ کی زیارت کرنے اور ان کی صحبت فیض مرحمت کے برکات و فیوضات سے مالا مال ہونے کا شوق دامن گیر ہوا۔ چنانچہ پختہ ارادہ کر کے غزنی و کابل کے راستہ سے پشاور پہنچا۔ وہاں حضرت قبلہ شاہ صاحب کے وصال پرملال کی خبر سنی سخت افسوس حسرت اور گریہ و فریاد کا سامنا کرنا پڑا۔ اس کے بعد علوم ظاہری کے ایک عالم سے صرف و نحو کا شغل رکھا۔ تحصیل علم اور استاد کی خدمت میں حتی الوسع شب و روز مشغول رہا کہ ناگاہ حاکمِ مطلق نے علمِ ظاہری سے بندہ کی قساوتِ قلبی کا ایک ایسا سبب بنایا جو سخت تعجب کا موجب ہے۔ وہ سبب اور واقعہ یہ ہے:

ایک ملحد فاجر شخص پر شیطان لعین کی حرکت سے قوت شہوانیہ کا اس قدر غلبہ ہوا کہ وہ اپنی دیرینہ عادت بد کے پیش نظر خدا و رسول صلعم کی مخالفت کرتے ہوئے آبائی آبرو کو دھبہ لگاتے ہوئے ذلت و رسوائی و قتل سے نڈر ہو کر ایک ملحدہ فاجرہ عورت سے زنا کا مرتکب ہوا اور خوش و خرم زندگی بسر کرنے لگا۔ اسی اثناء میں عورت کے عزیز و اقارب میں سے کسی ایک کو اس واقعہ فاحشہ کی خبر ہو گئی۔ اس کی افغانی غیرت جوش میں آئی۔ بغیر اقامت بینہ اور حدود شرعیہ کے اس نے جا کر ان دونوں فاجر و فاجرہ کو دارِ جاودانی پہنچا دیا۔ اس قتل کے واقعہ کی خبر رفتہ رفتہ ان بستیوں کے علماء اور فضلا تک پہنچی۔ جس کی وجہ سے علماء اور طلبا میں بہت کچھ شور و شر برپا ہوا۔ انہوں نے یہ سوچ کر کہ ممکن ہے اس علاقہ کے حکام اور قاضیوں کو اس واقعہ کی خبر ہو جائے اور وہ اس واقعہ سے دنیوی فائدہ اٹھائیں۔ لہٰذا ایسا کیا جائے کہ حاکموں اور قاضیوں کو خبر ہونے سے پیشتر ہم پیش قدمی کر کے ان کا فیصلہ وغیرہ کر کے دنیاوی فائدہ حاصل کر لیں۔ پس انہوں نے یہ موقعہ غنیمت جان کر اپنا ایک لشکر تیار کیا اور قاتلین کی بستی میں آئے۔ غیر شرعی طور پر ان کو ڈرایا دھمکایا اور ان کے گھروں کو جلا دیا اور بطور جرمانہ اس سے غلہ گندم اور گائے وغیرہ وصول کیں۔ بعد میں اپنا دنیاوی مقصد حاصل کرتے ہوئے خوش خوش مع جرمانہ اور سامان جناب استاد صاحب کے مکان پر آئے اور جرمانے کو تقسیم کرنا شروع کیا۔ ہر ایک نے اپنا زیادہ سے زیادہ حصہ لینے کی کوشش کی۔ اس طرح خدا اور رسول صلی اللہ علیہ

وسلم کی قانون شکنی کے جرم میں گرفتار ہوئے۔

اسی اثناء میں ایک طالب علم متعلم شرح وقایہ نے جو ہمارے استاد ملا زماں صاحب سے تعلیم پا رہا تھا اپنی نیت بد کی بنا پر ایک تیز چھری لے کر اور کود کر ایک گائے کے پچھلے پاؤں کاٹ ڈالے۔ وہ بے چاری چیختی چلاتی اپنے سرینوں پر بیٹھ گئی۔ اس واقعہ کو اس بندہ ضعیف اور فقیر نحیف نے جونہی دیکھا تو خداوند کریم کی ذات پاک کی ہیبت اور ساتھ ہی اس بے عمل طالب علم کی خست اور ظالمانہ سلوک سے دل کو سخت چوٹ لگی اور یہ خیال گزرا کہ افسوس صد افسوس اور تف صد تف ایسے علم پر جس پر عمل نہ کیا جائے۔ ایسا علم اور ایسی مسلمانی کس کام کی کہ جس میں محض پیٹ کی خاطر لوٹ مار کے درپے ہو کر حرام و حلال کی تمیز نہ کرتے ہوئے ایک بے زبان اور بے گناہ حیوان کے ساتھ ایسا ظالمانہ اور غیر مشروعانہ سلوک کیا جائے۔ سو بہتر یہی ہے کہ علم ظاہری کو چھوڑ کر یادِ الٰہی اور شغل باطنی میں مصروف ہو جاؤں۔ پس میں نے خداوند کریم کی قسم کھائی کہ آئندہ علمِ ظاہری کا شغل ہرگز اختیار نہ کروں گا۔

پس دن رات آہ و زاری کی حالت میں شہر کابل کی طرف روانہ ہوا۔ وہاں میں نے ایک مشہور مسجد میں علم ظاہری کی تدریس شروع کی اور قسم میں حانث ہونے کا کفارہ ادا کیا۔ اچانک ایک رات میرے سینے میں سخت درد اٹھا اور میں بے ہوش ہو گیا۔ لوگوں کا کہنا ہے کہ میں تیرہ روز بے ہوش رہا۔ کسی کو بھی میری اس بے ہوشی کا سبب معلوم نہ ہوا، کوئی کہتا کہ اسے بخار کی شدت ہے اور کوئی کہتا کہ اس پر کوئی جن یا بھوت سوار ہو گیا ہے۔ چنانچہ تیرہویں روز کوئی شخص میرے علاج کے لئے ایک طبیب حاذق کو مسجد میں لے آیا۔ اس طبیب نے مجھے اسہال دینے کا ارادہ کیا ہی تھا کہ خداوند کریم کے فضل سے مجھے اس بے ہوشی سے آرام ہوا اور میں ہوش میں آ گیا۔ خداوند پاک کا شکریہ بجا لایا۔ حاضرینِ مجلس فضلا و علماء نے اس طبیب کو رخصت کیا طبیب کا رخصت ہونا ہی تھا کہ میری حالت پہلے جیسی ہو گئی۔ مجھ پر بے ہوشی کا عالم طاری ہو گیا۔ مخبرین صادق کی زبانی معلوم ہوا کہ پہلی دفعہ میری بے ہوشی بارہ روز رہی اور دوسری مرتبہ ایک روز۔ بعد ازاں مجھے افاقہ ہوا۔ لیکن بے قراری اور ناطاقتی نے غلبہ کیا۔ پھر دن رات آہ و فغاں، گریہ و زاری میں مبتلا رہنے لگا۔ حضرت سرورِ کائنات فخر موجودات **شفیع المذنبین (صلی اللہ** علیہ وسلم) کی محبت اور الفت دل میں اس قدر جاگزیں ہوئی کہ آرام تو کجا میرے ہوش و حواس بالکل بجا نہ رہے۔ اس بے قراری کی حالت میں کابل کے بازار سے جا رہا تھا کہ چند قوالوں کو حضرت غوثِ اعظم محبوبِ سبحانی حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی قدس سرہ

السامی کی مدح اور وصف بیان کرتے ہوئے دیکھا۔ میں بے ہوشی کے عالم میں ان قوالوں کے گرداگرد گھومنے لگا۔ خاموشی کے بعد میں نے حتی المقدور قوالوں کو کچھ بطور اجرت دیا۔ ایک رات میں نے حضرت غوث الاعظم رحمۃ اللہ علیہ کو خواب میں دیکھا کہ حضرت شیخ قدس سرہ ایک گھوڑے پر سوار ہیں اور آپ کے سر پر ایک بڑی ٹوپی ہے۔ اس حالت میں غلام کے پاس تشریف لائے' میں خواب سے بیدار ہوگیا۔ اس کے بعد مجھ کو آنجناب فیض مآب کی زیارت کا بے حد شوق لاحق ہوا۔ مجھ میں جذبے اور آہ و فغاں کا ظہور کثرت سے ہونے لگا۔ اپنے آپ کو ضبط کرنا میری طاقت سے باہر تھا۔ ایک رات کسی مسجد میں وتر کی نماز ادا کر رہا تھا کہ اچانک میرے کانوں میں سرود کی آواز آئی جس کی وجہ سے میرے ہوش و حواس جاتے رہے اور مجھ پر سخت استغراق اور مدہوشی کا عالم طاری ہو گیا اور اس قدر گریہ و زاری کا غلبہ تھا کہ جس کا کوئی حد و حساب نہیں۔ آخر خدا خدا کر کے ہوش میں آیا اور فوت شدہ نماز کو ادا کیا۔ یہ حالت مذکورہ اس وجہ سے واقع ہوئی کہ مجھے جناب معلیٰ حضرت محبوب سبحانی قدس سرہ کے دربار میں حاضر ہونے کا بے انتہا شوق تھا اس اشتیاق کی شدت نے مجھے اتنا بے تاب و بے قرار کر رکھا تھا کہ کسی شئے کی آواز سننے کی طاقت مجھ میں نہ رہی تھی۔ خواہ وہ سرود کی ہو یا کسی اور شئے کی۔ میری یہ حالت دن پر دن ترقی پر تھی۔ ایک دن ناگاہ تقدیرِ الٰہی جل شانہ میری گردن میں رسی ڈال کر کشاں کشاں مجھے ایک شیخ قدس سرہ کے پاس لے گئی۔ وہاں پہنچ کر بندے کے ذوق و شوق و اضطراب میں کمی ہو گئی۔ وہاں سے خداوندِ کریم پر بھروسہ کرتے ہوئے حضرت پیرِ پیراں شیخ غوث الاعظم قدس سرہ کی زیارت شریف کے لئے بغداد کی جانب روانہ ہوا۔ تکالیف اور مشقتوں کے بعد بمشکل حضرت شیخ المشائخ قدس سرہ کے روضۂ منورہ تک رسائی ہوئی اور زیارتِ مزار فیض آثار سے مشرف ہوا۔ چند روز بے چینی کی حالت میں خانقاہ شریف و روضۂ نظیف کے قرب و جوار میں اقامت اختیار کی اور شغلِ باطنی میں مصروف رہا۔ مگر اضطراب سابقہ اور تشویشات دیرینہ میں سر مو بھی فرق نمایاں نہ ہوا۔ آخرکار میں نے ملک کردستان کی سیر و سیاحت کا قصد کیا۔ ایک شخص نے میرے سامنے شیخ عبداللہ ہراتی کی بہت تعریف کی یہ مولانا خالد کردی سلمانی کے جانشین اور اجل خلیفہ تھے اور خالد کردی حضرت قبلہ شاہ غلام علی صاحب قدس سرہ کے خلیفہ کلاں تھے۔ شیخ عبداللہ ہراتی کی تعریف سن کر ان کی زیارت کے لئے خدمت اقدس میں حاضر ہوا اور زیارت شیخ موصوف سے مشرف اور مسرور ہوا۔ آپ نے مجھے تہلیل لسانی کی اجازت عنایت فرمائی۔ گیارہ روز جناب ممدوح کے حلقے میں گزارے لیکن میرے دل حزیں کو پھر

بھی تسکین حاصل نہ ہوئی۔ ایک روز شیخ عبداللہ قدس سرہ نے مجھے فرمایا "تمہیں چاہئے کہ تم حضرت حافظ قرآن غوث زماں مقبول بارگاہ وحید شیخ ابو سعید قدس سرہ کی خدمت میں حاضر ہو کر اور ان کی صحبت شریف میں رہ کر فیض حاصل کرو جو جناب نائب خیرالبشر مجدد ماتہ الثالث والعشر غلام علی شاہ صاحب قدسناہ اللہ تعالیٰ بسرہ الاقدس کے خلیفے اور جانشین ہیں۔ ہندوستان کے ملک شہر دہلی میں آنجناب والا کی بارگاہ معلیٰ ہے۔ شیخ ممدوح کے حسب فرمان اور بمصداق صاحب الغرض مجنون و دیوانہ وار ہندوستان کے سفر کے لئے روانہ ہوا۔ لیکن بباعث تردد حضرت شیخ محمد حدید قدس سرہ کے حضور میں حاضر ہوا جو حضرت مولانا خالد قدس سرہ کے خلیفہ تھے۔ چند روز آپ کی خدمت میں گزارے۔ اس کے بعد بصرہ آیا اور شیخ محمد حسین دومری محدث و حافظ قرآن و خلیفہ جناب مولانا خالد رومی کی خدمت میں حاضر ہوا۔ جناب ممدوح بہت پرہیز گار اور متورع تھے۔ میں نے آپ سے کتب علم حدیث پڑھیں اور سند قاضی بصرہ شیخ محمد عمانی سے حاصل کی۔ پھر جناب شیخ محمد عمانی سے بخاری شریف شہراورنگ آباد میں پڑھی پھر دوبارہ بخاری شریف، صحیح مسلم، موطا امام مالک، ترمذی جناب ذات والا صفات حافظ قرآن قطب دوراں حضرت شاہ احمد سعید قدس سرہ سے تبرکاً" شروع کیں۔ ساتھ ہی ہدایتہ الطالبین، انھار اربعہ، کنز الهدایہ اور مکتوبات قدسی آیات حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ بھی جناب والا سے پڑھیں۔

اورنگ آباد سے روانہ ہو کر شہر بمبئی پہنچا۔ شہر بہ شہر اور قریہ بقریہ ہر ایک شخص اور بزرگ کی زیارت کرتا رہا اور ان کے حلقے اور توجہات میں بھی بیٹھتا رہا اور ان سے دعائیں بھی کراتا رہا۔ بیعت ظاہری ان لوگوں میں سے کسی سے بھی نہیں کی۔ یہاں تک کہ علاقہ بلوچستان قلاۃ نصیر خاں پہنچا وہاں سے براستہ دریا شہر بمبئی پہنچا۔ وہاں ایک مسجد میں اسباب رکھا۔ اسی اثناء میں اس محلّہ کے ایک شخص کی زبانی سنا کہ حضرت شیخ الشیوخ حافظ قرآن حضرت شاہ ابو سعید صاحب دامت برکاتہ حج بیت اللہ شریف کے لئے بمبئی تشریف لے آئے ہیں۔ اس فرحت بخش خبر کے سنتے ہی میں آں جناب کی پابوسی کا شرف حاصل کرنے کے لئے روانہ ہوا۔ حضور کی خدمت بابرکت میں حاضر ہو کر قدم بوسی حاصل کی اور فوراً بیعت کر لی۔ تقریباً" بیس روز آپ کی توجہ اور حلقہ شریف میں بیٹھا۔ کھانا وغیرہ اپنی جیب سے کھاتا رہا اس کم مدت میں آپ نے بندہ کو ولایت صغریٰ تک پہنچا دیا مگر اضطراب سابقہ میں پھر بھی کوئی کمی نہ آئی بلکہ تردد اور پریشانی خاطر ظہور پذیر ہوئی۔

ایک روز آنجناب کی خدمت میں اپنے اضطرابات قلبیہ و تشویشات باطنیہ کے متعلق عرض کیا۔ قبلہ حضرت صاحب نے فرمایا "میں اس وقت حج کے لئے کعبۃ اللہ شریف جا رہا ہوں آپ کو دو باتوں میں اختیار ہے خواہ میری واپسی تک یہاں قیام کرو اور خواہ دہلی میرے فرزند میاں احمد سعید صاحب کے پاس جاؤ جو حضرت شاہ غلام علی صاحب کی خانقاہ میں جانشین ہیں اور ان کے ہاں رہو اور توجہات باطنیہ سے مشرف ہو۔

چونکہ بمبئی میں گرمی سخت تھی جس کی تاب بندہ نہ لا سکا' چنانچہ شہر دہلی روانہ ہوا۔ ایک رات اثنائے راہ میں حضرت شاہ صاحب قبلہ کو چند اشخاص کے ہمراہ خواب میں دیکھا کہ آپ بشارت کے طور پر مجھے فرما رہے ہیں کہ تم میرے مجاز ہو۔ حضرت شاہ صاحب قبلہ کی زبان درفشاں سے جونہی یہ الفاظ شریف سنے تو میرے دل حزیں کو غم و الم سے فی الفور آرام حاصل ہوا یہاں تک کہ میں نے دہلی شریف میں جناب حضرت مسیح دوراں حافظ قرآں شیخی و امامی حضرت شاہ احمد سعید صاحب قبلہ کی قدم بوسی کا شرف حاصل کیا۔ احقر نے جونہی آنجناب کے چہرہ مبارک اور آنکھوں پر اپنی نظر ڈالی تو فوراً دل رنجور کو سابقہ تشویشات و پریشانیوں سے نجات حاصل ہوئی۔ خداوند واحد قدوس کا لاکھ لاکھ شکر اور تحمید ادا کرتے ہوئے خوش و خرم ہو کر وحدہ لاشریک کے ذکر میں مشغول و سرگرم ہوا۔ ایک دن حضرت قبلہ و کعبہ قطب زماں و سیلتنا الی الوحید حضرت شاہ ابو سعید صاحب کی حج سے واپسی کے وقت شہر ٹونک میں وصال کر جانے کی خبر اس عاجز کو پہنچی جس کی وجہ سے مجھے سخت ملال ہوا اور آہ و زاری کرنے لگا۔ چند روز بعد احقر نے حضرت قبلہ و کعبہ غوث زماں قطب دوراں حضرت شاہ احمد سعید صاحب قبلہ کے ہاتھ پر بیعت کی۔ خدا کے فضل سے برکات' کمالات اور انوار و کشفیات و تجلیات وغیرہ اس بندہ پر آنحضرت کے صدقے میں وارد ہوئیں۔ کسی نے کیا ہی خوب کہا ہے۔ ؎

تو مگو ما را باں شہ بار نیست   بر کریما کارہا دشوار نیست

قدم بوسی کے وقت دو عدد تسبیح اور ایک عدد رومال اور ایک روپیہ نقد آنجناب کی خدمت میں بطور نذر پیش کیا۔

آپ کی اس خاکسار پر نظر عنایت بے حد تھی۔ آپ جب طلبا کو سبق پڑھاتے تو بندہ ہی کی طرف محبت کی نظر سے تکتے۔ ایک بار آنجناب نے احقر کو بشارت دیتے ہوئے فرمایا "ایک مرتبہ کیا دیکھتا ہوں کہ میں اور تو اور میرے تینوں فرزند ایک ہی دستر خوان سے کھانا کھا رہے ہیں۔"

الحمد للہ خداوند کریم نے ویسا ہی ظاہر کیا۔ ایک دفعہ خاکسار آپ کی خدمت میں

حاضر تھا آنجناب شیرینی تقسیم فرما رہے تھے۔ بعض کو کم اور بعض کو زیادہ دے رہے تھے۔ اس احقر کے دل میں خطرہ گزرا کہ حضرت یہ فرق کیوں فرما رہے ہیں۔ جونہی یہ خیال میرے دل میں گزرا تو فوراً مجھ سے حضرات کرام کی نسبت غائب ہو گئی۔ بہت آہ و زاری کی اور لا حول ولا قوۃ پڑھا اور خیالِ سابقہ سے توبہ کر کے نہایت خشوع و خضوع سے جناب ذاتِ باری تعالیٰ سے سابق نسبت واپس آجانے کے واسطے عرض کی۔ آخر خدا خدا کر کے نسبت واپس نصیب ہوئی۔ مکمل ایک سال دو ماہ پانچ روز آنحضرت کی صحبت سے مستفید ہوتا رہا۔ جناب حضرت شاہ صاحب نے اس قلیل مدت میں جمیع طریق نقشبندیہ' قادریہ' چشتیہ وغیرہم کی اس احقر کو اجازت مرحمت فرمائی اور اپنے دستِ مبارک سے اجازت نامہ لکھ کر مجھ کو خراسان کی طرف رخصت فرمایا۔ فقیر کی روانگی کے وقت حضرت قبلہ شاہ صاحب نے ملا جلال **ایچکزئی** کو فرمایا "حاجی صاحب تمہارے ساتھ ہیں گویا فقیر تمہارے ساتھ ہے آپ نے یہ بھی فرمایا حاجی صاحب بہت اچھے آدمی ہیں' ان سے بہت سی مخلوق خدا فائدہ اٹھائے گی۔" آپ نے یہ الفاظ تین بار تکرار فرمائے اور مجھے سوداگروں کی معیت میں خراسان رخصت فرمایا اور چند سال کے بعد ایک دوسرا اجازت نامہ جو اجازت مطلقہ پر مشتمل تھا اپنے دست مبارک کا لکھا ہوا عطا فرما کر سرفراز فرمایا۔"

دونوں اجازت ناموں کی عبارت تبرکاً" یہاں درج کی جاتی ہے۔

اجازت نامہ اول

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ حمد اور صلوٰۃ کے بعد فقیر احمد سعید مجددی نسبتاً" و طریقتہ" (کان اللہ لہ) جمیع احباب اور متعلقین پر واضح کرنا چاہتا ہے کہ مخزنِ صلاحیت و کمالات حاجی الحرمین الشریفین حاجی ملا دوست محمد وفقہ اللہ تعالیٰ **لما یحب و یرضی** اس ہیمدان کے پاس کسبِ باطنی کے واسطے آیا اور ایک سال سے زیادہ رہا۔ اس مدت میں ان کے دس لطائف پر توجہ کی۔ الحمدللہ کہ پیرانِ کبار کی برکت سے ہر مقام میں اس کی چاشنی سے متلذذ ہوئے اور ہر ایک مقام میں اس کے آثار اور انوار کو ملاحظہ کیا اور اپنے آپ میں فنا اور بقا کے آثار و علامات کے مشاہدے کئے۔ لہٰذا ان کو طریقۂ نقشبندیہ و قادریہ و چشتیہ کی تعلیم دینے کی فقیر کی طرف سے عام اجازت ہے۔ اجازت اس شرط پر دی جاتی ہے کہ آپ شریعت پر قائم اور سنت کے تابع رہیں گے۔ بدعات سے پرہیز رکھیں گے اور ہمیشہ خداوند کریم کی یاد میں لگے رہیں گے۔ خلقِ خدا سے مایوس اور روگرداں' خداوند کریم کی ذات پاک سے امیدوار' اس پر صابر اور متوکل اور اس کی رضا پر راضی رہیں گے۔

تو مباش اصلا" کمال این ست و بس
پس در وگم شو وصال این ست و بس

اجازت نامہ ثانی

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علی خاتم النبین و آلہ و اصحابہ اجمعین۔ بعد حمد و صلوٰۃ کے فقیر احمد سعید مجدّدی کی طرف سے واضح ہو کہ نیک افعال اور خوب خصال برادر رشید مولانا حاجی دوست محمد صاحب قندھاری سلمہ اللہ تعالیٰ۔ خدا وند کریم ان کو اپنی ذات پاک کا عاشق اور اپنی مخلوق کا امام اور ہادی بنائے آمین۔ حاجی صاحب موصوف اخذ طریقہ کے لئے میرے پاس آئے اور اذکار و مراقبات میں پوری کوشش سے مشغول رہے۔ میں نے ان جمیع طریق نقشبندیہ مجددیہ' قادریہ' چشتیہ' سہروردیہ کبرویہ کے مقامات میں توجہ دی۔ آپ بفضل ایزدی و برکات پیرانِ کبار مجمع البحار و معدن **الفخار** بن گئے۔ ان کو طالبین راہ سلوک کی ارشاد اور القاسکینہ و حضور کی تعلیم دینے کی عام اجازت ہے۔ یہ میرے خلیفہ ہیں ان کا ہاتھ گویا میرا ہاتھ ہے اس شخص کے لئے خوشی ہے جس نے ان کی اقتدا کی۔ خدا وند کریم فرماتے ہیں۔ "اے پیغمبر صلی اللہ علیہ و سلم وہ لوگ جو تمہاری بیعت کرتے ہیں وہ حقیقت میں اللہ کی بیعت کر رہے ہیں اللہ کے ہاتھ ان کے ہاتھ پر ہے۔" و صلی اللہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقہ محمد و آلہ و اصحابہ اجمعین۔

حضرت قبلہ و کعبہ کے حالات از
خواجۂ خواجگان حاجی محمد عثمان صاحب دامانی کی زبانی

حضرت قبلہ و کعبہ حاجی صاحب (روحنا و قلبنا فداہ) نے ایک دفعہ فرمایا کہ "پہلی مرتبہ جو میں خانقاہ شریف دہلی سے رخصت ہو کر خراسان روانہ ہوا تو میں نے راستہ میں بہت سے لوگوں کو اپنی طرف آتے ہوئے دیکھا کوئی مجھے کہتا ہے دعا کرو اور کوئی کہتا دم کرو۔ میں حیران ہو کر کہنے لگا کہ خداوند کیا میں کوئی دوسرا آدمی بن گیا ہوں جس کی وجہ سے خدا کی مخلوق میرے پیچھے بھاگی پھر رہی ہے اور دعاؤں کے لئے درخواست کر رہی ہے۔ دوستو! یہ محض خداوند رحیم و کریم کا فضل اور جناب حضرت پیرو مرشد شاہ صاحب قبلہ کی نظر شفقت کا اثر تھا ورنہ میں تو وہی ناچیز بندہ ہوں جو پہلے تھا۔" جس وقت جناب قبلہ حاجی صاحب خراسان پہنچے تو انہوں نے وہاں پر ایک قبولیت تامہ حاصل کی اور خوارقِ عادات کے مصدر بنے اور مقبولانِ بارگاہِ الٰہی سے ہوئے۔ آپ کو اپنے پیرو مرشد حضرت شاہ صاحب سے بہت محبت تھی جو بیان سے باہر ہے اور جتنی ہمارے حضرت قبلہ حاجی صاحب قدس سرہ کو اپنے پیرو مرشد قدس سرہ سے نسبت تعشق حاصل تھی اتنی ہی جناب حضرت شاہ صاحب قبلہ کی آپ پر شفقت و تلطف و عنایت تھی۔ آپ پیرو مرشد قدس سرہ کے **نعلین** شریف اپنے چہرے پر رکھتے اور کثرت محبت کی وجہ سے دیر تک رویا کرتے تھے اور ان کے بیت الخلا کو اپنے ہی ہاتھ سے صاف کیا کرتے تھے اور آپ پر شاہ صاحب قبلہ کی عنایت کا یہ حال تھا کہ آپ حاجی صاحب قبلہ کو بہت دیر تک اپنی بغل میں پکڑے رہا کرتے اور ساتھ ہی فرمایا کرتے کہ "حاجی صاحب نے جو کچھ بھی پایا میری محبت میں پایا ہے اور مجھ کو جو محبت آپ سے ہے وہ اپنے اور احباب میں سے کسی سے بھی نہیں، آپ تو میرے جمیع احباب اور متعلقین میں مخصوص ہیں۔" اور ساتھ ہی یہ بھی فرمایا "جیسا کہ مولانا خالد رحمتہ اللہ علیہ حضرت شاہ صاحب رحمتہ اللہ علیہ کے خلفاء میں بوجہ کثرتِ ارشاد و ترویجِ سلسلۂ عالیہ میں مشہور تھے ویسے ہی حاجی صاحب بوجہ کثرت مریدین و قوت تصرف میرے خلفاء میں ممتاز ہیں۔" یہ حقیقت ہے کہ آپ کے مرید لکھوکھا اور خلفاء ہزاروں کی تعداد میں پہنچ گئے تھے۔

آپ نے چند جگہوں پر خانقاہیں بنائیں۔ پہلی خانقاہ ناوہ میں بنوائی جو خراسان کی حدود

میں واقع ہے۔ یہاں ہر طرف چوروں اور رہزنوں کے ڈیرے تھے اور یہ مقام بڑے خطرے کا تھا۔ شروع شروع میں مخالفین نے خانقاہ کی تخریب میں کوشش کی لیکن آپ نے کوئی پرواہ نہیں کی اور اللہ پر بھروسہ کرکے وہاں پر تبلیغ شروع کردی۔ وہاں کے چور اور رہزن رفتہ رفتہ حضرت قبلہ کے ہاتھ پر بیعت کرکے مطیع ہو گئے۔ آپ کی صحبت شریف میں رہ کر توجہات فراواں اور فیوضات بے پایاں کے اثر سے کامل اولیاء اللہ ہوتے گئے اور فعلِ حرام یعنی چوری اور رہزنی کو چھوڑ کر معبود حقیقی کے ذکر میں اپنی زندگی کے باقی دن گزارنے لگے۔ نیز کسبِ حلال کے در پے ہوئے۔

بہت دنوں سے ملا دین محمد اخوند زادہ با بکزئی حضرت کی خدمت اقدس میں بصد عاجزی و انکساری عرض کیا کرتے تھے کہ حضرت قبلہ ان کی کاریز پر غنڈان میں ایک خانقاہ کی بنا ڈالیں۔ کچھ عرصہ تک تو حضرت قبلہ نے ان کی اس درخواست پر کوئی توجہ نہ کی لیکن آخر الامر ملا دین محمد صاحب اخوند زادہ کی اس معروض کو قبول کرلیا اور حضرت قبلہ نے دوسری خانقاہ قوم با بکزیوں میں غنڈان میں بنانے کا مصمم ارادہ کرلیا۔ جب خراسان کے باشندوں کو حضرت کے ارادہ سے آگاہی ہوئی تو وہ سب کے سب مل کر حضور کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آہ و زاری کرتے ہوئے التجا کی کہ حضور ان کی کوتاہیوں اور لغزشوں کو معاف فرمائیں اور یہاں سے جانے کا ارادہ ترک فرمائیں۔ حضرت قبلہ نے ان کو فرمایا کہ میں اپنی خانقاہ میں ملا غازی صاحب کو چھوڑ جاؤں گا وہ آپ کو حلقہ میں توجہ دیا کریں گے چنانچہ یہ کہہ کر قبلہ حضرت صاحب اور جمیع خدام و طلبا ناصری و خراسانی و ملا دین محمد اخوند زادہ صاحب وغیرہ سب نے مقام غنڈان کی طرف روانگی اختیار فرمائی اور بخیر و عافیت وہاں پہنچے۔ چند ہی دنوں میں حضور کے درویشوں اور اخوند زادہ ملا دین محمد صاحب نے قوم با بکزیوں کی کاریز پر بہت سے گھر اور مسجد وغیرہ تعمیر فرمائی۔ سو سے زیادہ علماء وغیرہ تعمیرِ خانقاہ کے لئے مٹی کے کام میں مصروف تھے۔ ان کی جبیں بظاہر تو مٹی سے آلودہ تھی لیکن ان کا باطن انوارات و تجلیات سے معمور و منور تھا۔ حتیٰ کہ خانقاہ شریف تیار ہو گئی۔ وہاں کے لوگ جان و مال سے آپ پر قربان تھے۔ چند سال حضور نے اس خانقاہ شریف میں استقامت فرمائی۔ آخر الامر ابتدائے موسمِ سرما میں خراسان سے روانہ ہوئے اور بخیر و عافیت حضور بمع جمیع متعلقین و خدام داماں میں تشریف لائے اور بحکم ربی آپ نے شہر چودھواں میں سکونت اختیار فرمائی اور وہاں پر سلسلۂ عالیہ نقشبندیہ کی ترویج میں مصروف ہو گئے۔ اس علاقہ کے جید علماء و فضلا مثلاً ملا عبدالغفار صاحب سکنہ کوہی بارہ

مولوی فتح محمد صاحب چودھوی، ملا عبدالرحیم صاحب اخوند زادہ ملا عبدالغفار صاحب سلیمان خیل متوطن درابنی جیسے متند فضلا آپ کے دست مبارک پر بیعت ہو کر آپ کے خوان فیض و ارشاد کے ریزہ چیں ہوئے۔

دوستوں کی خواہش پر حضور نے موسیٰ زئی شریف میں خانقاہ کی بنیاد ڈالی۔ جب حضرت صاحب قبلہ نے درابن کلاں میں نزول فرمایا تو دوستوں نے بڑے ادب اور عاجزی کے ساتھ آپ کا استقبال کیا۔ چنانچہ اسی اثناء میں مولوی عبدالرحیم اخوند زادہ صاحب اور ملا عبدالغفار اخوند زادہ صاحب دونوں محض آپ کی زیارت اور قدم بوسی سے مشرف ہوتے ہی مجذوب اور بے ہوش ہو گئے اور ان پر گریہ و زاری کا عالم طاری ہو گیا۔ چنانچہ حسب الحکم حضرت قبلہ اخوند زادہ ملا عبدالرحیم صاحب کو حضور کے حلقہ شریفہ میں لایا گیا اور وہاں اخوند زادہ موصوف کا جوش و خروش ٹھنڈا ہوا۔

خانقاہ شریف موسیٰ زئی کی بناء ۱۲۶۶ھ میں ڈالی گئی۔ دو بڑے گھر۔ ایک دالان مستورات کے لئے ایک تسبیح خانہ، ایک مسجد شریف تین حجرے عام طلبا کی سکونت کے لئے اور دو بڑے گھر خاص طلبا کے قیام کے لئے ایک اصطبل اور اس کے متصل ایک حجرہ تعمیر کئے گئے۔

موسم سرما میں حضور موسیٰ زئی کی خانقاہ شریف میں اور موسم گرما میں علاقہ خراسان مقام غنڈان میں تشریف لے جایا کرتے تھے جو قندھار اور غزنی کے درمیان واقع ہے۔

دہلی سے غدر کے موقع پر جب قبلہ حضرت شاہ احمد سعید صاحب نے مکہ معظمہ جانے کے لئے ہجرت اختیار کی تو براستہ سرحد علاقہ دامان ڈیرہ اسماعیل خاں پہنچے اور مولوی غلام حسین صاحب دیروی کے ہاں قیام فرمایا۔ جب حضرت قبلہ حاجی صاحب کو آپ کی تشریف آوری کی خبر پہنچی تو آپ استقبال کے لئے ڈیرہ میں تشریف لائے اور اپنے ہمراہ حضرت قبلہ پیرو مرشد کو موسیٰ زئی لے آئے اور یہاں کی خانقاہ شریف کا نام اپنے پیرو مرشد کے اسم مبارک سے موسوم کیا یعنی خانقاہ شریف احمدیہ سعیدیہ جناب حضرت شاہ صاحب قبلہ نے خراسان و ہندوستان کے کل متعلقین و مریدین کو حضرت قبلہ حاجی صاحب (روحی و قلبی فداہ) کے سپرد فرمایا اور اپنے دست مبارک سے مندرجہ ذیل سطور پر نور تحریر فرمائیں:

بسم اللہ الرحمن الرحیم ○ الحمد للہ افضل الحمد و اجلہ و اعلاہ کما یلیق بجناب قدسہ تعالی والصلوٰۃ

والسلام علی سید الوری کما ینبغی و یحری و علی الہ التقی و اصحابہ النقی اما بعد

ان سطور کے تحریر کا باعث یہ ہے کہ مدت سے دلِ حزیں کو حرمین الشریفین کی زیارت کی آرزو تھی۔ خداوند کریم کے فضل و کرم سے میں نے مع اہل و عیال ان دیارِ شریفہ و حدودِ مبارکہ کی زیارت کا مصمم ارادہ کرلیا ہے اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے ان دیارِ شریفہ میں پہنچائے۔ لہٰذا یہ سطور اس بارہ میں لکھے جاتے ہیں کہ میرے جس قدر مرید ہندوستان اور خراسان میں رہتے ہیں ان کو معلوم ہو کہ میرے قائم مقام مقبولِ بارگاہِ احد حاجی دوست محمد صاحب ہیں ان سب کے لئے لازم ہے کہ حاجی صاحب سے توجہاتِ باطنی حاصل کریں۔

و ھو خلیفتی ویدہ کیدی فطوبی لمن اقتد ی بہ فھو خلیفتی علی الاطلاق بای طریق بامرکم فعلیکم بامتثالہ ولا یجوز العدول عن حکمہ۔ اللھم اجعلہ ھا و بالک و اھد بہ و مھد یا و اھد بہ الناس طرا" علی سبیل الد وام والاالاستمرار و زدفی عمرہ و رشد ہ و صلاحہ یا رب العالمین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ و سلم و علی الہ و اصحابہ اجمعین و یرحم اللہ قال امنا۔ والسلام اولا" و اخرا"

حضرت شاہ صاحب نے آپ کو اپنی ضمنیت میں بھی مخصوص فرمایا تھا۔ اپنی خانقاہ و تسبیح خانہ اور مکانات و محل سرائے بھی جناب حاجی صاحب قبلہ کے حوالے فرما گئے اور اختیار دے گئے خواہ وہ خود اس میں قیام فرمائیں یا اپنے کسی خلیفہ کو وہاں رکھیں تاکہ مہمانوں کی خدمت اور حضرات کبار کے مزارات بابرکات کی دیکھ بھال ہوتی رہے۔ چنانچہ ہمارے حضرت قبلہ نے اپنے خلیفہ جناب مولوی رحیم بخش صاحب کو اس کام کے واسطے مقرر فرمایا۔ جناب مولوی رحیم بخش صاحب کا مزار شریف خانقاہ شریف دہلی میں حضرات کرام قدسناء اللہ باسرارہم اقدس کی چار دیواری کے باہر واقع ہے۔ ۱۲۷۰ھ میں جناب حضرت قبلہ گاہی حاجی صاحب طریقہ نقشبندیہ احمدیہ سعیدیہ کے مجاز ہوئے اور طریقہ عالیہ موصوفہ کی ترویج میں آفتاب عالم تاب کی مانند شہرہ آفاق ہوئے۔ جب حضرت قبلہ کے وصال کا وقت قریب آیا تو یہ عاجز محمد عثمان سید نور آخوند زادہ اور دیگر عزیز و اقارب

حضور پرنور کی خدمت میں حاضر تھے۔ یہ احقر اور دیگر اعزہ سورۂ یٰسین شریف کے پڑھنے میں مشغول تھے اور دوسرے حضرات مختلف سورتیں پڑھ رہے تھے۔ احقر نے چالیس بار سورۂ یٰسین شریف اور دو پارے کلام اللہ شریف کے پڑھے ہی تھے کہ آپ نے اپنی آنکھیں مبارک کھولیں اور دریافت فرمایا "میں زندہ ہوں یا مردہ؟" ہم خدام نے عرض کیا کہ حضور ابھی تک آپ حیات ہیں۔ ایک گھڑی بعد پہلی سی استغراق کی حالت آپ پر طاری ہو گئی۔ ایک لحظہ بعد حضور نے اپنی آنکھیں مبارک کھولیں اور فرمایا۔ الحمدللہ۔ الحمدللہ۔ الحمدللہ غالباً" تین بار حضور نے ادا کیا۔ اس کے بعد آپ نے احقر عثمان سے مخاطب ہو کر فرمایا۔ "تم سب تحمید پڑھو۔" ہم نے کلمہ شریف پڑھنا شروع کیا اور غالب گمان یہ ہے کہ ہم نے تین یا چار بار تحمید پڑھی ہو گی کہ آپ نے فرمایا

یٰاَیَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّۃُ ارْجِعِیْ اِلٰی رَبِّکِ رَاضِیَۃً مَّرْضِیَّۃً فَادْخُلِیْ فِیْ عِبَادِیْ وَادْخُلِیْ جَنَّتِیْ ○

اور وصال فرما گئے۔ حضرت کا آخری کلام مبارک تحمید پڑھنا تھا۔

اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّآ اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ ○ اِنَّکَ مَیِّتٌ وَّ اِنَّھُمْ مَّیِّتُوْنَ ○ وَ اِنَّا عَلٰی ذٰلِکَ مِنَ الشَّاھِدِیْنَ ○

حضرت قبلہ و کعبہ ہر روز حالت مرض میں اپنی زبان درفشاں پر مندرجہ ذیل اشعار کی تکرار فرمایا کرتے تھے۔

منگر کہ دل ایں یمیں پرخوں شد ‏ ‏ بنگر ازیں سرائے فانی چوں شد
مصحف بکف و پابرہ دیدہ بدوست ‏ ‏ باپیک اجل خندہ زناں بیروں شد

آپ نے مولوی فتح محمد صاحب کو فرمایا کہ جب اس حقیر کا جنازہ اٹھاؤ تو یہ ابیات جنازے کے آگے ضرور پڑھنا:

و فدت الی الکریم بغیر زاد ‏ ‏ من الطاعات والقلب السلیم

میں کریم کی خدمت میں بے خرچ حاضر ہوا میں نہ ہی قلب سلیم کا مالک ہوں اور نہ ہی عبادات کا

محمل الزاد اقبح کل شیء ‏ ‏ اذا کان القدوم الی الکریم

کیونکہ جب سخی کی خدمت میں جانا ہو تو خرچ کا لینا بہت ناپسندیدہ ہے

☆ ☆ ☆

مکتوب ۱

بنام محمد جان آخوند زادہ صاحب

شریعت پر عمل اور چند مفید نصائح کے بیان میں

الحمد لله الذی اطلع فی فلک الازل شمس النبوۃ المحلیۃ و اشرف من افق اسرار الرسالۃ مظاہر تجلیات احمدیۃ صلی الله علیہ وسلم -اما بعد-اخوی عزیزی ارشدی محمد جانان اخوند زادہ صاحب سلمہ الله تعالی عن الافات الد نیویۃ والاخرویۃ و جعلہ الله عاشقا لذاتہ تعالی۔

فقیر حقیر لاشی دوست محمد عفی عنہ کی طرف سے بعد سلام مسنونہ کے معلوم ہو کہ چند نصائح تحریر کی جاتی ہیں تاکہ دوستوں کے لئے فلاح و نجات کا باعث ہوں۔ پس معلوم ہو کہ طریقۂ صوفیہ کی ترویج اور اجازت کے لئے یہ شرط ضروری ہے کہ شریعت مطہرہ نبویہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والتحیات کے احکام شریفہ پر ظاہری اور باطنی طور سے پوری پوری استقامت ہونا چاہئے اور حتی الوسع حدود شرعیہ سے ایک ذرہ بھی تجاوز نہ کرنا چاہئے۔ خصوصاً" پنجو قتہ نماز کو اول وقت میں باجماعت ادا کرنا چاہئے اور صبح کی نماز کو واجبی طور پر۔ ہر وقت خداوند کریم کے ذکر اور مراقبہ میں مشغول رہنا چاہئے۔ کم کھانا' کم سونا' کم بولنا اور لوگوں کے ساتھ کم ملنا جلنا رکھنا چاہئے۔ توبہ' زہد' صبر' قناعت' توکل' شکر' خوف' تسلیم' رضا جیسے اوصاف علیا سے موصوف ہونا چاہئے۔ عوام لوگوں کی طرح کشف و کرامات کو کوئی اہمیت نہ دینا چاہئے۔ اپنی ذات اور جملہ مخلوق کی ذات سے ناامید رہنا چاہئے۔ فقر اور فاقہ کو بڑی نعمت خیال کریں۔ مریدوں کے مال میں کسی قسم کا کوئی لالچ نہ رکھیں۔ مخلوق آپ کی تعریف کرے یا آپ کو برائی سے یاد کرے اس کی کوئی پرواہ نہ کریں۔ دولت اور دولتمندوں سے پرہیز کریں اور علماء و فقراء کی جان و مال و تن سے خدمت کریں۔ مخلوق خدا کی غیبت اور مذمت سے اجتناب کریں۔ کسی نے کیا خوب فرمایا ہے ؎

ہر کجا ایں نیستی افزوں تراست　　　کار حق را کار گاہ آں سراست

ترجمہ : جہاں کہیں فنائیت بہت زیادہ ہے وہی جگہ حق کے کام کا کارخانہ ہے۔

شریعت و طریقتِ محمدی علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والتحیات (بعدد کل معلوم لک) کا اجمالی بیان یہی ہے۔

اللھم ارزقنا متابعۃ حبیبک قولاً و فعلاً و اعتقاداً اولاً و اخراً ظاھراً و باطناً

بھائی جان اپنی ساری ہمت اللہ تعالیٰ کی طلب و جستجو اور اس کی یاد میں صرف کریں یہاں تک کہ حق تعالیٰ کی یاد میں ایک لمحہ اور ایک لحظہ بھی غفلت نہ آنے پائے اور ہمیشہ متوجہ بخدا رہیں۔ رزق کا غم نہ کیجئے اور نہ ہی اس کے متعلق ناحق مشوش اور پریشان رہیں کیونکہ رزق حق تعالیٰ کی طرف سے مقرر و مقدر ہے۔ بے عمل عوام علماء اور جاہل صوفیا کی طرح علم و عملیات و افسونات اور لغو قسم کی تقریرات کو اپنا وسیلہ نہ بنائیں کیونکہ ایسا کرنے میں سوائے ذلت و رسوائی کے اور کچھ حاصل نہیں۔ حدیث شریف میں آیا ہے۔ بیہقی نے عبداللہؓ بن مسعودؓ سے یوں روایت کی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اگر اہلِ علم، علم کو محفوظ رکھیں اور علم کو اہلِ علم کے سپرد کریں تو وہ اس علم کے ذریعے سرداری سے سرفراز ہو جائیں لیکن چونکہ انہوں نے علم اہلِ دنیا کے لئے صرف کیا اس واسطے وہ ذلیل و رسوا ہوئے۔ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا کہ فرماتے تھے جس نے تمام غموں کو آخرت کا غم سمجھا اور غم آخرت بھی کرنے لگا تو اللہ تعالیٰ اس کے دنیا کے غموں کو کفایت فرمائے گا اور جس کو دنیا کے مختلف غموں نے آلیا اور وہ ان کی فکر میں پڑ گیا تو اللہ تعالیٰ جس کی ذات بے پرواہ و مستغنی ہے اس کی کچھ پرواہ نہ کرے گا خواہ وہ کسی بھی سخت و مشکل وادی میں ہلاک ہو جائے۔"

سعادتِ دنیاوی و دینی اور اُخروی علم و عمل میں ہے جبکہ وہ قولاً و فعلاً و اعتقاداً خالص اللہ تعالیٰ کے لئے شریعت شریفہ کے عین موافق ہو اور جو شخص رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال و افعال و اعتقادات کو جانتا ہو لیکن عمل نہ کرتا ہو تو وہ عالم نہیں۔ جیسا کہ حدیث شریف میں ہے کہ حضرت سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے:

" لا یکون المرء عالماً حتی یکون بعلمہ عاملاً "

یعنی وہ شخص عالم نہیں ہو سکتا جو اپنے علم پر عامل نہ ہو۔

اس حدیث کے راوی حضرت ابو درداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں۔

☆ ☆ ☆

مکتوب ۲

بنام ملا امان اللہ ہراتی

اللہ تعالیٰ کی ذات و صفات' علمِ حضوری و علمِ حصولی کے بیان میں

الحمد للہ الذی ذاتہ منزہ فی التنزیہ عن صفات انقص والزوال و عن الکیف والکم و عن الاتصال والانفصال و نشھد ان لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ و نشھد ان محمداً عبدہ و رسولہ و حبیبہ علیہ الصلوۃ والسلام و علی الہ و اصحابہ و احبابہ اجمعین ھولھا اھل و ھم لھا اھل۔ امین یا رب العالمین۔

اما بعد اخوی و اعزی ارشدی ملا امان اللہ صاحب سلکم اللہ تعالیٰ ظاہراً و باطناً۔ بعد از سلامِ مسنونہ و دعواتِ مشحونہ از طرف فقیر حقیر لاشئے دوست محمد معلوم ہو کہ فقیر تادمِ تحریر ہر طرح خیریت سے ہے اور خداوند کریم سے آپ کی خیر و عافیت اور شریعت علیہ و محمدیہ (علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام) پر استقامت چاہتا ہوں۔ خلاصہ یہ ہے کہ جو احوال آنجناب نے فقیر کو لکھے ہیں وہ بہت ہی پسندیدہ اور مرغوبہ ہیں۔ چونکہ آپ کے باطنی اسرار اربابِ کشف و معرفتِ شہودی کے حقائق اور معارف کے متضمن تھے جو مقصود و مطلوب و محبوب ہیں اس لئے از حد خوشی حاصل ہوئی کیونکہ ہمارے بزرگان طریقت کے طریقۂ شریفہ کا ثمرہ و نتیجہ بھی معرفتِ توحیدِ شہودی ہے۔ جاننا چاہئے کہ حق تعالیٰ کا وجود واحد اور حقیقی ہے اور جمیع موجودات علوی اور سفلی کے وجود اسی ہی کے ساتھ قائم ہیں اور اسی سے عالم وجود میں آئے ہیں لیکن بات یہ ہے کہ موجوداتِ علوی اور سفلی وجودِ حقیقی پر دلالت کرتے ہیں۔ فلاسفہ نے یہاں پر غلطی کھائی ہے کہ وجودِ حقیقی کی دلالت پر انکی نظر نہیں پڑی۔ اس نظر کی سعادت اللہ تعالیٰ نے اہل معرفت و توحید کو عطا فرمائی ہے۔ آیہ شریفہ

"اَللّٰہُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ"

خداوند تعالیٰ کا وجود نورِ حقیقی ہے جو بے چون بے مثل و بے مانند ہے۔ وہ ذات منور ہے۔ تقسیم اور تبعیض سے منزہ اور مبرا ہے اور من کل الوجوہ ذاتِ واحد ہے۔ اس کی ذات اور صفات نہ اس کی عین ہیں اور نہ غیر۔ حدوث سے جدا اور جواہر و اعراض۔ زمان مکان، تعطیل، کم، کیف، حیث، قبل، بعد، جہات، حدود، صورت، حلول، ضد، ند، مثل، شکل سے منزہ اور مقدس ہے۔ وہ ذات پاک جیسا کہ پہلے موجود تھی اب بھی ویسے ہی موجود ہے۔ یہ تحریر اور بیان جمیع انبیاء اور رسل علیہم الصلوٰۃ سے اصحابِ کرامؓ پر بالتواتر فائض ہوا ہے اور پھر ان سے علماء اہلِ سنت والجماعت تک پہنچا ہے اور پھر ان سے اساتذۂ گرامی کے توسل سے ہم تک پہنچا ہے اس کو اور اس کے جزو کو معرفتِ استدلالی کہا جاتا ہے اور سماعی بھی۔ ہماری عقل و قیاس کو اس میں دم مارنے کی گنجائش نہیں۔ الحمدللہ یہ بھی نعمت ہے۔ یہی نعمت علماء اور صوفیا کے درمیان مشترک ہے کہ اس معرفت کے بغیر معارفِ صوفیہ حاصل نہیں ہو سکتے معرفتِ صوفیہ کا طریق یہ ہے کہ نفس کو ریاضات و مجاہدات اور توجہ (جو قوانین اسلامی اور کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ و اجماع امت کے موافق ہوں) کے ذریعہ علائقِ جسدی اور عوائقِ بشری و صفاتِ ذمیمہ اور اخلاقِ رذیلہ سے خالی کیا جائے اور اس طریقہ سے جو معرفت حاصل ہوئی ہے وہ کشفی شہودی ہے جو انبیاء علیہم السلام اور اولیائے اللہ کے ساتھ ان کے مراتب کے لحاظ سے خصوصیت رکھتی ہے۔ یہ معرفت مجذوب سالک کو لطیفۂ قالبیہ و قلبیہ و روحیہ و سریہ و خفیہ و اخفیہ پر ذکر اور عبادت کئے بغیر نہیں حاصل ہو سکتی۔ ان دونوں معرفتوں کے درمیان فرق یہ ہے کہ معرفت صوفیہ علم حضوری سے عبارت ہے جو فنا اور بقا کے بعد حاصل ہوتی ہے اور اسی معرفت کو معرفتِ شہودی اور وجدانی سے تعبیر کرتے ہیں اور متکلمین کی معرفت اس سے عبارت ہے کہ اللہ کے ساتھ علمِ حصولی حاصل ہو جو نظر منطق و فلسفہ اور استدلال کے ذریعہ کا نتیجہ ہے۔ علمِ حضوری اور علمِ حصولی کی تفصیل یہ ہے کہ علمِ حصولی اس سے عبارت ہے کہ ہر وہ علم جو خارج سے حاصل ہو وہ صورتِ معلومہ کا حصول ہے جو مدرکہ عالم میں حاصل ہے ایسے علم کو علمِ حصولی کہا جاتا ہے اور وہ علم جو خارج سے حاصل نہ ہو بلکہ وہ ذاتِ عالم سے متعلق ہو تو ایسے علم کو علمِ حضوری کہا جاتا ہے۔ پہلا علم الیقین ہے اور دوسرا عین الیقین ہے اور وہ عارف جس کو فنا و بقا حاصل ہو جائے اور وجود کونی سے منقطع ہو جائے۔ پس وہ ضرور علمِ حصولی سے نکل گیا اور وہ علم

سے وجدان تک پہنچ گیا۔ وہ اس وقت شرک جلی اور خفی اور تمام شکوک و اوہام جو دلوں میں آتے ہیں خلاصی حاصل کر لیتا ہے اور یہی حق الیقین ہے۔ پھر وہ اپنی حیات تک عاشق، محب، ذاکر و عابد و ساجد رہے گا میں ناقص اور ناتمام معرفت حق کو کیا بیان کروں۔ خدا وند کریم کی معرفت کے بیان سے تو اولیاء کاملین بھی عاجز آئے ہیں۔ انہوں نے اس آیتہ کے ترجمے میں فرمایا ہے

"وَمَا قَدَرُوا اللّٰہَ حَقَّ قَدْرِہٖ"

یعنی اللہ تعالیٰ کی معرفت کسی کو بھی پوری پوری حاصل نہیں ہوئی۔

خدا وند کریم نے کمالِ غیرت، عزت اور جلالت و عظمت کی وجہ سے اپنی ذاتِ بحت کی معرفت کسی کو عطا نہیں فرمائی۔ توحید کی حقیقت کیا بیان کی جائے اس کا کماحقہ بیان کرنا محال ہے۔ اگر جمیع مخلوق سو ہزار برس تک خدا وندِ کریم کی معرفت اور عزت کی حقیقت میں غور و فکر کریں تو بھی وہ عاجز آ جائیں اور کہہ اٹھیں کہ ہم نے کچھ نہیں جانا۔ حضرت خواجہ شبلیؒ نے فرمایا ہے **حقیقت المعرفت العجز عن المعرفت** یعنی معرفت کی حقیقت یہی ہے کہ معرفت سے عاجز آ جائے۔" اور حضرت ذوالنون مصریؒ فرماتے ہیں میرا بڑا گناہ یہی ہے کہ خدا وند کریم کی معرفت حاصل کروں اور حضرت امامِ ربانی مجدد الف ثانی قدس سرہ العزیز نے مکتوبات شریف میں تحریر فرمایا ہے کہ

فھو سبحانہ وراء کل محسوس و معقول و وراء کل موہوم و متخیل فھو سبحانہ وراء الوراء ثم وراء الوراء

یعنی خدا وند کریم تعالیٰ وہ ذات پاک ہے جو ہر محسوس اور معقول سے وراء ہے اور وہ ہر وہم و خیال سے بالاتر سے بالاتر ہے۔ پس وہ بلند و پاک ذات تمام اشیاء کے ادراک سے بالاتر ہے۔ جمیع عقول اس کی شانِ کبریائی تک پہنچنے سے قاصر ہیں۔ یہ درایت کسی حجابات اور پردہ کی وجہ سے نہیں بلکہ یہ محض اس کی عظمت۔ شان کبریائی اور رفعت و منزلت کے لحاظ سے ہے۔ بعض بزرگان دین نے فرمایا ہے "حق تعالیٰ کی معرفت اشیاء کے دیکھنے اور پھر ان کا اسی غور و فکر میں ہلاک ہو جانے کا نام ہے۔" اسی معنی میں خدا وند کریم فرماتے ہیں "کُلُّ شَیْءٍ ہَالِکٌ اِلَّا وَجْہَہٗ" یعنی ہر ایک چیز سوائے اس کی ذات پاک کے ہلاک ہونے والی ہے۔ نیز بعض دوسرے بزرگان دین فرماتے ہیں۔" حق تعالیٰ کی معرفت یہ ہے کہ اسے علم و قدرت کے اعتبار سے بے مثل و بے مانند جانا جائے اور جمیع اشیاء سے اسے اپنے قریب تر سمجھا جائے۔ نیز جمیع اشیاء سے اسے محبوب مانا جائے اور اپنی

ذات اور جمیع اشیاء کی ذات کو ہیچ خیال کیا جائے۔" ابو عثمان مغربی نے فرمایا ہے۔

"العاصی خیر من المد عی لان العاصی ابد ا" یطلب طریق التوبہ والمد عی یخوض ابدا" فی خیال د عواہ"

یعنی عاصی مدعی سے بہتر ہے کیونکہ عاصی (گنہگار) ہروقت راہ توبہ کی جستجو میں ہوتا ہے اور مدعی ہر وقت اپنے دعوے کے خیال میں مستغرق پس عاصی کے لئے رہ توبہ کی جستجو نفس عبادت ہے اور مدعی چونکہ اپنے دعوے کے خیال میں مستغرق رہ کر تضیع اوقات کرتا ہے اس لئے وہ گناہ میں مبتلا ہوتا ہے۔ نیز صاحب موصوف فرماتے ہیں کہ جو شخص دولتمندوں کی صحبت کو درویشوں کی صحبت پر ترجیح دیتا ہے اور دولتمندوں کی صحبت اختیار کرتا ہے تو خداوند تعالیٰ ایسے شخص کو دلی امراض میں مبتلا کر دیتا ہے۔ صوفیائے کرام کے طریقے کا سلوک تہذیب اخلاق سے عبارت ہوتا ہے تاکہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ اتصال پیدا ہو جائے اور اتصال کے معنی یہ ہیں کہ حق تعالیٰ کے سوا جمیع ماسواء سے پورے طور پر انقطاع حاصل ہو جائے۔ اتصال سے یہ مراد نہیں کہ ذات کو ذات کے ساتھ اتصال ہو جائے کیونکہ اس قسم کا اتصال تو دو جسموں میں ہوا کرتا ہے۔ بخلاف ذات خداوندی کے کہ وہاں پر اس قسم کا واہمہ کیا جانا کفر ہے بلکہ مراد یہ ہے کہ جس قدر ماسوا اللہ سے انقطاع حاصل ہو جاتا ہے اسی قدر اللہ تعالیٰ سے اتصال پیدا ہو جاتا ہے اور فقر و فاقہ جو نفس کے لئے مکروہ و ناپسندیدہ ہے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاں پسندیدہ ہے۔ فقر و فاقہ ایک منصبِ عظیم ہے جس کو مکروہ نہ جاننا چاہئے۔ اس کو مصیبتِ ناپسندیدہ خیال کرنا عوام کا شیوہ ہے۔ بزرگوں نے فرمایا ہے "بلا از دوست عطا است و از عطانا لیدن خطا" یعنی دوست کی طرف سے مصیبت ایک عطیہ ہے اور اس پر گریہ و زاری کرنا ایک بڑی خطا ہے۔ ہر چیز کے آداب ہوتے ہیں۔ بلا و مصیبت کے آداب یہ ہیں کہ اس کی شکایت اور اس کے دور ہونے کی التجا سوائے خدا کے اور کسی دوسرے سے نہ کرے۔ اہلِ سنت والجماعت کے ہاں یہ ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ کی طرف سے کوئی تکلیف یا مصیبت بندہ پر نازل ہو تو اس سے محبت رکھنا اور اس پر راضی رہنا فرض ہے۔ جو مصائب اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل ہوتی ہیں ان پر راضی رہنا قلب کے لئے خوشی و سرور کا باعث ہے۔ یاد رہے جب تک ان بلیات کے ساتھ دل کو خوشی اور رغبت حاصل نہ ہو جائے اس وقت تک حقیقت، طاعت و بندگی نصیب نہیں ہو سکتی۔

الطرق الی اللہ تعالی بعد د انفس الخلائق

ترجمہ : اللہ تعالیٰ کی طرف جانے کا طریقہ لوگوں کے سانسوں کی تعداد کے برابر ہے

تو آپ نے سنا ہو گا۔ اپنے طریقۂ نقشبندیہ میں مشغول رہیں جو کہ ہمارے بزرگانِ طریقت کا طریقہ ہے۔ باقی جو آپ کو جمیع طریقوں کی اجازت دی گئی ہے وہ اس لئے کہ آپ کو بکثرت برکات حاصل ہوں جو پہلے سے ہمارے پیرانِ کبار کا معمول چلا آتا ہے یعنی وہ بھی خلفاء کو جمیع طریقوں کی اجازت دے دیا کرتے تھے نہ اس واسطے کہ دوسرے طریقوں کو رواج دیں۔

بزرگوں نے فقر کی تعریف میں فرمایا ہے۔

" الفقر كائن فى ماہيته التصوف وبه اسلسه و قوامه۔ "

ترجمہ : فقر تصوف کی ماہیت میں ثابت ہے اور اسی کے ذریعہ تصوف کا قوام ہوتا ہے اور یہی اس کی بنیاد ہے۔

دوم فرماتے ہیں۔

التصوف مبنى على ثلاثة خصال التمسک بالفقر والافتقار والتحقيق بالبذل والايثار۔ "

ترجمہ : فقر و افتقار کو اختیار کرنا اور خرچ و ایثار کو اپنانا ان تینوں خصلتوں پر تصوف کی بنیاد ہے۔

امام کرخیؒ فرماتے ہیں۔

" التصوف الاخذ بالحقائق والبلس مما فى ايدى النلس فمن لم يتحقق بالفقر لم يتحقق بالتصوف۔ "

ترجمہ : تصوف حقائق کا پکڑنا اور جو کچھ لوگوں کے پاس ہے اس کی طمع نہ رکھنا اسی کا نام تصوف ہے۔ پس جس شخص کے پاس فقر نہیں اس کے پاس تصوف نہیں۔

حضرت جنید بغدادیؒ سے تصوف کے متعلق پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا۔ تصوف یہ ہے کہ بلا کسی علاقہ کے اللہ کے ساتھ تعلق حاصل ہو جائے۔" اور حضرت شبلیؒ سے فقر کی حقیقت پوچھی گئی تو آپ فرمانے لگے اللہ کے سوا سب چیزوں سے استغنا حاصل ہو جائے۔ ابوالحسن نوری رحمتہ اللہ علیہ فقر کی تعریف میں یوں فرماتے ہیں۔ "فقر یہ ہے کہ غریبی کے وقت سکون اور اطمینان قلبی حاصل ہو اور جب اپنے پاس کچھ ہو تو اس وقت

خدا وند تعالیٰ کی راہ میں خرچ اور ایثار کیا جائے۔" خدا وند کریم اس بے عمل اور بے کردار ناچیز کو اور باقی احباب کو اسی راہ پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔ اور اسی طرز کا عمل عطا فرمائے۔ ہم حق تعالیٰ کی معیت اور اقربیت کے ساتھ ایمان رکھتے ہیں لیکن اس معیت اور اقربیت کی کیفیت ہمارے ناقص عقول کو معلوم نہیں کیونکہ وہ ذات بے مثل اور یکتا ہے۔ روح حق تعالیٰ کی مخلوقات میں سے ہے لیکن حق تعالیٰ نے کیفیت اور معرفت روح ہم سے چھین لی۔ خدا وند تعالیٰ فرماتے ہیں۔

" قُلِ الرُّوْحُ مِنْ اَمْرِ رَبِّیْ"

اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم فرما دیجئے کہ روح میرے رب کا ایک حکم ہے۔

اسی واسطے مولانا روم فرماتے ہیں۔ ؎

ایں معیت در نیاید عقل و ہوش زیں معیت دم مزن بنشیں خموش

ترجمہ : عقل و ہوش اس معیتِ حق کو نہیں سمجھ سکتے اس معیت کا ذکر نہ کر اور خاموش رہ

قرب حق بابندہ دور است از قیاس از قیاس خود منہ ایں را اساس

ترجمہ : جو قرب بندہ کو حق کے ساتھ ہے وہ سمجھ سے بالاتر ہے اپنی طرف سے اس کی کوئی شکل معین نہ کر

قرب حق نے پست و بالا رفتن است قرب حق از قید ہستی رستن است

ترجمہ : خدا کا قرب نیچے اور اوپر جانیکا نام نہیں قرب حق تو یہ ہے کہ انسان اپنی ہستی کو بھول جائے

جن طلبا نے علمِ ظاہری نہ پڑھا ہو اور ذکر کرنا شروع کر دیا ہو تو آپ ان کو دینی تعلیم پر معمور فرمائیں کیونکہ جاہل صوفی کا مذاق شیطان اڑاتا ہے اور جس طالب علم نے علمِ ظاہری کو حاصل کر لیا ہو تو اس کو ذکر مراقبہ، عبادات، ریاضات، تلاوتِ قرآن مجید، درود شریف، دعائے ماثورات، نمازِ تہجد، اشراق، چاشت، صلوٰۃِ ضحیٰ اور صلوٰۃِ اوابین کے لئے اس کی استعداد کا لحاظ رکھتے ہوئے ترغیب دیں۔ کلام اللہ شریف کی تفسیر اور علمِ عقائد، علمِ حدیث شریف، علمِ فقہ اور علمِ تصوف کی تدریس ہمارے حضرات کبار کی نسبت حاصل کرنے میں مدد دیتی ہے۔ کتاب عوارف المعارف میں حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی

رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ جاننا چاہئے کہ مرید کو اپنے شیخ کے ساتھ دو قسم کے اوقات ہیں۔ پہلا وقت دودھ پینے کا ہے اور دوسرا وقت دودھ چھڑانے کا ہے۔ پس دودھ پینے کے وقت میں مرید اپنے شیخ کی صحبت کو لازم پکڑے شیخ اس وقت سے بخوبی واقف ہے۔ مرید کو لازم ہے کہ وہ شیخ سے اس کی اجازت کے بغیر جدا نہ ہو۔ خداوند کریم نے امت کو ادب سکھانے کا حکم فرمایا ہے۔

اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰہِ وَ رَسُوْلِہٖ وَ اِذَا کَانُوْا مَعَہٗ عَلٰۤی اَمْرٍ جَامِعٍ لَّمْ یَذْھَبُوْا حَتّٰی یَسْتَاْذِنُوْہُ اِنَّ الَّذِیْنَ یَسْتَاْذِنُوْنَکَ اُولٰٓئِکَ الَّذِیْنَ یُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰہِ وَ رَسُوْلِہٖ فَاِذَا اسْتَاْذَنُوْکَ لِبَعْضِ شَاْنِھِمْ فَاْذَنْ لِّمَنْ شِئْتَ مِنْھُمْ

بس مسلمان تو وہی ہیں جو اللہ پر اور اس کے رسول پر ایمان رکھتے ہیں اور جب رسول کے پاس کسی ایسے کام پر ہوتے ہیں جس کے لئے مجمع کیا گیا ہے (اور اتفاقاً" وہاں سے جانے کی ضرورت پڑتی ہے) تو جب تک آپ سے اجازت نہ لیں نہیں جاتے۔ اے پیغمبر جو لوگ آپ سے ایسے مواقع پر اجازت لیتے ہیں بس وہی اللہ پر اور اس کے رسول پر ایمان رکھتے ہیں تو جب یہ (اہل ایمان لوگ) ایسے مواقع پر اپنے کسی ضروری کام کے لئے آپ سے جانے کی اجازت طلب کریں تو ان میں سے جس کے لئے آپ چاہیں اجازت دے دیا کریں۔

پس امرِ دین کے سوا اور کونسا بڑا امر جامع ہو سکتا ہے۔ پس شیخ کو چاہئے کہ مرید کو مفارقت کی اجازت نہ دے جب تک کہ مرید کے دودھ چھڑانے کا وقت نہ آجائے اور وہ خود اپنے پاؤں پر کھڑا نہ ہو جائے اور خداوند کریم اس کے لئے سمجھ بوجھ کا دروازہ نہ کھول دے۔ پس اللہ تعالیٰ کی طرف سے جب مرید کی حاجت روائی ہونے لگے اور الہام و فتوحات نیز اس کی معرفت اور تشبیہات کے دروازے اس پر کھل جائیں تو اس وقت مرید فطام یعنی دودھ چھڑانے کے زمانہ کو پہنچ جاتا ہے۔ لیکن اس زمانہ سے قبل شیخ کی صحبت سے اس کا جدا ہونا اس کے لئے نقصان کا باعث ہو گا۔ کیونکہ ڈر ہے کہ وہ راہ سلوک میں ہی دنیا میں پھنس کر ہوا و ہوس کا شکار نہ ہو جائے۔

☆ ☆ ☆

مکتوب ۳

بنام خلیفہ ملا امان اللہ صاحب موصوف الصدر ہراتی

توحیدِ شہودی و توحیدِ وجودی کے بیان میں

الحمد للہ الذی خلقنا و صورنا فاحسن صورنا باحسن الصلوٰۃ من سائر الحیوانات البریہ والبحریہ و ھد انا للاسلام بالشریعۃ الحملیتہ و خص فریق الصوفیہ بفیوض علوم الیقینیہ والمقامات والاسرارات الا حمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم۔

امابعد اخوی اعزی ارشدی ملا امان اللہ صاحب سلمہ ربہ و زید ارشادہ و رفعہ اللہ الی معارج کمالات الدارین بحرمہ النبی الثقلین از طرف فقیر حقیر لاشئے دوست محمد بعد از تسلیمات مسنونہ و دعوات ترقیات مشحونہ واضح ہو کہ الحمدللہ فقیر تادم تحریر بمع جمیع اہل بیت و دراویش خیرو عافیت سے ہے اور آں مکرم کی عافیت و سلامتی اور شریعت علیہ محمدیہ پر (علیٰ صاحبھا الصلوٰۃ والتحیات) بارگاہِ ایزدی سے استقامت کا خواہاں ہوں۔ آپ کو معلوم ہو کہ وہ توحید جو طریقۂ صوفیہ کے سیرِ سلوک کے اثنا میں طالبانِ حق پر ظاہر ہوتی ہے اس کی دو قسمیں ہیں اول توحیدِ شہودی و دوم توحیدِ وجودی۔

توحیدِ شہودی : توحیدِ شہودی وہ ہے کہ حق تعالیٰ کی صفات اور ذات دیکھتے ہی سالکین کی نظر میں کثرت مختفی ہو جائے۔ سالکین کی نظروں میں حق تعالیٰ کی محبت، کمالِ عشق اور تزکیۂ نفوس کی وجہ سے ماسوا کا وجود ہرگز نہیں سماتا اور نہ ہی وہ حضرات وجود غیر حق کو کوئی معتبر جانتے ہیں۔ مخلوقات کا وجود جو اصل میں بھی عدم ہے ان کے مدرکہ میں بالکل عدم اور لاشی قرار پایا ہے۔ ساتھ ہی یہ حضرات ماسوا کے وجود کو ظلیت و مرأتیت اور عینیت کے عنوان سے بھی کبھی ملاحظہ نہیں فرماتے کیونکہ حق تعالیٰ کے تعینات کے جمیع حجابات ان پر قطع کئے گئے ہیں۔ طالبانِ حق کے لئے یہ معرفت شہودی ضروری ہے کیونکہ انبیاء علیہم السلام اور اولیاء اللہ کی معرفتِ خاصہ جو انبیاء کی شریعت کے موافق و متبع ہو، یہی معرفت شہودی ہے۔ کتاب اللہ اور احادیث نبویہ اسی معرفت کی تائید کرتی

ہیں۔

توحیدِ وجودی : توحیدِ وجودی اس سے عبارت ہے کہ متوسط قسم کے سالکان طریقہ اتحاد وجود (بمعنی تمام اشیاء کا وجود جس سے موجود ہوتا ہے) کے قائل ہیں۔ یعنی ان کا یہ جاننا کہ وجود کا مقوم (وجود کا سازندہ) جمیع موجودات علوی اور سفلی میں حضرت ذاتِ واحد حق سبحانہ ہیں۔ نہ یہ کہ حق تعالیٰ کا وجود اور موجودات کی ذات ایک ہے جیسا کہ جاہل صوفیوں نے مراد لیا ہے۔ ایسا خیال کرنا توحید نہیں بلکہ کھلا الحاد ہے۔ بلکہ وہ حضرات غلبۂ محبت اور تصفیۂ قلب کی وجہ سے وحدت کو (جو کہ منزہ۔ مقدس' بے مثل' بے مانند' بغیر صورت ظاہری' بے حلولی و بے چون و بے چگون ہے) کثرت میں بطریق عینیہ یا مرآتیہ یا ظلیت کے ملاحظہ و مشاہدہ کرتے ہیں اس کا سبب یہ ہے کہ کثرت ان کی نظروں سے کلی طور پر مختفی نہیں ہوتی اور ان کو مقامِ فنا سے جو ولایت میں قدمِ اول ہے نصیبہ کمال حاصل نہیں ہوتا۔ سُکر اور غلبۂ حال و استیلائے محبت کے وقت ان سے جو ایسی توحید ظاہر ہوتی ہے اس کا منبع لطیفۂ قلبی ہوتا ہے۔ ہاں محققین صوفیہ وجود کے لئے پانچ مراتب ثابت کرتے ہیں اور انہیں وہ تعینات پنجگانہ سے موسوم کرتے ہیں۔ پہلا تعین جو احدیت مجروہ پر متعین ہوا ہے اسے وحدت کہتے ہیں اور اسی تعین میں وہ علم اجمالی ثابت کرتے ہیں۔ دوسرے تعین کو محققین صوفیہ واحدیت فرماتے ہیں جو اسماء اور صفات کی تفصیل ہے اور اسے مرتبہ جبروت کہتے ہیں۔ ان دو تعینات کو وہ صاحبان مرتبہ وجوب میں ثابت کرتے ہوئے قدیم جانتے ہیں۔ تیسرا تعین۔ اس تعین کو وہ مرتبۂ عالمِ ارواح اور ملکوت شمار کرتے ہیں۔ چوتھے تعین کو مرتبۂ عالمِ مثال جانتے ہیں۔ پانچویں تعین کو وہ مرتبۂ عالمِ اجسام اور ناسوت قرار دیتے ہیں۔ نیز مراتب سہ گانہ کو مراتب امکانی کہتے ہیں اور حادث جانتے ہیں۔ ایک مرتبہ کے احکام کو دوسرے مرتبہ پر اطلاق کرنا ان کے نزدیک کفرو زندقہ ہے۔ جن لوگوں نے انا الحق اور سبحانی لیس فی جبتی سوی اللہ اور ہل فی الدارین سوی اللہ کا نعرہ لگایا ہے تو ایسے لوگ حالتِ فنا کے مقام میں تھے اور حق تعالیٰ کے عشق و محبت میں مدہوش اور اپنی جان سے بے خبر تھے۔ ورنہ اگر بطریق حکایت نہ ہو اور سکر و محبت کا غلبہ بھی نہ رکھتا ہو بلکہ سکر و محبت کی عدم موجودگی کے وقت بھی وہ اپنے آپ کو ایسے جملوں کا مستحق سمجھیں اور حلول و اتحاد کا شائبہ رکھیں تو میں ایسے قول کے قائل کو رد کرتا ہوں جیسا کہ نصاریٰ کو رد کرتا ہوں جو کہ حلول و اتحاد کے قائل ہیں۔ فی الحقیقت یہ باتیں اور واقعات و حالات مقامِ حیرت اور عین الیقین کے غلبہ حالت کے وقت جو کہ فناء

اتم ہے حاصل ہوتے ہیں۔ جس وقت حق تعالیٰ کی طرف سے سعادت ازلی اسکے شامل حال ہوتی ہے تو اس وقت وہ مقام حق الیقین سے جو کہ بقائے اکمل کا مقام ہے مشرف ہوتا ہے اور اس کے حالات و واقعات و کلمات سکریہ پریشان غبار کی مانند ہو جاتے ہیں اور ان کلمات' واقعات اور حالات سے اس وقت توبہ و پناہ مانگتے ہیں۔ نیز خالق اور مخلوق میں تمیز کرنے لگتے ہیں۔ مخلوق کو مخلوق اور خالق کو خالق جاننے لگتے ہیں اور کہنے لگتے ہیں۔ **"ما للتراب و رب الارباب"** یہ کلمات اور واقعات محق سے بھی صادر ہوتے ہیں اور مبطل سے بھی۔ محق کے لئے یہ باتیں آب حیات ہیں اور مبطل کے لئے سم قاتل' دریائے نیل کے پانی کی طرح جو بنی اسرائیلوں کے لئے خوشگوار پانی تھا لیکن قبطیوں کے لئے ناگوار خون۔ یہ مقام مذلت الاقدام ہے۔ مسلم علماء کا ایک بڑا بھاری گروہ اپنے اکابر دین کی (جو ارباب سکر تھے) باتوں کی پیروی کرتے ہوئے راہ حق اور صراط مستقیم سے ہٹ گئے ہیں اور گمراہی و خسارہ کے گلی کوچوں میں بھٹکتے ہوئے بھاگے بھاگے پھر رہے ہیں اور دین محمد علیٰ صاحبھا الصلوۃ والتحیات سے یکسر منحرف ہو گئے ہیں۔ وہ یہ نہیں جانتے کہ اس قسم کی باتوں کا قبول کرنا شرائط کے ساتھ مشروط ہے جو کہ ارباب سکر میں موجود ہے لیکن ان کے وہ مقلدین جو غلبہ حال نہیں رکھتے اور جو سکر میں مبتلا نہیں ان میں یہ شرائط نہیں پائی جاتیں۔ سب سے بڑی شرط ماسوا اللہ کا یکدم بھول جانا ہے۔ جس کا دہلیز قبول ہے۔ یہ شریعت ہی ہے جو فیصلہ کرتی ہے کہ محق کون ہے اور مبطل کون۔ محق کی پہچان یہ ہے کہ وہ شریعت مطہرہ پر استقامت حاصل کرتا ہے اور اس کے خلاف عمل کرنا مبطل کی نشانی ہے۔ جو محق ہو گا وہ باوجود سکر اور بے خودی کے شریعت کے خلاف بال برابر بھی عمل نہ کرے گا۔ منصور حلاج نے حالانکہ قول انا الحق کہا تھا تب بھی قید خانے میں پابزنجیر پانچ سو رکعت نفل ادا کرتے تھے اور وہ کھانا جو ظالموں کے ہاتھ سے دیا جاتا تھا باوجود حلال ہونے کے بھی نہ کھاتے تھے۔ مبطل پر شریعت کے احکام کا بجالانا ایسا مشکل ہے جیسے کسی پہاڑ کا اٹھانا مشکل ہے۔ خداوند کریم فرماتے ہیں۔

" کبر علی المشرکین ما تدعوھم الیہ۔ "

مشرکین کو وہ بات بڑی گراں گزرتی ہے جس کی طرف آپ ان کو بلا رہے ہیں۔

یہ آیت مذکورہ مبطل صاحبان پر دال ہے۔ حضرت علاؤ الدولہ سمنانی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ بزرگان دین اور روندگان راہ یقین نے بالاتفاق فرمایا ہے کہ حق تعالیٰ کی معرفت

سے وہ شخص فائدہ حاصل کر سکتا ہے جو لقمہ حلال کھاتا ہو اور ہمیشہ سچ بولتا ہو۔ جب یہ دونوں صفتیں نہیں پائی جاتیں تو اس قسم کی لاف زنی اور خود بینی سے کیا فائدہ؟ حضرت سہیل بن عبداللہ تستریؒ سے کسی نے عرض کی کہ ایک شخص کہتا ہے کہ خداوند کریم کے ارادہ کے ساتھ میرے فعل کی نسبت ایسی ہے جیسے کہ دروازوں کا حرکت کرنا۔ حضرت شیخؒ نے فرمایا کہ اگر اس قول کا کہنے والا وہ شخص ہے جس نے اصولِ شریعت کی رعایت اور احکامِ عبودیت کے حدود کی محافظت کی ہے تو وہ جملہ صدیقین میں سے ہے ورنہ تو وہ زندیق ہے۔ ایک بزرگ کے متعلق حکایت بیان کی جاتی ہے کہ جب وہ غلبۂ حال کے باعث شطحیات پر زبان درازی کرنے لگتا تھا تو حضرت سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم حاضر ہو کر اپنی انگشتِ مبارک اس کے منہ پر دے کر فرماتے تھے کہ مجھ سے تجھ کو شرم نہیں آتی اور پھر کبھی بھی جب توحید وجودی کا غلبہ ہوتا تھا تو وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے وہی الفاظ (مجھ سے شرم نہیں آتی) سنتا تو یاوہ گوئی و تکلم شطحیات چھوڑ دیتا اور شریعت کی مخالفت سے پرہیز کرتا۔ اس فقیر لاشی سے توحیدِ وجودی کے اس قسم کے حالات بفضل خدا پیر کی توجہ سے کچھ بھی وقوع پذیر نہیں ہوئے۔ ہاں ابتدا میں حالات' ذوقیات' شوقیات اور جذبات بہت رکھتا تھا۔ ان حالات میں کبھی کبھی میں اپنے آپ کو بڑی صورت میں دیکھتا اور دوسری چیزیں میری نظر میں حقیر اور بے مقدار نظر آتیں۔ جب ان حالات و جذب و ذوق و شوق کا مجھ پر غلبہ ہوتا تو میں اپنے دل میں کہا کرتا تھا کہ اگر میں انگلی سے پہاڑ کی طرف اشارہ کر دوں تو وہ بھی ذرہ ذرہ ہو کر گر جائے گا۔ خدا کا بڑا احسان ہے کہ اس نے مجھے ان بڑے مہلک حالات سے بچائے رکھا اور راہِ حق کی ہدایت عطا فرمائی۔ بھائی جان! صوفیوں کا اس میں اتفاق ہے کہ نسبت مجدّدیہ اس پیر پر حرام ہے جو اپنے آپ کو حشرات الارض اور کتے سے بہتر سمجھے۔

اللھم حصل لنا البصیرۃ و اظھرلنا بھا عیوب انفسنا و تصغر دنیانا باعیننا وارزقنا من حیث لاتحتسب انت مولانا یا ناصر یا کافی الامور یا شافی الصدور۔" اللھم صلی علی محمد و علیٰ ال محمد و اصحابہ اجمعین

"اے اللہ ہمیں قلب کی بصیرت عطا فرما اور ہمارے نفوس کے عیب ہم پر ظاہر کردے اور دنیا کو ہماری نظروں میں حقیر کردے اور ہمیں ایسی جگہ سے رزق عنایت کر جہاں سے ملنے کا ہمیں وہم و

گمان بھی نہ ہو' اے ہمارے مددگار اور اے ہمارے کاموں کو
سرانجام دینے والے اور سینوں کو جلا دینے والے تو ہی ہمارا کارساز
ہے۔"

دوسرا بیان جو اس حقیر کے طریقہ کے پیروں نے فرمایا ہے وہ یہ ہے کہ وہ توحید جو طریقے کی راہ میں اس طائفہ کو حاصل ہوتی ہے اس کی دو قسم ہیں۔ توحید وجودی اور توحید شہودی۔ توحید شہودی ایک ہی ذات کو دیکھنا ہے یعنی سالک کا مشہود ایک کے بغیر دوسرا کچھ اور نہ ہو اور توحید وجودی ایک کو موجود جاننا ہے اور اس کے غیر کو معدوم خیال کرنا۔ پس توحید وجودی علم الیقین کی قسم سے ہے اور توحید شہودی عین الیقین کی قسم سے۔ توحید شہودی اس راستہ کی ضروریات میں سے ہے۔ کیونکہ اس توحید میں بغیر عین الیقین کے فنا متحقق نہیں ہو سکتی اور عین الیقین بغیر توحید شہودی میسر نہیں ہو سکتا بخلاف توحید وجودی کے کہ وہ ایسا نہیں یعنی ضروری نہیں۔ کیونکہ ہر مومن کو اپنے مرتبہ کی مناسبت سے بغیر معرفت وجودی کے علم الیقین حاصل ہے۔ کیونکہ علم الیقین سے یہ لازم نہیں آتا کہ اس کے ماسویٰ کو عدم محض مان لیا جائے۔ زیادہ سے زیادہ یہ کہ اس سے ماسوا کے علم کی نفی ہوتی ہے جبکہ اس ایک ذات پاک کے علم کا غلبہ اور استیلا ہو۔ مثلاً ایک وہ شخص جس نے علم الیقین سورج کے وجود کے ساتھ پیدا کیا اس علم الیقین کے غلبہ کو یہ لازم نہیں کہ وہ شخص اس وقت سیاروں کو معدوم خیال کرے مگر ہاں جس وقت سورج کو دیکھا اور اس کا مشہود آفتاب کے سوا اور کچھ نہ ہو تو ان ستاروں کا نا دیکھنا آفتاب کے نور کے غلبہ کی وجہ سے ہے اور نظر کی کمزوری کی وجہ سے ہے اور اگر سورج کے نور سے اس کی نظر تیز ہو اور وہ اپنے میں قوت پیدا کرے تو وہ سیاروں کو آفتاب سے جدا دیکھے گا اور یہ حالت حق الیقین کے سوا حاصل نہیں ہو سکتی۔ بعض کے لئے توحید وجودی کا باعث یہ ہوتا ہے کہ وہ توحید کے اشغال اور مراقبوں کی بہت زیادہ مشق کرتے ہیں اور کلمہ **لَآ اِلٰہَ اِلاَّ اللّٰہ** کے معنی کو لا موجود **اِلاَّ اللّٰہ** سمجھتے ہیں۔ توحیدِ وجودی کی کتابوں کے مطالعے سے اور بکثرت مشق سے اس معرفت کا نقش قوتِ متخیلہ میں بندھ جاتا ہے۔ چونکہ یہ توحید صاحبِ توحید کی اپنی بنائی ہوئی ہوتی ہے اس لئے معلول ہے۔ اس توحید والا اربابِ احوال میں سے نہیں ہے۔ کیونکہ ارباب احوال وہ لوگ ہوتے ہیں جو اربابِ قلوب ہیں اور اس توحید والے کو ابھی مقام قلب کی کچھ خبر نہیں۔ بلکہ صرف علم ہی علم ہے۔ لیکن علم کے بھی کئی درجے ہیں۔ بلکہ ایک دوسرے پر

فوقیت رکھتے ہیں۔ فی زمانہ کے لوگ بعض تو محض تقلید کے در پے ہو کر اور بعض محض علم کی بناء پر اور بعض ذوقی علم کے ذریعے چاہے وہ قلیل ہی کیوں نہ ہو اور بعض الحاد اور زندقہ کے باعث اس توحید وجودی کا دامن پکڑتے ہیں اور سب چیز اللہ تعالیٰ سے جانتے ہیں بلکہ خود ان اشیاء کو وجود حقہ جانتے ہیں اور اپنے آپ کو شرعی احکام سے آزاد سمجھتے ہیں۔ نیز احکام شرعی میں سستی برتتے ہیں اور ایسا کرنے میں ان کو خوشی حاصل ہوتی ہے۔ اگر امور شریعت کا اعتراف کرتے ہیں تو ان کو طفیلی جانتے ہیں اور مقصود کو شریعت سے بالاتر سمجھتے ہیں۔ حاشا وکلا اللہ تعالیٰ اس قسم کے باطل اعتقادات سے پناہ میں رکھے جو چیز بھی شریعت کے خلاف ہے وہ مردود ہے ہر وہ حقیقت جس کو شریعت رد کرے وہ زندقہ ہے۔ شریعت کے احکام کو بجا لاتے ہوئے جو شخص حقیقت کی طلب کرے وہ جوانمرد ہے۔

رزقنا اللہ سبحانہ الاستقامۃ علی متابعۃ سید المرسلین
صلی اللہ علیہ و علی الہ صلوٰۃ اللہ و سلامہ اجمعین

اللہ تعالیٰ ہمیں حضورؐ کی متابعت پر استقامت کی توفیق عطا فرمائے۔

آپ نے چند سوالات دریافت فرمائے تھے۔ ہر ایک کا جواب درج تحریر ہے۔

۱۔ اپنے وجود کو بڑا دیکھنے سے مراد تجلیٔ معنوی ہے۔ جن لوگوں نے انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی متابعت سے منہ موڑا ہے اور ان سے فضول باتیں سرزد ہوئی ہیں اس کا سبب یہی تجلیٔ معنوی ہے۔

۲۔ وہ طلبا جو اپنے آپ کو خاکستر کی مانند دیکھتے ہیں تو اس کی وجہ یہ ہے کہ ان کے کل لطائف یا بعض لطائف کو فنا حاصل ہو گئی ہے اور پھر حالتِ خاکستر سے اپنے وجودِ اصلی کی طرف عود کر آنا بھی اس بات کی علامت ہے کہ ان کے کل لطائف یا بعض لطائف کو بقا حاصل ہو گئی ہے۔

۳۔ دیگ میں جوش اور متلاشی ہونا اور پھر وجود میں آنا یہ بھی فنا اور بقا کے حالات ہیں۔

۴۔ حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا خلافت سے مشرف فرمانا بھی مشعر بقا ہے۔

تجلّیات کی بھی قسمیں ہیں۔ تجلّیٔ فعلی وہ ہے کہ سالک خداوند تعالیٰ کو فاعلِ حقیقی جانے نہ بندوں کو۔ تجلّیٔ صفاتِ ثبوتیہ وہ ہے کہ سالک اپنے آپ اور ماسوا کو صفات سے خالی سمجھے اور سب صفات حق تعالیٰ کی طرف منسوب کرے اور تجلّیٔ شیونات یہ

ہے کہ سالک کا نام و نشان نہ رہے اور اس سے انانیت زائل ہو جائے۔ تجلیٔ سلبیہ وہ ہے کہ سالک حق تعالیٰ کو منزہ اور مقدس جانے اور اپنے آپ اور جمیع مخلوق کو لاشئے اور معدوم محض خیال کرے اور تجلی شان جامع میں یہ تمامی تجلیات شامل ہیں۔ متکلمین اور صوفیائے کرام نے اس بحث کے سلسلہ میں بہت سی باتیں کہی ہیں اور اس بارے میں تجلیات کے مراتب اور مشارب کے اختلاف کی وجہ سے صوفیا کے بہت سے اقوال ہیں۔ ہر مقام کی فنا فقیر کے ہاں اقسام پر ہے۔ تجلی، حق تعالیٰ کی ذات اور صفات کے فیوضات کے پرتو کے اظہار و ظہور سے عبارت ہے جو بندہ کی ہستی کو تاراج کرتی ہے، حق تعالیٰ کی ذات اور صفات کی تجلی بے نہایت ہے۔ اگرچہ اس طریقہ کے بزرگوں نے تجلیٔ حق کو تین قسم کے ناموں سے موسوم کیا ہے۔

۱۔ معاضرہ۔ یعنی ذکر احد کے غلبہ اور تواتر سے قلب کو حضور حاصل ہو جائے۔

۲۔ مکاشفہ۔

۳۔ مشاہدہ۔ خداوند تعالیٰ کے انوار اور آثار کو خواب یا بیداری میں دیکھنے کا نام مشاہدہ ہے۔

جاننا چاہئے کہ صوفیائے کرام تجلی کے بارے میں فرماتے ہیں کہ تجلی یقین سے حظ حاصل ہونے اور چشم ظاہری سے دیکھنے کی طرف اشارہ ہے۔ جب بندہ اقسامِ تجلی کے مبادی کو پہنچ جاتا ہے جو فعل الٰہی کا افعال ماسوا اللہ سے تمیز کرنا اور مطالعہ کرنا ہے تو اس وقت فتوحات کے اقسام اس کے شامل حال ہو جاتے ہیں۔

جب آپ کا مکتوب پہنچا تو اس وقت فقیر ہندوستان کے سفر کا پختہ ارادہ کر چکا تھا اس واسطے اجمالی جواب لکھا گیا ہے۔ بس یہی کہنا ہے کہ اللہ وراء الوراء ہے اور مخلوقات کی سمجھ بوجھ سے مبرا اور پاک ہے۔

آنکہ بروے کشف شد ایں رازہا ۔۔۔ او نیارد بر زباں اسرارہا

ترجمہ: جب کسی پر یہ راز کھل گئے تو وہ ان بھیدوں کو چھپاتا ہے اور زبان سے کچھ نہیں کہتا۔

بس ترک کنم ماسوا اللہ را ۔۔۔ دم نہ زنم بعد ازیں چون و چرا

ترجمہ: بس اللہ کے سوا سب چیزوں کو ترک کرتا ہوں، اسکے بعد دم مارنے کی کوئی گنجائش نہیں۔

والسلام

مکتوب ۴

بنام خلیفہ ملا امان اللہ صاحب ہراتی

چند سوالات اور ان کے جوابات

الحمد للہ و سلام علی عبادہ الذین اصطفے۔

اخوی و اعزی ارشدی عزیز از جان حقائق و معارف نشان مقبول بارگاہ اللہ الرحمٰن ملا امان اللہ امنہم و سلمہم اللہ سبحانہ عن الآفات فی الدارین بحرمتہ النبی الثقلین، از فقیر دوست محمد احمدی کان اللہ عوضاً" عن کل شی بعد از سلام مسنون و اشتیاق مشحون واضح ہو کہ فقیر دس رمضان المبارک تادم تحریر خیریت سے ہے اور رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقہ پر آپ کی سلامتی عافیت اور استقامت اللہ سبحانہ کے درگاہ سے طلبگار ہوں۔ عرض یہ ہے کہ آپ کا مکتوب مرغوب بمع تحفہ بذریعہ نصراللہ موصول ہوا۔ اللہ تعالیٰ آپ کو جزاء خیر عطا فرمائے۔ نامہ گرامی کے ذریعے آپ کے طلباء کی کثرت اور ان کے باطنی احوال کی ترقی کا علم ہوا۔ اللہ تعالیٰ کی حمد اور اس کا شکر ہے۔ اللہ تعالیٰ زیادہ سے زیادہ ترقی عطا فرمائے اور دین میں اپنے بھائیوں کی تعداد بڑھائے۔

ع قیاس کن زگلستان من بہار مرا

میرے باغ سے میری بہار کا اندازہ لگایئے۔ پس اس نعمت کا شکریہ بجا لائیں۔ لَئِنۡ شَكَرۡتُمۡ لَاَزِيۡدَنَّكُمۡ اس بارہ میں نص قطعی ہے۔ بیت

دادیم ترا از گنج مقصود نشاں — گرما نرسیدیم تو شاید برسی

ترجمہ: ہم نے تجھے مقصود کے خزانے کا پتہ بتا دیا ہے۔ اگر ہم نہیں پہنچ سکے ہیں تو شاید تو منزل مقصود پر پہنچ پائے۔

خداوند کریم اپنے بے پایاں کرم و عنایت سے آپکے وجود کو اس ملک میں آفتاب ہدایت بنائے آمین۔ جناب نے جو سوالات تحریر فرمائے تھے ہر ایک کا جواب لکھا جاتا ہے

۱۔ بعض وہ طلباء جو قبل از بیعت عرش سے تحت الثریٰ تک اپنے وجود کو وجود شیخ کی مانند دیکھتے ہیں اور ان کو شیخ کی صورت کے علاوہ کوئی اور چیز نظر نہیں آتی تو اس کی وجہ یہ ہے کہ حق تعالیٰ متصرف حقیقی ہے اور پیر بظاہر آلۂ ہدایت، خداوند کریم نے

اپنی مخلوق بنی آدم میں سے بعض کو آلۂ ہدایت بنایا ہے۔ پہلی وہ تجلّی جو شیخ کی صورت میں خدا کی طرف سے طالب کو پہنچی ہے وہ اس کو اس بات کی رہنمائی کرتی ہے کہ مرید اس شیخ کے پاس جا کر حق تعالیٰ کی تلاش کرے خواہ وہ شیخ مشہور ہو یا غیر مشہور۔ حق تعالیٰ عالِم غیب یا عالِم معانی یا عالِم مثال یا حالت خواب یا بیداری میں شیخ کی صورت کو طالب پر بصورت متجلی احاطہ کر دیتا ہے نہ عین احاطہ۔اور شیخ کی صورت کو عشق و محبت کے ذریعہ اس کے خیال و ذہن میں منقش کر دیتا ہے۔ پس جس جگہ طالب نگاہ اٹھاتا ہے تو اسے مرشد کی صورت معنوی اور مثالی جو اس کے قلب کے مدرکہ میں محیط ہے دکھائی دیتی ہے۔ چنانچہ اس وقت حق تعالیٰ اپنی قدرتِ کاملہ کے ذریعہ دوسری اشیاء اس کی نظر سے مخفی کر دیتا ہے۔

ان اللہ علی کل شی ء محیط ○

بے شک اللہ تعالیٰ نے کل کائنات کا احاطہ کیا ہوا ہے۔

پس محیط تو حق تعالیٰ ہی ہے۔ بندہ ذرۂ بے مقدار لاشی محیط عالم کیسے ہو سکتا ہے۔ اس حالت کو صوفیائے کرام فنا فی الشیخ سے تعبیر کرتے ہیں۔ فنا فی الشیخ کے مرتبہ کے حصول کے بغیر سلوک کا معاملہ سرانجام ہونا محال ہے۔ جن لوگوں نے انا الحق' سبحانی اور منم منم (میں ہوں میں ہوں) کے کلمات کہے ہیں۔ بزرگان دین نے اس حالت کو فنا فی الشیخ سے تعبیر کیا ہے۔ اہلِ توحید جس کو معرفت توحید وجود کہتے ہیں وہ یہی حالت ہے۔ اگرچہ یہ حالت قوی اور اس کا حاصل ہونا ایک نعمت ہے۔ یہ راہ طریقت میں پیش آتی ہے لیکن مقصود نہیں۔ مقصود تو توحیدِ شہودی ہے جو حق تعالیٰ کو پسندیدہ ہے۔ توحیدِ شہودی میں سالک اپنے آپ کو ذرہ بے مقدار بلکہ لاشی دیکھتا ہے اور کبھی اس کی زبان پر کلمہ (ما۔ من) جاری نہیں ہو سکتا۔ حضرت شاہ نقشبند رحمتہ اللہ علیہ کے طریقۂ نقشبندیہ میں طالبانِ راہِ سلوک پر حالتِ توحیدِ وجودی طاری نہیں ہو سکتی' ہاں اگر ان پر یہ حالت طاری بھی ہو جائے تو تھوڑی مدت رہتی ہے۔ پھر منقطع ہو جاتی ہے وہ بھی لطائف اور عالم صغریٰ میں پیش آتی ہے۔ توحید وجودی کے ماننے والوں کا محل قوی دائرہ ولایت صغریٰ ہی ہے اور بس۔ جب طالب کا عروج دائرہ ولایت کبریٰ پر ہوتا ہے تو اس وقت اسے معرفت توحیدِ شہودی حاصل ہوتی ہے اور توحیدِ وجودی ہرگز نہیں رہتی۔

۲۔ سورج' چاند' تاروں کو ظاہر اور طلوع ہوتا ہوا دیکھنے میں مشائخ کے بہت سے

اقوال ہیں۔ حضرت پیر دستگیر خواجۂ خواجگان پیر پیران امام الطریقت حضرت شاہ احمد سعید صاحب قبلہ قلبی و روحی فداہ نے اس کے متعلق اس مسکین کی طرف یوں تحریر فرمایا تھا کہ "نجوم (سیارے) ظاہرہ دائرہ ظلال اسما و صفات کے فیوضات اور برکات سے عبارت ہے جو کثرت کے مانند جلوہ گر ہوتا ہے اور اقمار (چاند) باہرہ نفس صفات اور شیونات کے فیض سے عبارت ہے اور شموس (سورج) طالعہ تجلیات سے کنایہ ہے۔" حضرت قبلہ پیر و مرشد قدس سرہ العزیز کے مندرجہ مذکورہ کلام مبارک میرے اور آپ کیلئے کافی اور شافی ہے دوسری تفصیل کی حاجت نہیں:

۳۔ آپ نے تحریر فرمایا تھا کہ کیا طلباء کو لطیفہ قلب اور روح میں فنا فی اللہ اور بقا باللہ حاصل ہو سکتا ہے یا نہیں۔ جواب یہ ہے کہ طلباء کو لطائف مذکورہ میں فنا کیوں نہ حاصل ہو جبکہ ہر ایک لطیفہ کے لئے فنا فی اللہ اور بقا باللہ ہے فنا کا اجمالاً ذکر کرتا ہوں۔ فنا دو قسم کی ہے:

۱۔ حالت جذبہ میں سالک کے لطائف کا فنا ہونا۔ یہ فنا کی ایک قسم ہے اسے عین فنا نہیں کہتے کیونکہ سالک اس فنا سے بشریت کی طرف عود کر آتا ہے اور وہ اس وقت راہ ہی میں ہوتا ہے۔

۲۔ سالک کی عنانیت کا فنا ہونا۔ یہ فنا عین فنا ہے کیونکہ سالک اس مقام میں اپنی ذات اور جمیع ممکنات کے ذوات کو معدوم محض دیکھتا ہے اور اس کے تمام اخلاق ذمیمہ اخلاق حمیدہ میں تبدیل ہو جاتے ہیں۔ اس فنا کو فنائے مطلق اور فنائے اتم کہتے ہیں۔ اس فناء کے حصول کے بعد بشریت کی طرف عود کرنا ممکن نہیں۔ وہ طلباء جو لطیفۂ خفی میں دائرہ قوس کا حاصل ہونا بیان کرتے ہیں تو حقیقت میں اس جگہ عین دائرہ قوس کا ظہور نہیں ہوتا بلکہ وہ اس دائرہ کا پرتو ہوتا ہے نہ کہ اس مقام کا عین حصول ہوتا ہے۔ دلیل یہ ہے کہ بزرگوں نے قلب کا اصل ولایت صغریٰ میں اور خفی و روح کا اصل ولایت کبریٰ دائرہ اولیٰ میں اور سر کا اصل دائرہ ثانی میں اور اخفی کا اصل دائرہ قوس میں مقرر کیا ہے۔ پس جس وقت یہ اصول لطائف کے لئے ثابت ہو جائے تو لاچار اصول کا پرتو اور عکس لطائف میں نمایاں ہو جاتا ہے۔ خصوصاً" طریقہ نقشبندیہ میں کہ اس کی انتہا ابتدا میں مندرج ہے جیسا کہ حضرت شاہ نقشبند" فرماتے ہیں۔

"میں اس طریق کی انتہا ابتدا میں درج کرتا ہوں۔"

نیز انہوں نے فرمایا۔

"حق تعالیٰ کی معرفت بہاؤ الدین پر حرام ہے کہ اگر میرا پہلا قدم بایزید" کا آخری قدم نہ ہو۔"

وہ طالب جو پیر کی از حد محبت رکھتا ہے وہ لحظہ بہ لحظہ پیر ہی کے رنگ میں رنگین ہو جاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ پیر کے انتہائی اور توسط احوال کے عکوس مبتدی طالب میں نمایاں ہونے لگتے ہیں۔ ان تقریرات سے بخوبی معلوم ہو گیا کہ وہ مبتدی مرید جو مقاماتِ عالیہ پر فائز نہ ہوا ہو، لیکن اس میں پیر کے توسط اور انتہا کے احوال ظاہر ہونے لگیں تو وہ احوال حقیقتاً اس کے پیر کے احوال ہوتے ہیں۔ کیونکہ مستعد اور قابل مرید پیر کا آئینہ ہوتا ہے۔ شیخی اور پیری کا کام بہت ہی مشکل ہے جس کے لئے فراست صحیح اور وجدان قوی درکار ہے۔ مشیخت مذکورہ سے متعلق ایک قصہ لکھا جاتا ہے۔ شیخ میاں عبدالغفور صاحب نے جو حضرت شاہ صاحب کے اعظم خلفاء میں سے تھے جمیع سلوک طے کیا تھا۔ ایک روز خانقاہ شریف میں مریدوں کے حلقہ میں توجہ کر رہے تھے کہ اچانک ایک مرد اندر آیا اور میاں شیخ صاحب موصوف کے ہاتھ پر بیعت کی۔ میاں موصوف نے اسے توجہ دی اور توجہ کے بعد فرمایا تمہیں فنا و بقا حاصل ہو گئی ہے اور تمہارا کام سرانجام ہو گیا ہے۔ فقیر کو سخت تعجب لاحق ہوا اور اپنے پیر دستگیر قبلہ کی خدمت میں حاضر ہو کر قصہ مذکورہ بیان کیا کہ میاں عبدالغفور صاحب ایک ہی لحمہ میں اپنے مریدوں کو مقامِ فنا و بقا پر پہنچاتے ہیں۔ حضرت قبلہ پیر و مرشد فرمانے لگے۔

"شیخ نے اپنا عکس دیکھتے ہوئے خیال کیا کہ یہ طالب کی فنا اور بقا ہے"

آپ کو ہر روز بلاناغہ ایک پارہ قرآن شریف، درود شریف، دلائل الخیرات اور حصن حصین پڑھنے کی اجازت دی جاتی ہے۔ حق تعالیٰ نے آپ کو حضرت پیران کبار کی توجہات کی برکات سے قوی نسبت بے شمار ترقیات اور عمدہ فراست عطا فرمائی ہے لیکن مریدوں کو فنا و بقا اور باقی مقامات سلوک کے طے کرانے کی اطلاع اور اشارہ نہ دیا کریں کیونکہ اس طرح طریقت میں سخت خرابی پیدا ہو جاتی ہے اگرچہ پیر اس فن میں مجتہد ہیں لیکن یہ فیصلہ بھی طے شدہ ہے کہ **المجتہد قد یصیب و قد یخطی** اس علم کے مجتہدین کرام اگر مصیب ہو جائیں تو خوب ورنہ تو ناقص طلباء کا عیب اور نقصان شیخ کی ذات کی طرف عائد ہوتا ہے۔

فقیر نے ملا الف آخوند کو یہ پیغام دیا تھا کہ آپ موسمِ بہار کی ابتدا میں اس طرف ہو

آئیں، لیکن آپ نے دیر کر دی ہے۔ کیا وجہ ہے۔ ہاں محبوب اس معاملہ میں دیر ہی کرتے ہیں۔ آپ کو معلوم ہو کہ جو شخص اپنی ریاضات اور مجاہدات سے راحتِ نفس اور دنیا حاصل کرنا چاہتا ہے تو ایسے شخص سے اگرچہ عجائب اور خوارقِ عادات ظاہر ہوں تو بھی وہ مکر اور استدراج ہے۔ استدراج کی علامت یہ ہے کہ مرد اپنے نفس کے عیب دیکھنے سے اندھا ہو جاتا ہے۔ جیسا کہ حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔

" اذا اراد اللہ بعبدہ شرا اعمی بعیوب نفسہ و اذا اراد اللہ بخیرا بصرہ بعیوب نفسہ

"یعنی جس وقت اللہ تعالیٰ اپنے بندے کو برائی پہنچانے کا ارادہ کرتا ہے تو وہ اسے اپنے عیوب دیکھنے سے اندھا کر دیتا ہے اور جس وقت اسے بھلائی پہنچانے کا ارادہ کرتا ہے تو وہ اسے اپنے نفس کے عیب دیکھنے پر آگاہ کر دیتا ہے۔"

جو شخص آسمان اور زمینوں کی سیر اور پرواز کر جانے کا علم حاصل کرنے یا کشف و کرامات و خوارقِ عادات کے حصول کے لئے عبادت اور ذکر کرتا ہے تو وہ ان چیزوں کی عبادت کرنے والا شمار ہو گا نہ کہ حق تعالیٰ کا۔ پس اس طرح وہ اپنی عمر کو ضائع کر رہا ہے۔ بزرگوں نے فرمایا ہے کہ علمِ ناسوت اور اس کی سیر کرنا اور اس میں تصرف کرنا کوئی معتبر نہیں۔ جیسا کہ حدیث شریف میں ہے۔

"حضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں منافقین بتوں کو بغل میں دبا کر نماز پڑھا کرتے تھے، حضرت سرورعالم صلی اللہ علیہ وسلم خدا ہی کی طرف متوجہ رہا کرتے تھے ان کی طرف دھیان ہرگز نہ دیا کرتے تھے اگر ایسا کرتے تو خداوند کریم کے ساتھ یکسوئی نہ رہتی اور نماز میں خلل پڑتا۔"

" الصلوٰۃ معراج المؤمنین"

اسی سے عبارت ہے اور معراج میں غیر کا خیال رکھنا حرام ہے۔ لوگوں کے باطنی حالات معلوم کرنے میں نقصانِ عظیم ہے۔ جیسا کہ کعبہ سے ظاہری منہ کا پھیر لینا نماز میں نقص پیدا کرتا ہے۔ اسی طرح حق تعالیٰ کے مقربین کے نزدیک باطنی منہ کا پھیر لینا بھی نماز میں خلل پیدا کرتا ہے۔ نیز عالمِ ناسوت کا جاننا، اس کی سیر اور اس میں تصرف کرنا بھی کچھ معنی نہیں رکھتا بلکہ سات آسمان اور زمین کا جاننا عالمِ صغریٰ میں شمار ہوتا ہے اور عالمِ صغریٰ

عرش سے ثریٰ تک ہے یہ سب کچھ عالم کبریٰ سے دور ہیں۔ مخلوق کا علم جاننا اللہ تعالیٰ کے علم کے جاننے کے مقابلہ میں کوئی اہمیت نہیں رکھتا اور یہ فانی کی دانش سے بالاتر ہے۔ وہ علم جو عالم کبریٰ میں ہے وہ اللہ تعالیٰ کی توحید' مشاہدات اور تجلیات سے متعلق ہے۔ سات آسمانوں اور زمینوں کی سیر اور ان کا علم بے سود ہے کیونکہ یہ سب کے سب فانی ہیں اور ان کو فنا کرنے کے لئے حضرت اسرافیل علیہ السلام منہ میں صور پکڑے ہوئے اللہ کے فرمان کے منتظر ہیں۔ عالمِ ناسوت کی سیر کرنا اس میں تصرف کرنا اور اس کا علم حاصل کرنا عالمِ ملکوت و جبروت و لاہوت کی سیرو علم حاصل کرنے کے مقابلہ میں کمتر ہیں۔ حق تعالیٰ کے مقربین ناسوتی علم کے لئے کوشش نہیں کرتے کیونکہ اس میں شیطان کو بھی اپنی قوت کے مطابق ناسوتی سیر اور تصرف حاصل ہے بلکہ ان کو جنوں اور انسانوں کے دلوں کی خبریں معلوم ہوتی رہتی ہیں اور وہ شیطان لعین فرزندان آدم کے جسم میں جاری ہے جیسا کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ شیطان انسان کے جسم میں اس طرح جاری رہتا ہے جس طرح کہ خون رگوں میں جاری رہتا ہے۔ دو حدیثیں جو اسی بات پر شاہد ہیں درج کی جاتی ہیں۔ **قال النبی علیہ السلام**

" کلما شغلک عن اللہ فھو معبودک

ترجمہ : وہ ہر چیز جو تمہیں اللہ سے غافل کرے تو وہ تیرا معبود ہے

اور

کلما شغلک عن اللہ فھو صنمک

یعنی وہ ہر چیز جو تمہیں خدا سے دور کرے وہ تیرا بت ہے۔"

شیخ حسن واعظ کشمیری نے کیا خوب کہا ہے جو مجھے بہت پسند ہے۔

افسانہ خویش مختصر کن — بنشیں در درون خود سفر کن

ترجمہ : تو اپنے قصہ کو مختصر کر بیٹھ اور اپنے باطن کے اندر سفر کر

ہر وہم و خیال و فہم و ادراک — در دل کہ جز اوست آں بدر کن

ترجمہ : تیرے دل میں محبوب کے سوا جو کچھ ہے خواہ وہ وہم ہے۔ خیال ہے فہم ہے یا ادراک ہے' سب کو باہر کر

مطلوب بسے است در دو عالم — از دل تو گزر ازاں حذر کن

ترجمہ : دونوں جہانوں میں بہت سے مطلوب ہیں۔ اپنے دل سے ان کو نکال دے اور ان

سے پرہیز کر

این است وصال جان جاناں زیں راہ بہر کسے خبر کن

ترجمہ : اپنے محبوب سے ملنے کا یہی طریقہ ہے تو اس راستہ کی ہر کسی کو خبر کردے۔

نیز جاننا چاہئے کہ کرامت کی دو قسم ہیں اول ان علوم اور معارفِ الٰہی کا ظاہر ہونا جو اللہ تعالیٰ کی ذات' صفات اور افعال کیساتھ تعلق رکھتے ہیں۔ اس تک عقل اور نظر کا پہنچنا ناممکن اور عادت و عرف کیخلاف ہے۔ خدا وند تعالیٰ نے اپنے خاص بندوں کو اس کیساتھ ممتاز فرمایا ہے اور انکو اہلِ حق و اصحابِ معرفت کے ساتھ مخصوص فرمایا ہے۔

دوسری قسم اکوان کے ساتھ تعلق رکھتی ہے اور حق و باطل کے درمیان مشترک ہے' اہل استدراج کو یہی دوسری قسم حاصل ہے۔ پہلی قسم حق تعالیٰ کے نزدیک پسندیدہ ہے جو اس کے اولیاء کے ساتھ خصوصیت رکھتی ہے۔ خدا وند تعالیٰ نے اس پہلی قسم میں گمراہوں اور دین کے دشمنوں کو شریک نہیں فرمایا ہے۔ لیکن دوسری قسم عوام میں معتبر ہے۔ دوسری قسم والے انسان کی عوام کی نظر میں بہت عزت اور قدر ہوتی ہے۔ یہ بات اہل استدراج سے ظاہر ہوتی ہے۔ پھر عوام اپنی نادانی کی وجہ سے ایسے اشخاص کی پرستش کرنے لگتے ہیں۔ جیسا کہ مثال مشہور ہے کہ

"نہایت ذلیل درجے کے لوگوں کے متابعت کرنیوالے لوگ' بلکہ یہ

غافل طبقہ نوع اول کو کرامت اور خوارق عادات سے نہیں جانتے"

نہایت ہی تعجب کی بات ہے کہ یہ نالائق لوگ مخلوقات کے حاضر اور غائب احوال سے تعلق رکھتے ہین' حالانکہ اس میں کوئی شرافت نہیں ہے بلکہ یہ علم تو اس قابل ہے کہ جہالت سے تبدیل ہو اور مخلوقات کے حالات سے بالکل نسیان ہوجائے۔ حق تعالیٰ کی معرفت ہی واجب ہے جو شرافت و کرامت کے شایان شان ہے اور احترام و اعزاز کے لائق ہے۔

پری ہفتہ رخ و دیو در کرشمہ ناز بسوخت عقل زحیرت کہایں چہ بوالعجبست

پری نے اپنے چہرہ کو چھپا لیا ہے اور دیو (شیطان) کرشمہ اور ناز میں مشغول ہے۔ عقل حیرت سے جل اٹھی کہ یہ بہت ہی بڑی تعجب کی بات ہے۔

یہی وجہ ہے کہ متقدمین میں سید الطائفہ حضرت جنید بغدادیؒ سے یقین کے ساتھ معلوم نہیں کہ دس خوارق عادات بھی ان سے نقل کیے گئے ہوں' حضرت حق سبحانہ تعالیٰ

اپنے کلیم علیہ السلام کے حال کی خبریں دے رہے ہیں۔

"وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسٰى تِسْعَ اٰيَاتٍ بَيِّنَاتٍ"

یعنی ہم نے موسیٰ علیہ السلام کو نو کھلی نشانیاں دی تھیں۔

پس خوارق عادات کی کثرت صاحبِ خوارق کے لئے افضلیت کی دلیل نہیں ہے اور نہ ہی یہ کہہ سکتے ہیں کہ جن بزرگ سے کرامات کم صادر ہوتی ہوں تو ان کی بزرگی میں کسی قسم کا نقص ہے۔ یہ اس واسطے نہیں کہ خوارق عادات کا ظہور ولایت کی حقیقت میں داخل نہیں بلکہ مراد یہ ہے کہ خوارقِ عادات اور کثرتِ کرامات ولایت کے لازم سے ہیں کیونکہ بہت سے ایسے بزرگان دین گزرے ہیں کہ ان سے کرامات صادر ہوئی ہیں اور ہوتی ہیں لیکن ان کو اپنی کرامات کا مطلق علم نہیں ہوتا۔ وہ کرامات جو مرشدوں کے لئے ضروری ہیں وہ یہ ہیں کہ وہ اپنے مریدوں کو ایک خلق سے دوسرے خلق کی طرف لے جائیں اور ایک حال سے دوسرے حال میں جا چھوڑیں۔ طالبینِ راہِ سلوک ہر وقت اپنے پیر سے کرامات اور خوارق عادات کا مشاہدہ کرتے ہیں اور ان کے دلوں پر اپنے شیخ کے تصرف کے آثار پیدا و ہویدا ہوتے ہیں۔ اولیاء اللہ کے لئے یہ لازم ہے کہ وہ عوام اور خلق خدا کے سامنے اپنی کرامات کا اظہار نہ کریں بلکہ ولایت کا معاملہ پوشیدہ رکھنا ہی بہتر ہے۔

مقولہ مذکور

"اولیائی تحت قبائی لا تعرفهم غیری"

ترجمہ : اولیاء جو ہیں وہ میری قبا کے نیچے ہیں ان کو میرے سوا اور کوئی نہیں پہچانتا

اس مدعا پر شاہد ہے نیز اسی واسطے کہا گیا ہے کہ

عقوبۃ الانبیاء حبس الوحی و عقوبۃ الاولیاء اظہار الکرامات و عقوبۃ المؤمنین التقصیر فی الطاعات۔

ترجمہ : انبیاء علیہم السلام کے لئے وحی کا بند کرنا عتاب ہے اور اولیاء علیہم رضوان کے لئے کرامات کا ظاہر کرنا باعث عتاب ہے اور مومنین کے لئے طاعت میں کوتاہی کرنا باعث عقوبت ہے۔

از نعمت ایں جہاں ثنائے تو بس است　　واز نعمت آں جہاں لقائے تو بس است

تیری تعریف کرنا میرے لئے اس جہان کی نعمت ہے۔ اور اس جہان یعنی آخرت کے لئے تیرا دیدار ہونا کافی ہے۔

حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی قدس سرہ نے فرمایا ہے کہ اس نعمت کا شمول اور عموم یعنی دل کا حق تعالیٰ کے ذکر کے ساتھ گویا ہونا اور اس طریقہ کے طالبوں کی تعلیم کی ابتداء میں جذبیات و کشفیات کا ہونا ہمارے حضرت قبلہ پیر و مرشد رحمتہ اللہ علیہ کی برکات میں سے ہے۔ ہمارے سابقین بزرگوں نے ان احوال اور مواجید کو معتبر نہیں سمجھا اور نہ ہی سمجھنا چاہئے۔ بلکہ کمر ہمت کستے ہوئے خدا وند کریم کی ذات پاک کی معرفت حاصل کرنا چاہئے۔

فقیر نے آپ کو کہا تھا کہ اپنی جگہ پر بیٹھ کر فقر و فاقہ اختیار کرو یہ تو میں نے نہیں کہا تھا کہ تم ہرات چلے جاؤ۔ میں نے فقط یہی کہا تھا انشاء اللہ تمہاری نسبت ہرات تک پہنچے گی۔ آئندہ سال میرے پاس تشریف لائیے اس کے بعد اگر ہرات جانے کا ارادہ کرو گے تو بہتر ہو گا۔ ابراہیم خاں کا کیا کرو گے اور یار محمد خاں کے پاس کیا رکھا ہے۔ ؎

مرد گانند اغنیائے روزگار　　اے اخی بامردگاں صحبت نہ دار

ترجمہ : اس دنیا میں دولتمند مردوں کی طرح ہیں۔ اے بردار مردوں کی صحبت اختیار نہ کر۔

سبحانک لا علم لنا الا ما علمتنا انک انت العلیم الحکیم ط

تیری ذات پاک ہے۔ ہمارے پاس کوئی علم نہیں مگر وہی جو کچھ تو نے ہم کو عطا کیا ہے۔ بے شک تو ہی جاننے والا اور حکمت والا ہے۔

فقط السلام علیکم و علیٰ من لدیکم۔

مکتوب ۵

بنام حضرت پیر دستگیر شاہ احمد سعید صاحب
مجدّدی دہلوی ثم المدنی قدس اللہ اسرارہم العلیہ
اپنی اور مریدوں کی باطنی کیفیات کے بیان میں

حامداً و مصلیاً و سلماً

امابعد۔ سایہ ارشاد پناہی و نور شمس ولایت جاودانی بندگی حضرت قطب العارفین امام الہدیٰ والیقین مغیث الوریٰ آمین القلوب والنہیٰ نقطۂ دائرہ اقطاب سکینتہ القلوب العارفین والعاشقین۔ مفتاح خزائن العرش و دیعتہ اللہ خلیفتہ اللہ فی بریتہ مجدد الشریعتہ والحق والملتہ والدین شمس الاسلام والمسلمین المخصوص بالطاف رب العالمین اغنی۔ پیرو دستگیر عن غوث الاعظم قلبی و روحی فداہ برسر کافہ انام متدام ۔بمنہ و کرمہ و لطفہ۔ نیز خدا وند تعالیٰ مخدوم زادوں کو بمع جمیع اہل بیت اپنی حمایت و حفاظت میں رکھے اور آنحضرت کے جمیع خدام اور متعلقین کو سلامت رکھے آمین۔ اسکے بعد یہ کمترین نیازمنداں اور کہترین ملازمان اس بارگاہ عز و ناز میں نہایت عاجزی سے عرض کرتا ہے کہ خدا کیلئے اس عاجز و کمترین کو اپنی عین عنایت سے مقبول و عزیز فرمایئے۔ حالانکہ یہ بندہ بے ادب بے عمل اور نالائق ہے پھر بھی اس کو اپنی مہربانی اور کیمیا اثر رکھنے والی نظر سے دور نہ فرمایئے۔ کیونکہ یہ غلام آپکی درگاہِ عالی و متعالی کے ادنیٰ ترین خادموں میں سے ہے۔ ؎

بے لطف تو من قرار نتوانم کرد   احسان ترا شمار نتوانم کرد

ترجمہ : تیری مہربانی بغیر مجھے صبر و سکون میسر نہیں ہو سکتا۔ تیرے احسانات کا شمار کرنا میری طاقت سے باہر ہے۔

اگر بر تنم شود ہر زباں موئے   یک شکر تو از ہزار نتوانم کرد

ترجمہ : اگر میرے جسم کے ہر بال کو زبان عطا کی جائے۔ تب بھی ہزاروں میں سے تیرا ایک شکر ادا نہیں کر سکتا۔

عرض یہ ہے کہ یہ تباہ حال اب اپنے احوالِ باطنی میں سے کچھ اثر محسوس نہیں کرتا' ذکر

اذکار اور مراقبہ کی حالت میں، قرآن مجید کی تلاوت کے وقت نیز نماز میں خواہ فرائض ہوں یا نوافل کوئی اثر نہیں پاتا۔ مگر ہاں دل اس بات کی تصدیق کرتا ہے کہ حق تعالیٰ کی ذات و صفات بے مثل و بے مانند ہیں۔ غیر کو معدوم سمجھتا ہوں۔ اپنے آپ اور جمیع ممکنات کو ناچیز اور لاشی دیکھتا ہوں۔ کیونکہ محیی اور ممیت، علیم، قدیر، واجب الوجود، واحد، سمیع، بصیر، فعال لما یرید، متکلم، اول و آخر، ظاہر و باطن، خالق و رزاق، متحرک و متصرف جمیع اشیاء میں وہی ہے۔ مجھے تصدیق اور یقین کامل ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنی قدرتِ کاملہ کے ذریعہ جمیع ممکنات کو عدم سے وجود میں لایا ہے۔ جب ممکن کی حقیقت اور اصلیت عدم ہی ٹھہری تو ممکن کی نہ ذات رہی اور نہ صفات حق ہی رہا اور بس۔

من نبودم جہاں نبود خدا بود

ترجمہ : نہ ہی یہ جہاں تھا اور نہ ہی میں تھا بس خدا کی ذات تھی۔

من نباشم جہاں نباشد خدا باشد

ترجمہ : نہ دنیا رہے گی نہ میں رہوں گا بس خدا کی ذات باقی رہے گی

نیز حشر و نشر، جنت و دوزخ، ثواب و عذاب، نیکیوں پر ثواب اور گناہوں پر عذاب کے ملنے اور جمیع امور اخرویہ پر مجھے یقین صادق ہے۔ نیز صوفیائے کرام کے مصطلحہ مقاماتِ عشرہ کے ساتھ بھی خاکسار کو تصدیق حاصل ہے۔ یعنی جمیع امور میں خداوند تعالیٰ پر توکل کرنا۔ اس کو اپنے رزق کا کفیل جاننا اور امور شاقہ پر صبر کرنا، جزع و فزع نہ کرنا وغیرہ مقاماتِ عالیہ عشرہ کی تصدیق کرتا ہوں۔ قبلہ من و نور یقین من جمیع مصائب و بلیات میں گرفتار ہونے کے وقت صبر کرنا اور خداوند تعالیٰ کی رضا پر راضی رہنا بڑا ہی مشکل ہے لیکن اگر خداوند کریم کا فضل شامل حال ہو تو سب کچھ آسان ہے۔ بزرگان دین نے رضا کی تعریف میں فرمایا ہے۔

"رضا یہ ہے کہ خداوند تعالیٰ کی طرف سے جو مصیبتیں نازل ہوں ان پر دل سے راضی ہونا۔ مثلاً قحط کا پڑنا، طاعون کا پھیلنا، اولاد اور مال و دولت کا برباد ہونا، اپاہج ہونا وغیرہ جیسی مصائب پر صبر کرنا مقام رضا کا حاصل ہونا ہے۔"

قربان جاؤں میں عاجز اپنا حال عرض کرتا ہوں کہ مجھے ان اُمور مذکورہ کے ساتھ سرور رغبت اور محبت نصیب نہیں سوائے صبر کے جس کے بغیر کوئی چارہ نہیں جب خاکسار کو

ان بلیات اور مصائب کے ساتھ سرور و رغبت حاصل نہیں تو اس کا یہ مطلب ہوا کہ رضاء الٰہی کے مطابق مقام رضا حاصل نہیں ہوا تو دوسرے معنوں میں یہ کہہ سکتے ہیں کہ عبادت و طاعت کی حقیقت میسر نہیں ہوئی اور جب بندہ کو طاعت اور عبادت کی حقیقت حاصل نہ ہوئی تو گویا اس کو دنیا اور آخرت دونوں کا خسارہ اور نقصان اٹھانا پڑا۔ حضور میرا تو یہ حال ہے ان امور میں میری کامیابی کا کوئی ذریعہ نظر نہیں آتا۔ حضرت پیر دستگیر میری شفاعت فرمائیں اور اس عاجز کے لئے ازراہ کرم دعا فرمائیں عین عنایت ہو گی۔ حضور سے التجا ہے کہ توجہ شریفہ مرحمت فرمائیں تاکہ اس روسیاہ کو رضائے الٰہی کے مطابق مقام رضا حاصل ہو جائے اور آپ کی رضا پر بھی راضی رہوں۔ کیونکہ آنجناب پیر دستگیر کی رضا حق تعالیٰ کی رضا ہے اور حق تعالیٰ کی رضا آپ کی رضا ہے۔

وکلّت الی المحبوب امری کلہٗ   انشاء احیانی و انشاء تلفانی

ترجمہ : میں نے اپنا تمام کام اپنے محبوب کے سپرد کر دیا ہے خواہ وہ مجھے زندہ رکھے اور خواہ مجھے اپنے سے ملا لے۔

جب سے آنحضور قبلہ کی قدم بوسی کا شرف حاصل ہوا ہے تب سے میں جانتا ہوں کہ جمیع دینی و دنیوی امور میں حق تعالیٰ کے فضل سے میرا یقین صادق ترقی پر ہے۔ یہ سب آں قبلہ و ملجا و ماویٰ کی عنایت ہے اور حضور کی نظر فیض اثر کے کرشمے ہیں۔ الحمدللہ والشکر للہ۔ اگرچہ مجھے اس سے پہلے ان امور کے ساتھ یقین اور تصدیق حاصل تھی لیکن موجودہ تصدیق اور سابقہ تصدیق میں بہت ہی فرق ہے۔

اس سے پہلے طلباء میں راہِ سلوک میں بے خودی' آہ و نعرہ اور جوش و خروش بہت تھا یہاں تک کہ ابتدا میں ان کے دلوں سے لفظ مبارک اللہ اللہ کی آواز ظاہر طور پر اس طرح سنائی دیتی تھی جیسا کہ زبان سے سنائی دیتی ہے۔ لیکن اب طلباء میں پہلا سا جوش و خروش نہیں رہا مگر کبھی کبھی ایسا ہو جاتا ہے۔ بندہ نے طالبان حق میں سے بعض اشخاص کو خدا اور رسول کی منشاء اور حضرت قبلہ پیر دستگیر کے ارشاد کے مطابق طریقہ شریف کی ترویج و انتشار کے لئے اجازت دے دی ہے۔ ان حضرات کی موثر توجہ کا یہ نتیجہ ہے کہ ان کے طلباء کے حلقہ میں جوش و خروش' ذوق و شوق' آہ و نعرے' بے خودی و کشف و حالات عالیہ کثرت سے وارد ہو رہے ہیں۔ الحمدللہ علیٰ ذالک۔

یہ مسکین غریب شکستہ حال تنہائی کے عالم میں فراق کے سمندر میں غرق اور آتش اشتیاق میں جل بھن گیا ہے۔ دوست محمد جو بارگاہ عالیہ کا کمینہ کفش بردار ہے بہت عرصے

اور مدت بعید سے آپ کے دیدار اور قدم بوسی کے شرف سے محروم ہے۔ زنجیر تقدیر اور سلسلہ مشیت ایزدی نے اس دور افتادہ کو زندان ہجر و فراق میں محبوس و مقید کر رکھا ہے۔ میرے پاس اب سوائے صبر و تسلیم کے دوسرا کوئی اور چارہ نہیں ہے۔

کسے دم زچون، چرانمی تو اندزد — کہ نقشبند حوادث ورائے چون وچراست
شود میسرم دریں جہاں اینم — کہ باز باتو دل شادماں بنشینم
سرشت بدست تست منم دست آموز — چوں سوی خودم کشی بسر باز آیم
اگرچہ در خور تو نیستم، قبولم کن — واگر بدم واگر نیک چوں کنم اینم

یعنی کوئی شخص چون و چرا نہیں کر سکتا کیونکہ حوادث کا نقش باندھنا چون و چرا سے ورے ہے۔ مجھ کو اس دنیا میں یہ بات میسر ہو جائے کہ میں پھر تیرے ساتھ خوش دل ہو کر بیٹھوں۔ میری سرشت تیرے ہاتھ میں ہے اور میں سیکھنے والا ہوں۔ جب تو مجھے اپنی طرف کھینچے گا تو میں سر کے بل آؤں گا۔ اگرچہ میں تیرے بارگاہ کے لائق نہیں ہوں، لیکن تو قبول کرے خواہ میں اچھا ہوں یا برا ہوں میرا کیا بس ہے کیونکہ میں ایسا ہی ہوں۔

التسلیمات والبرکات والمرحمات من اللہ تعالی علیکم و علی من للیکم۔

مکتوب ۶

بنام ملا محمد جان صاحب ساکن مرغہ

عبادت اور بندگی میں خضوع و خشوع کی حقیقت

الحمدللہ جاعل الذکر والمراقبۃ شریعتہ و منہا جا۔ والصلوۃ علی نبیہ محمد یدخل الناس فی دینہ افواجا و علی الہ و صحبہ السالکین بسیرہ سبیلا" و ارشادا" ۔

امابعد۔ اخوی و اعزی ارشدی ملا محمد جان صاحب سلمھم اللہ تعالیٰ عن البلیات الافاقیہ والانفسیہ۔ فقیر حقیر دوست محمد کی طرف سے بعد سلام مسنونہ معلوم ہو کہ الحمدللہ فقیر تادم تحریر بمع جمیع متعلقین و دراویش خیر و عافیت سے ہے۔ بارگاہ ایزدی سے آپ کی صحت و سلامتی اور شریعت مطہرہ و طریقہ مرضیہ پر استقامت کا خواستگار ہوں۔ خلاصہ یہ ہے کہ بھائی جان حق تعالیٰ کی بارگاہ میں عبادت اور بندگی میں خضوع و خشوع و شکستگی کی حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی عظمت کا مشاہدہ و نظارہ بندہ کے دل پر ظاہر ہو۔ اس سعادت کے حاصل ہونے کا دارومدار محبت پر موقوف ہے اور محبت کے یہ معنی ہیں کہ سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی پوری پوری متابعت کی جائے۔ پھر متابعت طریقہ متابعت کے جاننے پر منحصر ہے اور طریقہ متابعت سے واقف ہونے کے لئے انسان کو چاہئے کہ وہ دین کے وارث علماء کرام کی صحبت و خدمت اختیار کرے۔ لیکن یہ نہایت ضروری ہے کہ ایسے علماء کی صحبت سے جنہوں نے دنیاوی جاہ و منصب کی خاطر علم کو وسیلہ بنایا ہو سخت پرہیز کریں اور ان سے کنارہ کشی اختیار کریں۔ نیز ایسے درویشوں کی صحبت سے بھی سخت پرہیز کریں جو گانے بجانے اور سرود کی طرف مائل ہوں اور حرام و حلال میں تمیز نہ کرتے ہوں۔ جو بھی ان کو دیا لے لیا اور جو بھی ان کو ملا وہ کھا لیا۔ نیز امور شرعیہ کا ان کو پاس نہ ہو۔ آپ کو چاہئے کہ ان توحید و معارف کو بھی ہرگز نہ سنا کریں جن کی وجہ سے اہل سنت والجماعت کے عقائد میں نقصان آتا ہو۔ ظہور اور معارف کی تحصیل کا دروازہ حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی متابعت سے بند ہو چکا ہے۔ فقیر کے بزرگوں اور پیران طریقت نے ان انوارات، مشاہدات و تجلیات، واقعات، کشف و کرامات اور خوارق عادات کو معتبر نہیں سمجھا ہے۔ وہ مریدوں کو یہ تبلیغ کرتے ہیں کہ دوام حضور و آگاہی حاصل کریں اور شریعت مطہرہ پر ثابت قدم رہیں۔

باقی والسلام

مکتوب ۷

بنام ملا جان صاحب موصوف الصدر

کلمۂ لَآ اِلٰہَ اِلاَّ اللہ کی حقیقت نتیجہ کے بیان میں

الحمد للہ حمداً کثیراً طیباً مبارکاً فیہ مبارکاً علیہ کما یحب ربنا و یرضی والصلوٰۃ والسلام الاتمان والاکملان علی حبیبہ المصطفیٰ و علی آلہ اصحابہ المجتبیٰ۔

امابعد! اخوی اعزی ارشدی ملا محمد جان صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ ربہ۔ فقیر دوست محمد عفی عنہ کی طرف سے بعد سلام مسنون و اشتیاق مشحون معلوم ہو کہ فقیر تادم تحریر الحمدللہ ہر طرح خیرت سے ہے۔ رب العزت آپ کو خیر و عافیت سے رکھے اور شریعت مطہرہ پر استقامت بخشے۔ آپ نے تحریر فرمایا تھا کہ میرے باطنی احوال ترقی پر ہیں اللہ تعالیٰ مزید ترقی عطا فرمائے۔ حق تعالیٰ آپ کے وجود کو آفتاب ہدایت بنائے۔ بھائی جان خداوند جل سلطانہ کا ذکر جمیع عبادات کا بھید ہے۔ یہ بلند سعادت اس شخص کو نصیب ہوتی ہے جو تمام علائق و عوارضات دنیا سے اپنا تعلق قطع کر لے اور اس پر خدا تعالیٰ کے عشق کی آگ غالب ہو جائے۔ جب تک اللہ تعالیٰ کے ذکر میں دوام حاصل نہ ہو جائے اس وقت تک اللہ تعالیٰ کی محبت کا غلبہ حاصل نہیں ہو سکتا۔ نیز معلوم رہے کہ تمام ذکر کی بنیاد کلمہ مبارک اللہ اور لا الہ الا اللہ ہے اور اس کی حقیقت کا یہ نتیجہ ہوتا ہے کہ بندہ جمیع اشیاء سے اپنا تعلق قطع کر لیتا ہے۔ خدا تعالیٰ کی محبت کے سوا کسی دوسری شے کی طرف توجہ نہیں کرتا۔ یہاں تک وہ اپنے وجود سے بھی بھاگتا ہے اور پھر جمیع ماسویٰ سے روگرداں ہو جاتا ہے اور حق تعالیٰ کے ذکر میں مستغرق ہو کر اپنی زندگی گزارتا ہے۔ جب ایسی حالت ہو جائے تو سمجھ لو کہ ذکر کا کل فائدہ حاصل ہو گیا ہے۔ یہ ذکر ہی کی لگاتار مشق کا نتیجہ ہے کہ بندہ دنیا اور اس کے ساتھ جمیع لہو لعب اور شہوات نفسانی کو ترک کر دیتا ہے اور اس ذکر کی بدولت نفس و شیطان کے شر سے بھی نجات حاصل کر لیتا ہے۔ کہہ دیجئے کہ اللہ بس اور ماسویٰ ہوس و **عبث و انقطع علیہ النفس**

اللھم لا تکلنی الی نفسی طرفتہ عین ولا اقل من ذالک

باقی والسلام

مکتوب ۸

بنام خلیفہ ملا امان اللہ صاحب ہراتی

ذکرِ جہر اور مبتدی طلبا کو کم توجہ دینے کے بیان میں

الحمد للہ وحدہ والصلوٰۃ والسلام علی خیر البریۃ و علیٰ الہ الطیبین الطاہرین

امابعد۔ اخوی و اعزی و ارشدی ملا امان اللہ سلمہ اللہ تعالیٰ از جانب فقیر دوست محمد کان اللہ تعالیٰ عوضا عن کل شی ء و ثبتنا اللہ تعالی و ایاکم علی الشریعتہ النبویتہ والطریقتہ المرضیتہ علیٰ صاحبھا الصلوٰۃ والسلام

خلاصہ یہ ہے کہ آپ نے جس شخص کو روانہ کیا تھا وہ پہنچ گیا ہے۔ جناب من ہمارے اس طائفہ کا جمال یہی ہے کہ لوگ ان پر ملامت بھیجیں اور ان کی مذمت کریں' اس قسم کی مذمت اور ملامت اس طائفہ کے زنگ کا صیقل ہے' ملامت و مذمت کی کوئی پرواہ نہ کریں اپنے اصلی کام یعنی ذکر باطنی میں مشغول رہیں اور وہ طلباء جو طریقۂ نقشبندیہ میں داخل ہیں اور ذکرِ جہر و مستی کرتے ہیں ان سے دریافت کیجئے کہ وہ ایسا ارادۃ" کرتے ہیں یا بے ارادہ۔ اگر وہ اپنے اختیار سے کرتے ہیں تو ان کا ایسا کرنا جائز نہیں۔ جو لوگ نماز کے وقت بیہوش ہو جاتے ہیں تو وہ معذور ہیں۔ ان سے کہہ دیجئے کہ وہ افاقہ ہونے کے بعد دوبارہ وضو کریں اور اپنی نماز لوٹائیں۔ آپ مبتدی طلباء کو کم توجہ دیا کریں کیونکہ مبتدی طالب کے لئے زیادہ قوی توجہ نقصان کا باعث ہے۔

والسلام علی من اتبع الھدی والتزم متابعۃ المصطفیٰ

مکتوب ۹

به حضرت پیر دستگیر قبلہ و کعبہ شاہ احمد سعید صاحب قدس سرہ العزیز

معیت و اقربیت۔ مقام جمع و جمع الجمع و چند اور باتوں کے استفسار میں

حامدا" و مصلیا" و مسلما" ۔

امابعد ۔ بخدمت مرشدنا و امامنا و مقتدانا و وسیلتنا و شفیعنا فی الدارین و کعبتنا و قبلتنا پیر دستگیر مرشد برحق اعزی حضرت شاہ احمد سعید صاحب قبلہ قلبی و روحی فداہ مدظلہ اللہ تعالیٰ علی مفارق **المسترشدینا** از بندہ درگاہ کمترین خدمت گاران فقیر لاشی دوست محمد بعد از تحائف تحیات الزاکیات و تسلیمات و آفیات و دعوات صافیات معروض بانحضور لامع النور آنکہ خدا کی حمد و شکر ہے کہ یہ مسکین عریضہ تحریر کرتے وقت تک ہر طرح بخیر و عافیت ہے۔ بارگاہ رب العزت سے آنجناب و جمیع صاحبزادگان میاں عبدالغنی صاحب و میاں عبدالمغنی صاحب کی خیرو عافیت کا طلب گار ہوں۔

عرض یہ ہے کہ جب سالک پر یہ حالت طاری ہو جائے کہ وہ اپنی ذات اور جمیع ممکنات کی ذات کو لاشی اور عدم محض دیکھنے لگے یعنی یہ سمجھنے لگے کہ اس کا اپنا وجود اور جمیع ممکنات کا وجود ہرگز نہیں ہے بلکہ وجود اگر ہے تو حق تعالیٰ ہی کی ذات کا وجود ہے تو اس قسم کی حالت میں مراقبہ معیت' اقربیت اور جمیع مراقبات میں کس کیفیت سے مورد فیض کا تعین تصور کرے۔ اس سے پہلے جو وہ مقام معیت (وہ ذات جو ہر جگہ میرے ساتھ ہے) اور مقام اقربیت میں (اس ذات کا فیض آتا جو ہماری شاہ رگ سے بھی زیادہ نزدیک ہے) کا تصور کرتا تھا اور باقی جمیع مراقبات میں وہ فیض کے مورد کا بھی تعین کرتا تھا لیکن جبکہ "ماومن" کا مورد فیض ہی نہ رہا بلکہ حق سبحانہ تعالیٰ کا وجود ہی وجود رہا تو ایسے مقام اور ایسی حالت میں سالک تعین مورد اور تصور فیض کا لحاظ کس طرح کرے۔ نیز حق تعالیٰ کی معیت اور اقربیت میں سالک معیت و اقربیت صفاتی کا لحاظ کرے یا ذاتی کا؟ ارشاد فرمائیں۔

مقام الجمع و جمع الجمع الفاظ مکون و بروز و بطون و بطن البطون کے معنی اور ہمہ اوست و ہمہ از اوست کے درمیان، جو فوق ہے تحقیق کے ساتھ تفصیلی طور پر عنایت فرمائیں۔ حضور کی برکات سے اس فقیر کے پاس طالبان حق بہت ہیں۔ نیز غلام حلقہ بگوش کے ہاں کتب صوفیہ اور حضرات کبار کے رسائل قدسیہ کی تعلیم و تدریس ہو رہی ہے' سوائے ان مکتوبات شریف کے جو اس عاجز کو نہیں ملے ہیں۔ تینوں وقت اپنے حضرات کبار کے حسب معمول حلقہ بھی کیا کرتا ہوں۔ فیوضات اور برکات اس قدر بے شمار ہیں کہ جن کی وجہ سے خاکسار پر آنحضور کا رابطہ ازحد غالب ہے۔ یہاں تک کہ سوائے حضرت قبلہ روحی و قلبی فداہ کے وجود مبارک

کے علاوہ مجھے اور کچھ نظر نہیں آتا۔ آپ پر قربان جاؤں یہ حقیر لوگوں کی نظروں میں ذلیل و خوار تھا لیکن جب حضور کے فیاض دل کا پر تو اس بے عمل و بے کردار کے سیاہ دل پر پڑا تو مجھے لوگوں کی نظروں میں عزیز کر دیا۔ ورنہ تو میں وہی دوست محمد حقیر ہوں جو پہلے تھا۔ آں فیاض کی نظر کرم و مرحمت ہی نے مجھے اپنے معاصرین میں ممتاز کر دیا۔ آپ کی اس نعمت کا شکریہ ادا نہیں کر سکتا۔ ؎

گر برتن من زباں شود ہر موئے   یک شکر تواز ہزار نتوانم کرد

ترجمہ : اگر میرے جسم کے تمام بالوں کو زبان عطا کر دی جائے تو ہزار میں سے آپ کا ایک شکر بھی ادا نہیں کر سکتا۔

اب دنیا اور اہل دنیا سے ناامید ہو کر گوشہ توکل اختیار کر لیا ہے، دلی تمنا یہ ہے کہ آنحضور کی توجہات شریفہ کی برکت سے اس کمینی دنیا کے دغدغے اور خطرہ سے آزاد ہوں اور شب و روز ذکر الٰہی میں مسرور و مشغول رہوں۔ وہ فتوحات جو حضور کے طفیل میں خداوند تعالیٰ کی جانب سے اس حقیر کو پہنچتے ہیں۔ وہ مستحق لوگوں کو پہنچا دیتا ہوں اور خود بھی بمع اہلیہ آسودہ بیٹھا کھا رہا ہوں۔ حق تعالیٰ آں قبلہ گاہ کی خیرات قبول فرمائے، اور حضور کو درجات عالیہ پر فائز فرمائے۔ آمین۔ گزارش ہے کہ آنحضور قبلہ اپنے نام کا ایک ختم مقرر فرمائیں تاکہ اسے ہمیشہ آں قبلہ کے نام پر پڑھا جائے اور ختم کا ثواب آنحضور کو پہنچایا جائے۔ ختم کے اعداد بھی معین فرما دیں۔ عین کرم فرمائی ہوگی۔ قبلہ من حضور نے ملا پان محمد سے کہا۔

"حاجی صاحب کے پاس جاؤ اور ان سے توجہات لو۔"

میرے دل و جان آپ پر قربان ہوں۔ یہ بھی محض حضور کی عین عنایت و مہربانی ہے ورنہ بندہ مریدوں کو توجہ دینے اور فائدہ پہنچانے کی اہلیت کہاں رکھتا ہے حالانکہ میں محض نالائق اور بے ادب ہوں لیکن چونکہ حضور کی نظر کرم و عنایت ہر وقت مجھ غریب کے شامل حال ہے اس لئے دل خوش رہتا ہے۔ حق تعالیٰ کی عنایت اور حضور کی توجہ و برکت سے بندہ کو کسی قسم کا کوئی ملال نہیں مگر افسوس اس بات کا ہے کہ حضور کی صحبت بابرکت سے دور ہوں۔ ؎

چہ نویسم کہ دل از داغ جدائی خون است   بقلم راست نیاید کہ زحد بیرون است

ترجمہ : کیا لکھوں دل داغ مفارقت کی وجہ سے خون ہو گیا ہے۔ غم کی اس قدر زیادتی ہو گئی ہے کہ احاطہ تحریر سے باہر ہے۔

اگر از خدمتت دورم بدل شرمندگی دارم   چو قمری طوق برگردن نشان بندگی دارم

ترجمہ : دل میں مجھے بڑی شرمندگی ہے کہ حضور کی خدمت سے دور ہوں۔ تاہم قمری کی طرح غلامی کا طوق اپنی گردن میں ڈالے ہوئے ہوں۔

والسلام

مکتوب ۱۰

بنام خلیفہ مولوی محمد عادل صاحب قوم کاکڑ ساکن ژوب

اہل سنت والجماعت کے عقائد کے بیان میں

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اخوی و اعزی ارشدی مولوی محمد عادل صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ۔ منجانب فقیر حقیر لاشی دوست محمد کان اللہ عوضا" عن کل شی ء۔ بعد از سلام مسنون و اشتیاق مشحون معلوم ہو کہ آج مورخہ ۲۰ صفرا لمظفر تک فقیر بمع جمیع درویشاں خیر و عافیت سے ہے۔ بارگاہ ایزدی سے آنجناب کی صحت و عافیت اور شریعت مطہرہ (علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام) پر استقامت کا طلبگار ہوں۔ جاننا چاہئے کہ پیروں کے لئے یہ لازم ہے کہ وہ اہلِ سنت والجماعت کے عقائد اپنے مریدوں کو بتائیں اور اپنے بزرگوں کے طرز طریقے سے آگاہ کریں۔ اس لئے چند سطور اس کے متعلق لکھ رہا ہوں۔ پس آپ کو معلوم ہو کہ آپ پیدا کئے گئے ہیں اور آپ کو کسی پیدا کرنے والے نے پیدا کیا ہے۔ وہ خالق حقیقی کل عالم اور جو کچھ اس عالم میں ہے سب کا پیدا کرنے والا ہے۔ وہ واحد ہے اس کا کوئی شریک نہیں۔ وہ ہمیشہ سے ہے اس کی ہستی کی کوئی ابتدا نہیں اور ہمیشہ رہے گا۔ اس کے وجود کے لئے کوئی انتہا نہیں۔ اس کی ہستی ازل ہی سے واجب ہے نیستی کو اس تک راہ نہیں' اس کی ہستی اپنی ذات ہی سے قائم ہے۔ وہ سب سے بے نیاز ہے' دوسری چیزیں اس سے بے نیاز نہیں۔ اس کا قوام اپنی ہی ذات سے ہے باقی جملہ اشیاء کو اس سے قوام حاصل ہے۔ وہ اپنی ذات میں نہ جوہر ہے اور نہ عرض ہے اور نہ ہی اس کو کسی جگہ اترنا متحقق ہے۔ نہ ہی اس کے لئے کوئی قالب ہو سکتا ہے کہ اسے اس میں ڈھالا جائے کسی چیز میں اس کی مثال نہیں وہ بے مثل ہے۔ نہ ہی اس کی صورت ہے۔ وہ ذات بے چون و بے چگوں ہے اور جو کچھ بھی خیال اور دل میں اس کی کیفیت اور کیست لائی جائے وہ اس سے پاک و بالاتر ہے۔ وہ جمیع صفات کا پیدا کرنے والا ہے۔ چھوٹے اور بڑے ہونے کی مقدار کو اس تک راہ نہیں۔ نہ ہی وہ کسی جگہ میں ہے اور نہ کسی جگہ پر ہے بلکہ وہ بالکل جا پذیر نہیں۔ جو کچھ بھی دنیا میں ہے وہ اس کے عرش کے نیچے ہے اور عرش اس کے زیر

قدرت ہے۔ نیز وہ جمیع مخلوق کی صفات سے منزہ و برتر ہے۔ یہاں اس عالم میں محض اس کے علم ہی کا حصول ہو سکتا ہے۔ اس کا دیدار دنیا میں نہیں ہو سکتا اس کو عالم اخروی میں دیکھا جا سکتا ہے۔ جیسا کہ وہ اس جہان میں بے مثل و یکتا ہے ویسے ہی اس عالم میں بھی وہ بے مثل و بے مثال ہے۔

نیز جاننا چاہئے کہ جب سالک ذکرِ الٰہی جلاشانہ میں تصحیح نیت کے بعد شغل کرنے لگتا ہے اور ریاضات و مجاہدات اور فقر و فاقہ کو اختیار کرتا ہے۔ نیز تزکیۂ قلب اور تصفیۂ نفس حاصل کرتا ہے اور کمینی دنیا کی محبت دل سے نکال دیتا ہے۔ صبر و توکل، رضا و تسلیم حاصل کر لیتا ہے اور ان معانی کا اپنے حوصلہ کے مطابق عالم مثال میں تدریجاً" مشاہدہ کرنے لگتا ہے اور کدوراتِ بشری اور رذائلِ باطنی سے پاک اور صاف ہو جاتا ہے تو اسے سیرِ آفاقی کا اتمام اور اکمال حاصل ہو جاتا ہے۔ فقیر کے پیشواؤں اور پیرانِ مقربین نے عالمِ مثال میں عالمِ امر کے پانچوں لطائف کے علیحدہ علیحدہ رنگ کے انوارات مقرر فرمائے ہیں۔ لطیفۂ قلب کا نور زرد، لطیفۂ روح کا نور سرخ، لطیفۂ سر کا نور سفید، لطیفۂ خفی کا نور سیاہ اور لطیفۂ اخفیٰ کا نور سبز ہے۔ لطائف عالم خلق کے انوار اسی میں مندرج ہیں۔ نفسِ لوامہ کا نور ابلق ہے۔ حضرت علاؤ الدین سمنانی قدس سرہ العزیز نے لطائف سبعہ کے انوار میں سے ہر ایک کا نور مرتب فرمایا ہے۔ ان کی ترتیب یوں ہے۔ رنگ خاکی مکدر کو لطیفۂ قالبیہ کے لئے مقرر فرمایا ہے اور لطیفۂ نفس کے لئے صاف نیلا رنگ، لطیفۂ قلبیہ کے لئے خالص سرخ، لطیفۂ روح کے لئے زرد صاف رنگ، لطیفۂ سر کے لئے سفید رنگ، لطیفۂ خفی کے لئے سیاہ براق رنگ جو اوپر سے سر پر اترتا ہے۔ لطیفۂ اخفیٰ کے لئے سبز صاف رنگ۔ چونکہ پرتو تجلّیات قدیم، صورت، شکل اور جہات سے منزہ ہے اس لئے وہ سالک جو اپنی قوتِ متخیلہ میں ان امور غیبیہ کے مشاہدہ میں اپنے آپ کو مقید کر لیتا ہے اور ایک قسم کی خوشی محسوس کرتا ہو تو وہ حجاب میں رہ جاتا ہے یعنی اسے کچھ حاصل نہیں ہوتا۔ پس انسان کو چاہئے کہ وہ ذکر الٰہی جل شانہ، مراقبہ، تلاوت قرآن مجید، نماز، استغفار اور درود شریف جیسی عبادات میں لگا رہے۔ اپنی شکستگی اور بندگی کو مدنظر رکھے۔ باقی کسی اور چیز کی طرف توجہ نہ کرے۔ کیونکہ بندہ کا اصل مقصود بندگی کرنا ہے۔ نہ کہ انوارات، تجلیات، کشفیات و کرامات کا حاصل کرنا۔ حضرت شیخ شبلیؒ نے فرمایا ہے کہ ان چیزوں کا حصول اور ظہور بندہ کو حق تعالیٰ کی معرفت سے دور رکھتا ہے۔ نیز انہوں نے اس مقام کو خیال پرستوں کے مقام سے موسوم کیا ہے۔ حضرت زین الدین قدس سرہ نے فرمایا ہے۔

"ہر وہ شخص جو اپنے واقعات مریدوں پر ظاہر کرتا ہے تو وہ گویا مریدوں کے حجاب الحجاب کے حجابات میں کوشاں ہے۔ ہاں اس قدر حالات ظاہر کر دے جو تادیب و تربیت کے لئے مناسب ہوں۔"

وہ حضرات جو باطنی طور سے انوارات و تجلیات کا مشاہدہ نہیں کرتے کسی طرح بھی ان لوگوں سے رتبہ میں کم نہیں جو ان چیزوں کا مشاہدہ کرتے ہیں بلکہ پہلے فریق (ضعیف الحال) کا مرتبہ حالت مذکورہ میں فریق ثانی (ارباب یقین) کے مرتبہ سے کم ہے' کیونکہ اکثر حالات اور واقعات اور کشفیات کوئی ضعیف الحال لوگوں کو اس لئے ہوتے ہیں کہ ان کا یقین قوت پکڑلیتا ہے لیکن ارباب یقین اس طرف کوئی التفا نہیں کرتے۔

ربنا لا تزغ قلوبنا بعد اذ هديتنا و هب لنا من لدنك رحمته ط انك انت الوهاب ○

اے ہمارے رب ہمیں ہدایت دینے کے بعد ہمارے دلوں کو ٹیڑھا نہ کیجئے اور ہم کو اپنے پاس سے رحمت عنایت فرمایئے' بے شک آپ بہت ہی دینے والے ہیں۔

والسلام

☆ ☆ ☆

مسئلہ : بعض صوفیا کا یہ مقولہ کہ شیخ کا باطن ہر جگہ ہے اس کے معنی سمجھنے میں عام لوگ غلطی کرتے ہیں کہ نعوذ باللہ پیر ہر جگہ حاضر و ناظر ہے' سو یہ یقیناً غلط اور خلاف واقعہ ہے اگرچہ خرق عادت کے طور پر کبھی ایسا بھی واقع ہوا ہے لیکن یہ بات ہمیشہ نہیں ہوتی اور نہ ضروری ہے کہ جب پیر کی شکل نظر آئے تو سچ مچ پیر ہی ہو بعض وقت کوئی فرشتہ وغیرہ اسکی شکل میں نظر آ جاتا ہے..... باطن شیخ سے مراد اسم ہادی ہے چونکہ وہ حق تعالیٰ کی صفت ہے اسلئے مکان اور زمان سے پاک ہے اور اس کا نور و فیض عام اور محیط ہے اس اعتبار سے کہہ دیا جاتا ہے کہ باطن شیخ ہر جگہ ہے۔ (ملخصاً")

(عمدۃ السلوک' حصہ اول' ص ٦٥)

مکتوب ١١

بنام خلیفہ مولوی محمد عادل صاحب موصوف الصدر

صوفیائے کرام کے عقائد کے بارے میں

اخوی و اعزی ارشدی محمد عادل صاحب سلمہ ربہ۔ از فقیر حقیر لاشی دوست محمد المعروف بھاجی کان اللہ لہ عوضا" عن کل شی ء۔ بعد از تسلیمات مسنونہ و دعوات ترقیات مشحونہ واضح ہو کہ الحمدللہ فقیر مع جمیع متعلقین و درویشاں خیر و عافیت سے ہے اور آپ کی عافیت و سلامتی اور ارشاد کی روز افزوں ترقی کے لئے بارگاہ ایزدی میں دست بدعا ہوں۔

و یرحم اللہ عبدا" قال امنا

ترجمہ :جس نے آمنا کہا اللہ تعالیٰ اس پر رحم فرمائے۔

عرض یہ ہے کہ صوفیائے کرام کے عقائد کا ذکر اجمالی طور پر بیان کیا جاتا ہے۔ سنئے! صوفیائے کرام کا اس بات پر اتفاق ہے کہ خداوند کریم ایک ہے اس کا کوئی شریک نہیں' نہ ہی اس کا کوئی مقابل ہے اور نہ ہی اس کا کوئی مماثل۔ وہ ان جمیع اوصاف سے موصوف ہے جن کے ساتھ کہ اس نے اپنی ذات کو موصوف کیا ہے اور جمیع ان اسماء سے موصوف ہے جن کے ساتھ اس نے اپنے آپ کو موسوم کیا ہے۔ وہ اپنے اسماء و صفات کے ساتھ قدیم ہی رہا ہے۔ وہ تمام مخلوق کا پیدا کرنے والا ہے اور وہ کسی طریق سے بھی اپنی مخلوق کے مشابہ نہیں۔ نہ ہی اس کا کسی جگہ حلول ہے اور نہ ہی اس کے ہاں کوئی زمانہ معتبر ہے اور نہ ہی زمانہ اس کو گھیرے ہوئے ہے۔ وہ جسم نہیں' کیونکہ جسم وہ ہوتا ہے جو مرکب ہو اور مرکب کسی دوسرے مرکب کا محتاج ہوتا ہے۔ نہ ہی وہ جوہر ہے کیونکہ جوہر حیز پکڑنے والا ہوتا ہے اور خداوند کریم متحیز نہیں کیونکہ وہ سارے متحیزوں کا خالق ہے اور خود حیز کا بھی خالق ہے۔ نہ ہی وہ عرض ہے کیونکہ عرض وہ ہوتا ہے جو دو زمانے بھی باقی نہ رہ سکے اور وہ ذات پاک تو واجب البقا یعنی ہمیشہ رہنے والی ہے۔ اس کا کوئی اجتماع نہیں اور نہ ہی اس کا کوئی افتراق ہے نہ اس کے اعضاء ہیں اور نہ ہی اس کا کوئی بدل ہو سکتا ہے۔ نہ ہی اس کو کسی ذکر کرنے والے کا ذکر تھکا سکتا ہے اور اس کو عبادات لاحق نہیں ہو سکتیں۔ نہ ہی کوئی اشارہ اس کو معین کر سکتا ہے اور نہ ہی انکار اس کو احاطہ کر سکتے ہیں اور نہ ہی اس کو کسی کی نظر پا سکتی ہے۔ اس کی ذات کے

متعلق جو وہم یا خیال کیا جائے وہ ناقص ہے۔ پس اگر آپ کہیں وہ کب تھا تو جان لیجئے کہ پیدائش کے وقت سے اس کے وجود نے سبقت کی ہوئی ہے (یعنی ازل سے ہے) اور اگر آپ کہیں کہ اس کی ذات کی کیا کیفیت ہے تو جانیئے کہ اس کی ذات اور اس کے فعل کے لئے کوئی کیفیت نہیں اور اگر آپ دریافت کریں کہ وہ کہاں ہے؟ تو سمجھ لیجئے کہ وہ مکان سے مقدم ہے وہ اپنی عظمت و کبریائی کی وجہ سے عقل اور نظر سے بعید ہے اور اگر آپ اس کی ذات کے متعلق سوال کریں تو معلوم ہو اس کی کوئی مثال نہیں۔ اگر آپ اس کے صفات دریافت کریں تو واضح رہے کہ وہ ایک ہے پاک و بلند و برتر ہے نہ اس نے کسی کو جنا ہے اور نہ وہ کسی سے جنا گیا ہے اور اگر آپ اس کے اسماء کے متعلق پوچھیں تو یقین کیجئے کہ وہ معبود برحق ہے اس کے سوا کوئی دوسرا معبود بننے کے لائق نہیں۔ وہ پوشیدہ اور ظاہر چیزوں کا جاننے والا ہے۔ بڑا بخشنے والا مہربان ہے۔ نیز صوفیائے کرام کا اس پر اتفاق ہے کہ اللہ کی ذات اس دنیا میں نہ آنکھوں سے دیکھی جا سکتی ہے اور نہ ہی اس کو عقل معلوم کر سکتی ہے، مگر یہ یقین ہے کہ وہ ہر جگہ موجود ہے۔ نیز صوفیائے کرام کا اس پر بھی اتفاق ہے کہ ذات خداوندی کا دیدار آخرت میں آنکھوں سے ہی کیا جائے گا۔

فقط والسلام علیکم و علیٰ من لدیکم

☆ ☆ ☆

مسئلہ : کوئی ولی نہ تو نبی کے درجے کو پہنچ سکتا ہے اور نہ وہ شرع کے حکموں سے بچ سکتا ہے برخلاف مجذوب کے کیونکہ اس سے عقل لے لی گئی ہے اور شرع کے حکموں کے ادا کرنے کیلئے عقل والا اور بالغ ہونا شرط ہے اور مجذوب میں عقل کا نام و نشان نہیں ہوتا اس لئے وہ اس تکلیف (پابندی) سے الگ ہو گیا اور یہ شرع کی پابندی تو ایسی ہے جو نبیوں تک سے بھی دور نہیں ہوتی بلکہ سالک جسقدر شرع کی پابندیوں کو برداشت کرے گا اسی قدر خدائے تعالیٰ کی نزدیکی میں ترقی کرتا جائے گا اور ایک روایت میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر تہجد کی نماز بھی واجب تھی اور شرعی پابندیاں بھی آپؐ پر واجب تھیں۔

(از عمدۃ السلوک، حصہ اول، ص ۶۳ - ۶۴)

مکتوب ۱۲

بنام خلیفہ ملا ہیبت اخوند زادہ صاحب ہریپال کسنیوی

احباب کے لئے مفید نصائح کے بیان میں

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حمد اور درود کے بعد اخوی و اعزی ارشدی ملا ہیبت آخوندزادہ صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ منجاب فقیر حقیر لاشی دوست محمد کان اللہ لہ عوضا" عن کل شی ء۔ بعد از سلام مسنون و دعوات ترقیات مشحون مطالعہ فرمائیں کہ اس فقیر کے احوال بمع جمیع درویشاں تادم تحریر حمد کے لائق ہیں۔ خداوند کریم و رحیم کے کرم عمیم سے امیدوار ہوں کہ وہاں پر بھی خیرو عافیت ہو گی۔

چند وہ نصیحتیں بیان کی جاتی ہیں جو احباب کے لئے مفید ہیں۔ پس سنئے۔ اس سلوک کا حاصل جو صوفیائے کرام کے ہاں معمول ہے وہ یہ ہے کہ سالک اللہ کے رنگ میں رنگین ہو جائے اور اس کی عادات رذیلہ و اخلاق خبیثہ فنا ہو جائیں اور سالک جمیع صفاتِ حمیدہ اور اخلاقِ عالیہ سے موصوف ہو جائے اور جذبہ کے مقامات میں جو کیفیات اور انوارات پیش آتے ہیں ان سے وہ منور ہو جائے جس کو یہ فنا اور بقا اور حالاتِ قویہ مکمل طور سے حاصل ہو جاتے ہیں تو اس پر حق تعالیٰ کا پہلو غالب جاتا ہے یعنی وہ تسلیم، رضا، توکل، صبر میں پورا پورا مشتاق ہو جاتا ہے اور اس وقت ان حالات و مقامات میں وہ اپنے ان اغیار پر افضل اور اشرف ہو جاتا ہے جو ان امور میں ثبات نہیں رکھتے۔ نیز معلوم رہے کہ باطنی قبض اور باطنی ظلمت کے رفع کے لئے تلاوتِ قرآن مجید عمدہ لہجہ کے ساتھ کرنی چاہئے یا کسی دوسرے شخص سے قرآن شریف جو عمدہ لہجہ سے پڑھتا ہو سننا چاہئے۔ نماز لمبی قرأت کے ساتھ بڑے خشوع و خضوع سے ادا کرنا چاہئے۔ صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم خدا سے قریب کرنے والے ان ہی اعمال کے نمونے تھے۔ ذوق و شوق و گرمی باطن کے حصول کے واسطے درمیانی غمگین آواز سے ذکرِ جہر کرنے میں کوئی خطرہ نہیں۔ جس وقت دل میں جذب پیدا ہو جاتا ہے تو بے اختیار ذکر کے ساتھ آواز بلند ہو جاتی ہے، اس قسم کے جہر کو کسی نے منع نہیں کیا۔ واضح رہے کہ ذکرِ خفی ذکرِ جہر سے کئی

وجوہ کی بنا پر افضل ہے۔
۱۔ ذکرِ خفی ہر وقت ہو سکتا ہے۔
۲۔ ذکرِ خفی نفی اثبات سانس بند کر کے نرمی و گرمی کے حصول کے لئے مقرر ہے۔
۳۔ ذکرِ خفی میں بدعت ناپسندیدہ سے ایک قسم کا پرہیز ہو جاتا ہے اور مسلمان کی تحقیر اور عیب اور سخن چینی اور اپنی قدر وغیرہ جتانے سے بھی اجتناب حاصل ہو جاتا ہے۔

سالک کو چاہئے کہ وہ اپنے آپ کو عدمِ محض خیال کرے اور اپنے کمالات کو اس کے اصل سے جانے اور اپنے حسنات کو قابل قبول نہ سمجھے اور اپنے گناہوں کو ایک بڑے پہاڑ کی مانند جانے جو اس کے سر پر کھڑا ہے۔ نیز غیر کی برائیوں میں ہمیشہ نیک تاویل کرے اور روزمرہ کے وقائع کو حق تعالیٰ کے ارادہ سے جانے۔ پس اہلِ معرفت رحمتہ اللہ علیہم کا یہی طریقہ ہے۔

سنت شریفہ اور توجہ کا حصول' اعمالِ ظاہری کے بغیر مشکل ہے۔ اعمالِ ظاہری کے انوار کو باطنی اطمینان میں بہت کچھ اثر اور دخل ہے۔ باطن میں التفات اور پیر کی عظمت کا حصول اور ظاہر میں شائستہ اعمال' نیک اخلاق اور عاجزی و انکساری سے آراستہ ہونا کمال عظیم ہے اور اس سے بڑھ کر کوئی دوسرا کمال نہیں ہے۔

اللھم وفقنا لما تحب و ترضی

ترجمہ : اے اللہ ہمیں اس چیز کی توفیق دے جس سے تو محبت کرتا ہے اور جس سے تو راضی ہے

درمیانی راہ میں ذوق و شوق اور عجب نوعیت کے جذبات سالک کو پیش آتے ہیں۔ اس طریقہ کے حالات استمراری ہیں۔ اس طریقہ کے کاملین مقام تجلی ذاتی دائمی میں جو بے پردہ اسماء و صفات ہے کامل دسترس رکھتے ہیں اسی وجہ سے ان کو غایت درجے کی لطافت اور باطن کی صفائی حاصل ہو جاتی ہے کہ جس کا اندازہ عقل نہیں لگا سکتی۔ ناقصین کہا کرتے ہیں کہ اس قسم کے لوگوں کی صحبت میں جمعیت قلب اور صفائی باطن حاصل ہو جاتی ہے باقی کچھ نہیں حالانکہ ایسا نہیں ہے۔ بلکہ ایسے کاملین خدا رسیدہ لوگ تجلی ذاتی کے ذریعہ افاضہ فیوض و برکات میں ہمیشہ شانِ عظیم رکھتے ہیں اور یہی وجہ ہے کہ طلباء کم مدت میں حرارت' شوق اور حضور باطنی پیدا کر لیتے ہیں۔

هُوَ الَّذِىْ جَعَلَ لَكُمْ مِّنَ الشَّجَرِ الْاَخْضَرِ نَارًا"

ترجمہ : خدائے واحد تو وہ ذات ہے جس نے سبز درخت سے آگ نکالی ہے
طالبین الٰہی کو ہمت سے کام لینا چاہئے تاکہ مراتب کمال تک پہنچ جائیں۔ ہر آنچہ شرط بلاغست باتو میگفتم۔ (عروج پر پہنچنے کی جو شرائط ہیں وہ میں نے بیان کردیں)۔
والسلام۔ دعا کرتے رہیں کہ خدا اس فقیر کا خاتمہ بالخیر کرے تاکہ اللہ تعالٰی اپنی عنایت سے اس ناچیز کو ایمان نصیب کرے۔ آمین۔
فقیر حقیر اور خانقاہ شریف کے جمیع درویشوں کی طرف سے جناب ملا ہیبت صاحب آخوندزادہ کی خدمت میں تسلیمات مع الدعوات قبول ہوں۔

نوٹ : اس طریقہ شریفہ مجددیہ میں ذکر خفی کا معمول ہے۔ ہمارے حضرات گرامی کسی کو بھی ذکر جہر کی تلقین نہیں کرتے۔ آپ بھی کسی کو ذکر جہر کی تلقین نہ فرمائیں۔ اگر بے اختیاری کی حالت میں ذوق و شوق اور جوش و خروش کے غلبہ سے زبان پر زور سے ذکر جاری ہو جائے تو کوئی حرج نہیں۔ کیونکہ ایسی حالت سکر کے حکم میں ہے۔ اس لئے معذور قرار دیئے جائیں گے۔

☆ ☆ ☆

سالکین کے لئے معمولات :

سالک کو چاہئے کہ ہر فرض نماز کے بعد آیتہ الکرسی، معوذتین اور تسبیح فاطمہ کا معمول بھی رکھے یعنی بعد کی سنتوں والی نماز میں سنتوں کے بعد اور بغیر سنتوں کی نماز میں فرضوں کے فوراً بعد پڑھا کرے۔ کھانے پینے، سونے جاگنے، اٹھنے بیٹھنے، چلنے پھرنے، خرید و فروخت، لین دین غرضیکہ ہر کام میں (یعنی عبادات، عادات، اخلاق وغیرہ میں) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کرکے نور ایمان کو زیادہ کرے اگر ہو سکے تو ظہر کی نماز کے بعد سورۂ اِنَّا فَتَحْنَا اور عصر کے بعد سورۂ عَمَّ یتساء لون پڑھا کرے اور معشرات السبع بھی پڑھ لیا کرے اور وہ اس طرح ہے : (۱) اللہ اکبر دس بار (۲) الحمد للہ دس بار (۳) سبحان اللہ و بحمدہ دس بار (۴) سبحان اللہ الملک القدوس دس بار (۵) لا الہ الا اللہ دس بار (۶) استغفر اللہ الذی لا الہ الا ھو الحی القیوم و اتوب الیہ دس بار (۷) اللھم انی اعوذبک من ضیق مقام الدنیا و ضیق یوم القیامہ دس بار، صلوۃ التسبیح کی بھی عادت ڈالے اور جمعہ کے روز تو ضرور ہی اسکو پڑھ لیا کرے۔

(از عمدۃ السلوک، حصہ دوم، ص ۱۱۶ ـ ۱۱۷)

مکتوب ۱۳

بنام مولوی محمد عادل صاحب کاکڑ سکنہ ژوب

طریقت کے دو جزو ۱۔ جذب

۲۔ اور سلوک کے بیان میں

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

بعد از حمد و صلوٰۃ اخوی و اعزی محمد عادل آخوندزادہ سلمہ اللہ تعالیٰ من جمیع الافات۔ منجانب فقیر حقیر لاشی دوست محمد کان اللہ لہ عوضا" عن کل شی ء۔ بعد از سلام مسنون عرض یہ ہے کہ طریقت کے دو جزو ہیں اول جزو جذب اور دوم سلوک۔ جذب کے متعلق یہ ہے کہ پیران کبار کی مدد سے جذبہ اجمالاً سالک پر وارد ہوتا ہے اس میں سالک کی کوشش اور اختیار کا کوئی دخل نہیں۔ الاماشاء اللہ کہ وہ بھی محض عنایت خداوندی جل شانہ پر موقوف ہے۔ لیکن جزو ثانی کی تحصیل میں جس کو سلوک کہتے ہیں کوشش کرنی چاہئے۔ اس مقام میں سالک کے لئے ہمت اور کوشش درکار ہے۔ جو کچھ تکمیل کرنی ہو اس میں پوری کوشش سے کام لے۔ چونکہ سالک کو جزو اول تو خداوند تعالیٰ کی عنایت سے حاصل ہوتا ہے۔ لیکن جزو ثانی کے لئے کوشش درکار ہے اس لئے سالک کسی کے فتوے پر عمل نہ کرے بلکہ عزیمت پر عمل کرے۔ حضرات نقشبندیہ کا طریق عزیمت پر مبنی ہے۔ کامل انکساری' عاجزی اور بندگی میں اپنے اوقات عزیزہ کو معمور رکھیں۔ بندہ کو بھی دعا میں یاد فرمائیں کہ حق تعالیٰ اس بے عمل کو ایمان سلامت عطا فرمائے اور ہماری طرف سے خاطر جمع اور تسلی رکھیں کیونکہ یہاں ہر طرح سے خیریت ہے۔

یہاں کے علماء کے چون وچرا کے تفصیلی حالات سے مولوی صاحب مطلع فرمائیں گے

والسلام مالا کلام ۱۳۶۶ھ

☆ ☆ ☆

مکتوب ۱۴

بنام خلیفہ ملا ہیبت آخوندزادہ ہری پال کسیغری

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔

اخوی اعزی ارشدی محبی و مخلصی و مکرمی ملا ہیبت آخوند صاحب دام برکاتہٗ و فیوضاتہ و سلامتہ۔ منجانب فقیر حقیر لاشی دوست محمد المعروف بحاجی عفی عنہ عرض یہ ہے کہ فقیر کے احوال بمع جمیع متعلقین تادم تحریر قادر لایزال کے فضل و کرم سے اچھے ہیں۔ بارگاہ خداوندی سے آنجناب کی سلامتی و عافیت و شریعتہ محمدیہ و طریقہ احمدیہ علیٰ صاحبھا الصلوٰۃ والسلام پر ثبات و استقامت کے لئے دعا کرتا ہوں۔ آپ کو معلوم ہو کہ آپ کا مکتوب مرغوب و راحت اسلوب ملا گنڈھیر کے ہاتھ موصول ہوا۔ حالات مافیہا سے آگاہی ہوئی۔ نہایت خوشی حاصل ہوئی۔ ہمارے بزرگوں کے طریقہ میں پرہیزگاری' تقویٰ' صبر و قناعت توکل اور رضا ہے۔ آپ کو چاہئے کہ آپ ان چیزوں پر قائم رہیں اور کسی وقت بھی یاد خدا سے غافل نہ رہیں اور نہ ہی ذکر الٰہی میں سستی اور کاہلی سے کام لیں۔

ع   یکدم باخدا بودن' بہ از ملک سلیمانی

ترجمہ: وہ لمحہ جو اللہ کی یاد میں گزرے سلیمان علیہ السلام کی بادشاہت سے بہتر ہے۔

باقی محمد عادل کے متعلق یہ ہے کہ فقیر نے چند روز ہوئے اسے قندھار کی جانب روانہ کیا ہے اور دو طلبا بھی ان کے ہمراہ بھیج دیئے ہیں۔ اب تک ان کا تحریرا" حال معلوم نہیں ہوا۔

معتبر اشخاص سے ایک عجیب بات سننے میں آئی ہے وہ یہ ہے کہ شہر کابل میں چھوٹے لڑکوں کی تین عدد قبریں ظاہر ہوئی ہیں جو کوئی ان قبروں پر اپنی حاجت لے کر جاتا ہے خدا وند کریم ان کی برکت سے مراد پوری کر دیتا ہے۔ ان قبروں کی بہت شہرت ہو گئی ہے۔

نوٹ: حاجی صاحب نے اس خبر پر اپنا کوئی خیال ظاہر نہیں فرمایا۔ لیکن اس قسم کے واقعات شیطانی تصرفات کا نتیجہ ہوتے ہیں۔ پس اہل قبور سے تعلق کا معاملہ شریعت کے مطابق ہونا چاہئے۔

آپ ان اذکار و مراقبات کو ہمیشہ کرتے رہیں جن کی آپ کو تعلیم دی گئی ہے۔ ان

میں کسی قسم کا فتور نہ آنے پائے۔ طلباء اور خلق خدا کے ساتھ ترش روئی سے پیش نہ آئیں بلکہ ان کے ساتھ حوصلہ نرمی اور مہربانی سے زندگی بسر کریں۔ خوش خلقی اپنا شعار بنائیں، خانقاہ شریف کے تمام طلباء کی طرف سے تسلیمات قبول ہوں۔

فقط۔ والسلام خیر ختام

☆ ☆ ☆

جذب اور وجد

کسب و مجاہدہ کے بغیر جو باطنی احوال حاصل ہو جاتے ہیں ان کو "جذب" کہتے ہیں اور انہی کو اجتباء و محبوبیت و مرادیت بھی کہتے ہیں قولہ تعالی اللہ یجتبی الیہ من یشاء و یھدی الیہ من ینیب۔ ترجمہ : اللہ تعالیٰ اپنی طرف جسے چاہے کھینچ لیتا ہے اور جو شخص (خدا تعالیٰ کی طرف) رجوع کرے اسکو اپنی طرف راہ دکھاتا ہے۔ کسی عجیب و غریب اور پسندیدہ حالت کا غلبہ جو ریا و مکاری سے نہ ہو بلکہ بے اختیاری سے ہو ان کو وجد یا حال یا جذبہ کہتے ہیں۔ یا یوں کہئے کہ یہ جذب و اجتباء کا ثمرہ ہے اور وجد و حال کا کمال درجہ یعنی اس حال میں محو و بے خبر ہو جانا استغراق کہلاتا ہے...... اللہ تعالیٰ فرماتا ہے و اذا سمعوا ما انزل الی الرسول الخ اور وہ جب اسکو سنتے ہیں جو کہ رسول کی طرف بھیجا گیا ہے تو آپ ان کی آنکھوں سے آنسو بہتے ہوئے دیکھتے ہیں اس سبب سے کہ انہوں نے حق کو پہچان لیا۔ قرآن مجید کی آیتوں کو سن کر رونا آ جانا اور دلوں کا نرما جانا یہی جذبہ اور وجد کی کیفیت ہے جو آیت مذکور سے ظاہر ہے۔

(از عمدۃ السلوک، حصہ اول، ص ۱۰۶ - ۱۰۷)

مکتوب ۱۵

بنام ملا راز محمد آخوندزادہ صاحب قندھاری

"مرید کی استعداد پر ناقص اور کامل پیر کی صحبت کا اثر" کے بیان میں

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ ذی المجد والاکرام و علی نبیہ محمد الف الف صلوۃ و سلام و علی الہ الاطھار و اصحابہ الاخیار ما دامت اللیالی والانھار۔

امابعد! اخوی اعزی ارشدی ملا راز محمد صاحب اوصلہ اللہ الی اقصیٰ المراتب و عصمہ فی الحوادث والنوائب، منجانب فقیر حقیر لاشی دوست محمد المعروف بحاجی عفی عنہ و کان اللہ لہ عوضاً" عن کل شی ء۔ بعد از سلام مسنون و دعوات ترقیات مشحون مطالعہ فرمائیں کہ الحمدللہ یہ فقیر مع درویشوں کے خط لکھنے کے وقت تک مورخہ ۱۷/ جمادی الثانی ۱۳۶۹ھ خیر عافیت سے ہے۔ بارگاہ الٰہی میں آپ کی سلامتی عافیت اور شریعت و طریقت و حقیقت کا جو کرامت سے بالا تر ہے خواہاں و جویاں ہوں۔ خلاصہ یہ کہ آپ کا نوازش نامہ جو مجمع فضائل و کمالات و منبع محامد و نوالات ہے بدست مولوی فتح محمد صاحب موصول ہوا۔ احوال مافیہا سے آگاہی ہو کر مسرت ہوئی۔

بھائی جان فقیر کی یہی آرزو ہے کہ آپ اپنی عارضی زندگی کے باقی سانس خدا وند کریم کے ذکر اور اس کی رضا طلبی میں گزار دیں اور اپنے قیمتی وقت کو جس کا کوئی بدل نہیں ضائع نہ فرمائیں۔ اپنے جمیع اوقات کو شرع شریف کی پابندی کرتے ہوئے ذکر الٰہی میں مشغول رکھیں اور تاکید ہے کہ ہروقت خدا وند کریم کی طرف نہایت عاجزی اور انکساری سے متوجہ رہیں تاکہ اس کی بارگاہ عالی میں قابل قبول ہونے کا شرف حاصل ہو۔ دونوں جہان کی فلاح و بہبودی کا دارومدار عاجزی و انکساری پر ہے۔ آپ اپنے دینی و دنیاوی ظاہری اور باطنی کل کام اپنے پیران کبار کے توسط سے جناب الٰہی کے سپرد کردیں، نیز اپنے جملہ امور کا مالک کارساز حقیقی کو جانیں اور جو واقعات پیش آئیں ان کو بغیرچون

وچرا کے خاموشی کے ساتھ قبول کرلیں۔ کسی کو حقارت کی نظر سے نہ دیکھیں اور ان کے عیبوں سے چشم پوشی کریں۔ کیونکہ اہل اللہ جو کچھ دیکھتے ہیں اور جو کچھ سنتے ہیں حق کی طرف سے جانتے ہیں اور لوگوں سے جو کہ تعینات یعنی مظاہر ہیں نظر کو ہٹا لیتے ہیں۔ برا کہنے والے کو اچھا بدلہ دیتے ہیں اور قصور وار کا قصور معاف کر دیتے ہیں خواہ ان کو کسی سے ایذا یا تکلیف کیوں نہ پہنچے۔ ان کا حال اس مصرعہ کے عین مطابق ہوتا ہے۔ ؎

ہر کہ مارا بد رساند راحتش بسیار باد

ترجمہ : جو کوئی ہمارا برا چاہئے خدا اس کو زیادہ آرام پہنچائے۔

توبہ، صبر، قناعت، زہد، توکل، شکر، خوف، تسلیم و رضا کو اپنا شیوۂ کار بنائیں اور کشف و کرامات اور خوارق عادات کو عام لوگوں کی طرح اہمیت نہ دیں اور اپنی ذات اور ماسوا سے ناامید رہیں۔ فقرو فاقہ کو نعمت عظمیٰ خیال کریں۔ مریدوں کے مال میں کسی قسم کا طمع نہ رکھیں۔ لوگ آپ کو اچھے نام سے یاد کریں یا برے نام سے اس کی کوئی پرواہ نہ کریں۔ دولت اور دولتمندوں کی صحبت سے پرہیز کریں جو کچھ میسر ہو جائے اسے فقراء میں تقسیم کریں۔ علماء اور فقراء کی جان و مال سے خدمت کریں۔ نفس و شیطان کے شر سے مرتے دم تک بے خوف نہ رہیں۔ اپنے آپ کو جمیع مخلوقات سے حقیر جانیں بلکہ اپنے آپ کو ناچیز خیال کریں۔ ایسا کرنا اللہ تعالیٰ کو بہت پسند ہے۔ کسی نے کیا ہی خوب فرمایا ہے۔ ؎

ہر کجا ایں نیستی افزوں تراست　　　کار حق را کار گاہ آں سراست

ترجمہ : جہاں کہیں فنائیت بہت زیادہ ہے وہی جگہ حق کے کام کا کارخانہ ہے۔

بھائی جان ہمیشہ حق تعالیٰ کی طرف متوجہ رہیں۔ روزی کا غم نہ کریں اور نہ ہی رزق کی طلب میں پریشان ہوں۔ کیونکہ خدائے واحد قدوس نے ہی رزق کا ذمہ لیا ہے۔ ہمارے پیران کبار قدسنا اللہ تعالیٰ باسرارہم الاقدس فرماتے ہیں کہ آج کل درویشی لقمہ فروشی ہے یعنی لوگ لقمہ کی خاطر درویشی کو بیچ ڈالتے ہیں خداوند کریم ایسی درویشی سے جو دین فروشی ہے بچائے، پہلے صحیح عقائد کے ساتھ مسلمانی درست کریں اس کے بعد درویشی۔ پس طالب کو ہمیشہ علم لدنی کی طلب اور صوفیائے کرام کی نسبت کی تلاش میں رہنا چاہئے جو غنیمت کبریٰ ہے اور اہل دل کی تجسس اور شیخ کامل و مکمل کی جستجو میں کوشاں رہنا چاہئے۔ اگر کہیں ایسا شخص مل جائے جس کی صحبت مؤثر ثابت ہوئی ہو اور

وہ نسبت جذبی کے لئے کنجی کا کام دیتی ہو تو ایسے شخص کی صحبت اختیار کرنا ضروری ہے تاکہ حالتِ مطلوبہ یعنی یادداشت اور دوام حضور و آگاہی اس کا ملکہ بن جائے۔ شیخ کامل کے لئے یہ ضروری نہیں کہ وہ خوارق عادات' کشفیات و کرامات کا مالک ہو اور اس سے شوق و وجد و حال کا ظہور ہوتا ہو۔ ایسی باتیں تو جوگیوں' فلسفیوں اور برہمنوں میں پائی جاتی ہیں۔ پس اس قسم کی باتیں سعادت کی دلیل نہیں۔ بلکہ شیخ کامل اور مکمل کے پہچاننے کی صحیح علامت یہ ہے کہ وہ ظاہری شریعت' کتاب اور سنت پر مکمل طور سے استقامت کے ساتھ عمل کرتا ہو۔ اس صورت میں وہ متقی کہلانے کا مستحق ہے۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے وِلایت کا دارومدار تقویٰ ہی پر ہے۔ چنانچہ خداوند کریم فرماتے ہیں۔

اِنْ اَوْلِيَاۤءُهٗۤ اِلَّا الْمُتَّقُوْنَ

ترجمہ : بے شک اس کے اولیاء متقی ہوتے ہیں۔

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ بعض اولیاء ملامیوں کی سی روش رکھتے ہیں اور ظاہراً ان میں تقویٰ کے آثار نظر نہیں آتے اس پر بھی بعض لوگوں کو ان سے فیوض باطنی حاصل ہوتے ہیں اس کی کیا وجہ ہے۔ جواب یہ ہے کہ ایسا دیکھنے میں بہت کم آتا ہے اور اعتبار غالب و اکثریت کا کیا جاتا ہے۔ نیز شریعت میں عقل حاکم ہے کیونکہ نفع حاصل کرنے میں ضرر کا دفع کرنا اہم ہے۔ زیادہ مقصود یہی چیز ہے۔ پس جہاں ضرر کا کچھ بھی شبہ پڑے وہاں سے بھاگنا چاہئے اور جو شخص ظاہری طور پر متقی ہو اس کی صحبت اختیار کرنی چاہئے اور اس سے بیعت کرنے میں کوئی نقصان نہیں ہے کیونکہ وہاں ضرر کا احتمال نہیں ہے اس سے کوئی فائدہ پہنچے یا نہ پہنچے۔ اگر اس کی صحبت موثر ہے اور ظاہری و باطنی علماء کے ہاں معتبر ہے تو ایسے شخص کی صحبت کبریت احمر ہے اور اس کو ایک بڑی نعمت شمار کرنا چاہئے اور اگر اس کی صحبت تاثیر نہ رکھتی ہو یا اس کی تاثیر اکابر کے ہاں معتبر نہ ہو تو اس شخص پر حسن ظن رکھتے ہوئے اس کی صحبت کو ترک کر دینا چاہئے اور جہاں مرشد دستیاب ہو وہاں جانا چاہئے۔ کیونکہ مقصود تو حق تعالیٰ جل شانہ ہے نہ وہ مرد مذکور ؎

باہر کہ نشستی نشد جمع دلت	وزتو نرہید زحمت آب و گلت
زنہار صحبتش گریزاں می باش	ورنہ نکند روح عزیزاں بحلت

ترجمہ : جس شخص کے ساتھ تو نے صحبت اختیار کی اور تیرے دل کی جمعیت حاصل نہ ہوئی اور تجھ سے آب و گل زحمت نہ نکلی یعنی سرکشی دور نہ ہوئی تو تو قطعاً اس کی صحبت

سے پرہیز کرو ورنہ عزیزان کی روح تجھ کو معاف نہیں کرے گی (یعنی میں نے تجھ کو بتا دیا میں بری الذمہ ہوں)

اگر کوئی پوچھے کہ وہ تاثیر جو اکابر کے ہاں معتبر ہے اس کی وضاحت کیا ہے تو اس کی تفصیل یہ ہے۔ جس شخص میں یہ تاثیر ہوتی ہے اس کی صحبت میں بیٹھنے سے انسان پر یہ حالت طاری ہو جاتی ہے کہ اس کا دل دنیا سے بیزار ہو جاتا ہے۔ خدا و رسول دوستانِ خدا اور اعمالِ صالحہ کے ساتھ محبت پیدا ہو جاتی ہے۔ نیک کاموں سے انس اور لگاؤ پیدا ہو جاتا ہے اور برے کاموں سے دل کو نفرت پیدا ہو جاتی ہے اس کی صحبت سے۔ بمصداق **اذا راوا ذکر اللہ** خدا یاد آتا ہے۔ اس کو دوام حضوری حاصل ہو جاتی ہے اور یاد الٰہی سے اطمینان و جمعیت پیدا ہو جاتی ہے جو نسبت اس خدا رسیدہ سے اس طالب کو ملی ہے اس کی نسبت اور حالت میں اعمالِ صالحہ کی بناء پر اور بھی زیادہ ترقی ہوتی ہے اور اس سے اگر گناہ کے کام صادر ہو جائیں تو اس کے دل کو تنگی اور بے آرامی محسوس ہوتی ہے۔ جو نسبت اس بزرگ سے حاصل ہوئی ہے اس میں گناہوں کی وجہ سے ایک قسم کا زوال پیدا ہونے لگتا ہے۔ حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔

"اذا سرتک حسنتک و اساء تک سیاتک فانت مومن۔"

ترجمہ : جب تیری نیکیاں تجھے اچھی معلوم دیں اور اپنی برائیوں پر تو غمگین و نادم ہو تو یہ تیرے ایمان کی علامت ہے۔

پس اس قسم کے مرد کو جو ان تاثرات سے بھرپور ہو کامل مکمل جاننا چاہئے اور ان صفات کو جو اس کی صحبت سے حاصل ہوں کمال شمار کرنا چاہئے' کیونکہ اس قسم کے شخص کی صحبت شریعت شریف کا متبع بنانے والی اور دوام آگاہی کے لئے مفید ہے۔ نیز عبادت سے قریب کر دینے والی اور گناہوں سے دور کرنے والی ہے۔ اخلاقِ رذیلہ کو زائل کر دیتی ہے' کبر و غرور' ریا' حب مرتبہ' اور مال کی محبت سے نجات دلاتی ہے۔ اخلاق جمیلہ پیدا کرنے والی اور اوصافِ حمیدہ کا نمونہ بنانے والی ہے۔ اس قسم کی صحبت سے للہی محبت اور بغض' صبر و شکر' رضا' زہد وغیرہ اختیار کرنا طالب کا شعار بن جاتا ہے۔ پس اگر ایسے مرد کامل کی صحبت حاصل ہو سکے تو اسے غنیمت جانے اور اپنے آپ کو مثل مردہ بدست زندہ اس کے حوالے کر دے۔ اس بات کا ضرور خیال رہے کہ جو احوال اور واردات صادر ہوں تو ان کو میزان شرع پر تولنا اور پرکھنا ضروری ہے۔ اگر شریعت کی رو سے جائز

ہیں تو وہ مقبول ہیں ورنہ مردود۔ وہ وجد اور شوق و ذوق جو اس سے بے اختیاری کی حالت میں پیش آئیں تو وہ ان میں معذور ہے' ہاں اگر وہ یہ سب چیزیں اپنے اختیار سے کرے تو شرع انور اس کو پسند نہیں کرتی۔

سالک کو چاہئے کہ وہ اپنے اختیار سے اس قسم کی حرکات نہ کرے کیونکہ اکابرین طریقت نے ان احوال کو اپنے مقصد اور اختیار سے نہیں کیا ہے اور باطل لوگوں کا تو کوئی اعتبار ہی نہیں۔ پس ایسی مجنونانہ حرکتوں میں نہ کوئی مصلحت ہے اور نہ ہی کسی قسم کی بہتری۔

بعض اکابرین نے جو کہا ہے کہ صوفیاء کے رسوم کچھ قدر و قیمت نہیں رکھتے تو ان کا یہ کہنا مذکورہ بالا مجنونانہ حرکات کی بناء پر ہے۔ حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی قدس سرہ العزیز نے اپنے ایک مکتوب گرامی میں فرمایا ہے۔

> "سعادت مند مرید ہر اپنے پیر سے سلوک طریقت میں خوارق عادات اور کرامات دیکھتا رہتا ہے اور غیبی معاملہ میں ہر وقت اس سے مدد چاہتا ہے۔"

پیر کے لئے مریدوں کے علاوہ دوسرے لوگوں کے واسطے خوارق کا ظاہر کرنا ضروری نہیں۔ ہاں مریدوں کی نسبت کے لئے پیر میں بے انتہا کرامات و خوارق ہیں اور مرید پیر میں خوارق عادات کیوں نہ دیکھے گا جبکہ پیر اس کے مردہ دل کو زندہ کرنے والا ہے اور اسے مکاشفہ اور مشاہدہ تک پہنچانے والا ہے۔

سطحی نظر والے عوام جسمی احیاء کو بہت اہمیت دیتے ہیں لیکن خواص کا معیار قلب و روح کی جلا کرنا ہے۔ اس لئے وہ طالب کے مردہ دل کو زندہ کرنے کے در پے ہوتے ہیں اور حق بھی یہی ہے کہ احیائے جسدی کی احیائے قلبی کے مقابلے میں ایسی مثال ہے جیسے کہ راستے میں کوئی گری پڑی چیز جس کی کوئی وقعت نہیں ہوتی۔ کیونکہ احیائے جسدی تو چند روزہ زندگانی پر منحصر ہے اور احیائے روحی و قلبی حیات دائمی اور سرمدی کا وسیلہ ہے بلکہ میں تو یہ کہتا ہوں کہ اہل اللہ کا وجود خود کرامات میں سے اس کی ایک کرامت ہے اور ان کا لوگوں کو شریعت کی طرف بلانا بھی خداوند کریم کی رحمتوں میں سے ایک رحمت ہے۔ ان کا مردہ دلوں کو زندہ کرنا قربات الٰہیہ میں سے ایک علامتِ عظیم ہے۔ یہ دنیا کے لئے امن اور غنیمت ہے۔

بھم یمطرون وبھم یرزقون

ترجمہ : ان ہی کے ذریعہ سے بارش برستی ہے اور ان ہی کے وسیلہ سے رزق دیا جاتا ہے۔

ان کی شان میں وارد ہوا ہے ان کا کلام ہر مردہ دل کے لئے اک دوا ہے اور ان کی نظر ہر خستہ جان و دل کے لئے مژدہ شفا ہے۔ وہ بارگاہ خداوندی کے ہم نشین ہیں' وہ ایسی پاک قوم ہے جس کا ہم نشین کبھی بدبخت نہیں ہو سکتا اور نہ ان کا دوست و انیس کبھی خسارہ پانے والا ہوتا ہے۔ حدیث شریف کے کلمات شریفہ

و ھم قوم لا یشقی جلیسھم ولا یخیب انیسھم

"وہ اللہ کے قرب میں بیٹھنے والے ہیں اور وہ ایسی قوم ہے کہ ان کے ساتھ بیٹھنے والا بدنصیب نہیں رہتا اور ان سے محبت رکھنے والا خسارہ میں نہیں رہتا۔"

ان ہی کے حق میں وارد ہوئے ہیں۔ سچے اور جھوٹے میں جو فرق ہے اس کی بڑی علامت یہ ہے کہ سچا مرد خدا کی شریعت پر پوری استقامت رکھتا ہے اور اس کی مجلس میں بیٹھنے سے سکون قلب میسر ہوتا ہے۔ دل حضرت حق پاک عزاسمہ کی طرف متوجہ اور مائل ہو جاتا ہے' اس قسم کا شخص سچا ہے اور پاک گروہ میں سے ہے اور اولیاء میں اس کا شمار ہے۔ یہ سب کچھ بزرگوں کے ساتھ نسبت رکھنے کی وجہ سے ہے جس کو بزرگوں سے کوئی تعلق نہیں وہ محروم اور خالی ہے۔ ؎

ہرکرا روبہ بہبودی نداشت دیدن روئے نبی سودے نداشت

بھائی جان کار خدائی کا دارومدار اللہ کی طاعت پر ہے۔ ہر وہ چیز جو شرع شریف کے لئے معاون و مددگار ہے وہ مبارک ہے اور جو شریعت میں مخل ہے وہ ممنوع ہے۔ اپنے تمام کاموں کو نیک نیتی کے ساتھ سرانجام دیں اور کسی بھی نیک کام میں سستی و غفلت نہ برتیں۔ حتی الوسع اس کے پورا کرنے میں قدم بڑھائیں اور گوشہ نشینی اور خاموشی کو اپنائیں۔ لوگوں کے ساتھ بقدر ضرورت میل جول رکھیں۔ جمیع اوقات کو مراقبہ اور اللہ کے ذکر میں بسر کریں۔ ہاں فائدہ پہنچانے اور حاصل کرنے کے لئے لوگوں سے میل جول رکھنا بہتر ہے بلکہ اس طرح کی صحبت جس میں فضول باتیں نہ ہوں رکھنا ضروری ہے بلکہ مستحسن ہے ہر برے بھلے کے ساتھ خندہ پیشانی سے پیش آئیں اور معذور شخص کا عذر قبول کریں۔ اچھا خلق رکھئے' لوگوں پر کم اعتراض کیجئے' نرمی سے بات کیجئے' غصہ کے ساتھ کسی سے پیش نہ آیئے' باتیں کرتے وقت یہ خیال رہے کہ کسی کا دل نہ دکھے۔ نہ

زیادہ سوئیں اور نہ ہی زیادہ ہنسیں' کیونکہ زیادہ سونے اور ہنسنے سے دل مردہ ہو جاتا ہے' اپنے تمام کام خدا تعالیٰ کے سپرد کر دیجئے۔ اے عزیز! اپنے آپ کو ہمیشہ یاد الٰہی میں مشغول رکھیں تاکہ تمام کاموں کی تدبیر سے تیرا دل فارغ ہو جائے۔ جب تیرے دل کو اس کے ذکر کی وجہ سے یکسوئی حاصل ہو جائے گی تو اللہ تعالیٰ تیرے سب کاموں کا محافظ اور کارساز ہو گا۔ اپنے بندوں کو تجھ پر مہربان کردے گا اور تیرے تمام امور کو سرانجام دیتا رہے گا۔ نفس کے خطرات میں مشغول نہ ہوں۔ قصہ مختصر اللہ کی یاد میں لگے رہو اور اس پر بھروسہ رکھو۔ جمیع احوال میں سنتِ نبوی علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کے مطابق عمل کرتے رہیں اور بدعت سے حتی الوسع بچتے رہیں اور فراخی کے وقت حدود شریعیہ کی جان و دل سے پوری رعایت رکھیں۔ حالت قبض میں خدا کے فضل کے امیدوار رہیں۔ کسی قسم کی دل تنگی اور مایوسی نہ ہو۔ اللہ تعالیٰ کے وعدے پر مکمل بھروسہ رکھو کیونکہ خداوند کریم کا فرمان ہے۔

"اِنَّ مَعَ الْعُسْرِ یُسْرًا"

ترجمہ : ہر تنگی کے بعد کشادگی ہے۔

خوش حالی اور مصیبت کے وقت میں مساوات کا پہلو ہاتھ سے نہ جانے دیں۔

بھائی جان فقیر کے اخلاق میں یہ باتیں ہونا چاہئیں کہ اس کو فقدان کے وقت سکون حاصل ہو اور وجود کے وقت اضطراب۔ تمام غموں کے ساتھ انس پیدا ہو۔ نیز مصائب کے وقت اس کا ظاہر اور باطن متذبذب نہ ہونے پائے۔ یہ بھی معلوم ہو کہ نسبت کی بے رنگی اور احوال باطن کی بے مزگی اس طریقہ شریفہ مجددیہ کی نسبتِ شریفہ کا کمال ہے جیسا کہ حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی قدس سرہ نے اپنے مکتوبات شریف کی پہلی جلد بائیسویں مکتوب میں جو آپ نے سید حسین مانک پوری کی طرف لکھا تھا فرمایا ہے۔

""اس طریقہ میں ابتداء" شیرینی اور وجدان ہے اور انتہا میں بے مزگی اور فقدان ہے جس کی وجہ سے سالک ناامید اور غمگین ہو جاتا ہے۔"

بخلاف دوسرے طریقوں کے کہ ان میں ابتداء" بے لطفی اور حرمان ہے اور انتہا میں حلاوت اور وجدان ہے۔ اسی طرح مجددیہ طریقہ میں ابتداء" قرب اور شہود حاصل ہوتا ہے اور انتہا میں بخلاف دوسرے مشائخ کے طریقوں کے بعد اور حرمان۔

اللھم ثبتنا علی الشریعتہ المصطفویہ علی صاحبہا

الصلوة والسلام اعتقادا" و قولا" و فعلا و حالا و ظاہرا و باطنا۔ ربنا لا تزغ قلوبنا بعد اذ ھدیتنا و ھب لنا من لدنک رحمتہ ط انک انت الوھاب۔ اللھم ثبتنا علی اعتقاد اھل السنتہ والجماعت و مذھب ائمتہ الحنفیہ و امتنا علیھا واحشرنا علیھا و صلی اللہ تعالی علی خیر خلقہ محمد و الہ و اصحابہ اجمعین امین یا رب العالمین۔

ترجمہ : اے ہمارے رب! ہمیں ہدایت دینے کے بعد ہمارے دلوں کو ٹیڑھا نہ کیجئے اور ہم کو اپنے پاس سے رحمت عنایت فرمایئے بے شک آپ بہت ہی دینے والے ہیں۔ اے اللہ! ہمیں اہل سنت والجماعت کے اعتقادات اور ائمہ حنفیہ کے مذہب پر ثابت قدم رکھئے اور اسی پر موت دیجئے اور اسی پر ہمارا حشر کیجئے۔

بھائی جان آپ کو معلوم ہو کہ شیخ کامل مکمل کے بغیر کسی دوسرے سے اخذ طریقہ جائز نہیں۔ کیونکہ ناقص اپنی خواہشات کا بندہ ہوتا ہے اور جس میں ہوا و ہوس کا تھوڑا سا بھی شائبہ ہو تو وہ اثر نہیں کرتا اور اگر کچھ اثر بھی کرے گا تو بھی ہوا و ہوس میں اضافہ کرے گا جس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ طالب پر ظلمت در ظلمت طاری ہوگی۔ نیز ناقص چونکہ غیر واصل ہوتا ہے اور فنا و بقا کے مقام سے محروم ہوتا ہے اور طلبہ کی استعدادات مختلفہ میں تمیز نہیں کر سکتا اور ان راہوں کو جو حق تعالیٰ کی طرف پہنچانے والی ہوتی ہیں اور جو پہنچانے والی نہیں ہوتیں نہیں جانتا اس لئے وہ غلط طور پر طلباء کو سلوک طے کرائے گا۔ چنانچہ اپنی طرح ان طباء کو بھی گمراہ کرے گا۔

" فتنبت نباتا" مثل کلمتہ کشجرۃ طیبتہ اصلھا ثابت فی الارض و فرعھا فی السماء فصحبتہ کبریت احمر و نظرہ دواء" و کلامہ شفاء وما دونھا خرط القتاد"

ترجمہ : پس اچھی روئیدگی اگتی ہے۔ پاکیزہ کلمہ کی مثال ایسی ہے جیسا کہ پاکیزہ درخت کہ اس کی جڑ زمین میں قائم ہے اور اس کی شاخیں آسمان میں ہیں۔ پس اس کی صحبت سرخ گندھک اور اس کی نظر دوا اور اس کا کلام شفا ہے۔ اس کے علاوہ سب باتیں بیکار ہیں۔

پس وہ شیخ جس کو فنا و بقا اور رجوع کا مقام حاصل ہو گیا ہے وہ طالب کی استعداد کا خیال رکھے گا اور اس کے مطابق اس کے کام کو سرانجام دے گا۔ اگر کسی طالب کی استعداد کو کسی پیر ناقص کی وجہ سے نقصان پہنچا ہے تو وہ اس کی استعداد کو مد نظر رکھتے ہوئے اس کی تربیت کرے گا۔ حقیقت میں پیر کامل ایک حاذق طبیب کے مانند ہے جو پہلے مرض کی تشخیص میں بڑے غور و خوض سے کام لیتا ہے اس کے بعد دوا تجویز کرتا ہے اگر ناقص طبیب کی وجہ سے مرض کی نوعیت بگڑ گئی ہے تو وہ پہلے ناقص دوا کے اثر کو زائل کرے گا بعد میں مرض کو دور کرنے کی کوشش کرے گا۔ پس ایسے ناقص پیر کی صحبت جس نے کہ اپنا کام سلوک اور جذبے کے ساتھ پورا نہیں کیا زہر قاتل ہے اور اس کی طرف رجوع کرنا ایک ایسا مہلک مرض ہے جو اس کی اعلیٰ استعداد کو ضائع کر دے گا۔ پس شیخ کامل مکمل کے بغیر تکمیل حاصل نہیں ہوتی۔ پس طریقہ الی اللہ کا اخذ کرنا ناقص پیر سے جائز نہیں اور نیز کاملین و مکملین کے انکار کرنے والے کے مقلد سے طریقہ اخذ کرنا بھی جائز نہیں۔ اس لئے کہ نسبت ارادت سوائے سیکھنے اور سکھانے اور کمال کے درجے پر پہنچنے کے حاصل نہیں ہوتی۔ اس میں سے کوئی چیز بھی اس منکر میں نہیں ہے۔ مبتدی کو شروع میں حق سبحانہ کی جناب سے کوئی مناسبت نہیں۔ پس اس کے لئے درمیانی واسطہ ضروری ہو گیا اور وہ شیخ کامل و مکمل ہے جس نے کہ اعتدال کے مقام میں نزول کیا ہوا ہے۔ نیز یہ بھی جاننا چاہئے کہ مشائخ کے طریقوں کا دارومدار صحبت پر ہے نہ قیل و قال پر۔ اس لئے کہ وہ مرید طلب میں جھوٹا ہے۔

بعض کاملین جذبے والے حضرات کو ترویج طریقت کی اس لئے اجازت دے دیتے ہیں تاکہ ان کی غفلت دور ہو جائے نہ اس لئے کہ ان کو کمال حاصل ہو گیا ہے۔ کاملین جب لوگوں میں غفلت اور عدم توجہ الی اللہ اور عبادات میں کاہلی دیکھتے ہیں تو وہ ایسے لوگوں کو راہ ہدایت پر لانے کے لئے اہل جذبہ کو شفقت کی وجہ سے ان کی تلقین پر مامور فرما دیتے ہیں سو وہ ان کو تلقین کرنے لگتے ہیں۔ ان پر اہل جذبہ کی صحبت سے ایک قسم کا حال طاری ہو جاتا ہے پس وہ خواب غفلت سے بیدار ہو جاتے ہیں اور ان کی عبادت میں سستی واقع نہیں ہوتی۔ اگرچہ ان کو حقیقتاً کمال حاصل نہیں ہوتا۔ اسی طرح کاملین ان مبتدیوں کو بھی اجازت دے دیا کرتے ہیں جو اہل جذبہ نہیں ہوتے' اس لئے کہ اگرچہ ان کو انوار باطنی کا حصہ حاصل نہیں لیکن پھر بھی لوگوں کو ان سے نفع پہنچتا ہے۔ اس کی مثال ایسی ہے جیسے چقماق کہ جس میں آگ ہوتی ہے لیکن بظاہر آگ سے چقماق کو کوئی

فائدہ حاصل نہیں لیکن لوگ اس سے فائدہ اٹھاتے ہیں۔ پس بخوبی معلوم ہو گیا کہ اجازت اور تاثیر مطلق علامتِ کمال نہیں ہوتی بلکہ رجوع کے بعد ناقصوں کی تکمیل کے لئے کمال کی علامت ہوتی ہے۔ پس کامل مکمل وہ شخص ہے جس کی صحبت طلبا کے لئے کافی ہو اور اس کی نظر شافی ہو۔ جس کا ظاہر اس کے باطن کو مشغول نہ کرے اور نہ اس کے برعکس ہو اس لئے کہ پہلا شخص سالک نہیں ہے اور دوسرا مغلوب الحال ہے۔ کمال اور تکمیل کا مرتبہ تیسرے شخص کے سپرد ہے جو کہ عدالت کے مقام میں نزول کئے ہوئے ہے۔ یہی مرتبہ دعوتِ خلق ہے اور اس مقام میں آنے والا شخص کامل مکمل ہے اور حدیث میں ہے۔

" ان هذا العلم دين فانظر واعمن تاخذون دينكم"

ترجمہ : یہی علم دین ہے پس تم دیکھو کہ تم اپنا دین کس شخص سے حاصل کر رہے ہو۔

اسی کی طرف اشارہ ہے، جو کچھ ہم نے اوپر بیان کیا ہے، اس مرتبہ کو صوفیا کی اصطلاح میں مرتبۂ قلب سے تعبیر کرتے ہیں۔ نیز تاثیر و تاثر اسی مرتبہ کے ساتھ پیوستہ ہے۔ احکامِ شرعیہ کا پورا پورا بجالانا اور امورِ منہیہ سے مکمل طور پر باز رہنا اسی مقام میں حاصل ہوتا ہے۔ اگر ایسی دولت والا اور صاحبِ دل شخص مل سکے تو اس کی صحبت کو سرخ گندھک جاننا چاہئے۔

صحبت روشن ضمیراں کور را بینا کند　　　اختلال چشم عینک را حروف آموز کرد

ترجمہ : روشن دل بزرگوں کی صحبت اندھے کو آنکھوں والا کر دیتی ہے، آنکھ کے خلل کو عینک نے حرف پڑھنے والا بنایا۔

جب ایسا صاحب دل شخص مل جائے اور اس کی صحبت میسر ہو سکے تو مرید کو چاہیے کہ اپنا رشتہ اختیار اس کے حوالے کر دے اور اپنے آپ کو مثل مردہ بدست زندہ اس کے آگے ڈال دے اور اس کے ساتھ ویسا ہی برتاؤ رکھے جیسا کہ صحابۂ کرامؓ حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں رکھتے تھے۔ کیونکہ کامل مکمل درویش ان تمام صفات مذکورہ کے ساتھ حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا نائب ہے اور سردفتر انبیاء کا خلیفہ مطلق ہے۔ علیہ و علیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام۔ پس طالب کو چاہئے کہ ایسے پیر کے روبرو صدیقوں جیسی روش رکھے اور اس سے خوارق عادات طلب نہ کرے۔ اس کے حضور میں زور سے باتیں نہ کرے اور نہ ہی اس کی جانب پاؤں کو دراز کرے اور اس کی

رضا میں اپنا کمال جانے اس سے کسی دوسرے کو بہتر خیال نہ کرے۔ اس کے مصلے پر پاؤں نہ رکھے اور ہر حال میں رابطۂ قلبی کو جو فیوضات حاصل کرنے کا راستہ ہے پیوستہ رکھے۔ نیز غیبت اور حضور دونوں حالت میں ان پر فدا ہو۔ اس کا نام نہایت ادب سے زبان پر لے۔ ہر وقت اس سے ڈرتا رہے اور جو بھی واقعات پیش آئیں اپنے پیر کے سامنے ظاہر کر دے۔ نیز جو واقعات اور مبشرات اس کو کسی دوسرے شیخ سے آتے معلوم ہوں تو بھی وہ انہیں اپنے پیر کی طرف سے جانے۔ کیونکہ مریدوں کی آزمائش کے واسطے بسا اوقات شیخ کے لطائف کسی دوسرے شخص کی شکل و صورت اختیار کر کے مریدوں پر ظاہر ہوتے ہیں اور ان سے مریدوں کو واقعات اور مبشرات حاصل ہوتے ہیں۔ پس ایسی حالت میں مریدوں کو چاہئے کہ وہ اپنے شیخ پر پکا اعتقاد رکھیں اور یہ سمجھیں کہ یہ تمام واقعات و مبشرات اپنے پیر ہی کی بدولت حاصل ہوئے ہیں۔ وغیرہ ذالک۔ باقی امور میں بھی اپنے پیر کی پوری پوری اطاعت کرے تاکہ اسے فیوضات ربانیہ بدرجہ اتم حاصل ہوں۔

فقط والسلام

☆ ☆ ☆

وجد کی حقیقت

مختلف سلاسل کے اولیاء کے یہاں وجد کے واقعات بکثرت ملتے ہیں، حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ اور حضرت ابو علی دقاقؒ کی توجہات سے بعض لوگوں کا وجد میں وصال پانا بھی مروی ہے، خواجہ ہاشم کشمیؒ نے بھی برکات احمدیہ میں ایسے واقعات درج کئے ہیں۔ مثلاً حضرت خواجہ باقی باللہؒ کے احوال میں ہے کہ انکی خدمت میں ایک صاحب خواجہ برہان حاضر ہوئے جو پہلے کسی دوسرے سلسلے میں نسبت اور اجازت حاصل کر چکے تھے وہ تصور شیخ کی نگہداشت سے اس قدر سکر سے مغلوب ہوئے کہ بڑھاپے کے باوجود وہ قریب دو ہاتھ اوپر اچھلتے تھے اور خود کو دیوار و درخت پر مارتے تھے اور کسی طرح قابو میں نہ آتے تھے.......

یاد رہے کہ جو وجد و تواجد اختیاری ہو یا ناجائز امور پر مرتب ہو وہ درست نہیں البتہ غیراختیاری وجد پر ممانعت یا درست نہ ہونے کا حکم نہیں لگایا جا سکتا کیونکہ ایسی صورت میں انسان مکلف ہی نہیں رہتا۔

(از عمدۃ السلوک، حصہ اول، ص ۱۰۹)

مکتوب ۱۶

بنام شیر محمد صاحب خلیفہ کلاچوی
شریعت شریف کی پابندی نیز علم
پر عمل ضروری ہونے کے بیان میں

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمدللہ الذی اطلع فی فلک الازل شمس النبویہ المحمد یہ واشرق من افق اسرار الرسالتہ مظہر تجلیات الاحمدیہ

امابعد ۔ اخوی اعزی ارشدی مولوی شیر محمد صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ فی الدین والدنیا و جعلہ اللہ تعالیٰ عاشقا" و محبا" لذاتہ از فقیر حقیر لاشی دوست محمد المعروف بحاجی کان اللہ لہ عوضا" عن کل شی ء۔ بعد از سلام سنت خیرالانام واضح ہو کہ الحمدللہ فقیر بمع جمیع متعلقین تا تاریخ ۷ ماہ ربیع الاول خیر و عافیت سے ہے' اللہ تعالیٰ آپ کو بھی خیریت سے رکھے اور شریعت محمدیہ پر ثبات و استقامت بخشے عرض یہ ہے کہ بھائی جان ہر وقت ذکر حق میں مشغول اور اسی ہی کی طرف متوجہ رہیئے۔ یہاں تک کہ ایک لحظہ بھی اس کی جناب قدس سے غفلت نہ آنے پائے۔ کیونکہ طالبان حق کے لئے اس راہ کے سوا دوسرا کوئی چارہ نہیں۔ آپ بزرگان طریقہء نقشبندیہ علیہ کی نسبت شریف کی اشاعت میں خوب کوشش کریں کیونکہ موجودہ زمانہ قرب قیامت اور فتنہ و فساد کا زمانہ ہے۔ اس کو عین اللہ تعالیٰ کی مرضی سے جانیئے۔ حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ و سلم فرماتے ہیں۔

" من احب عباد اللہ الی اللہ من حبب اللہ الی عبادہ۔
ومن احیی سنتی بعد ما امیت فلہ اجر مائتہ شہید۔ "

ترجمہ : جو شخص اللہ کے بندوں کو اللہ کے ہاں محبوب کرے گا تو اس کو اللہ تعالیٰ اپنے بندوں میں مقبول اور ہر دلعزیز کرے گا اور جس نے میری سنت کو اس کے مٹ جانے کے بعد زندہ کیا تو اس کے لئے سو شہیدوں کا اجر ہے۔

اجازت کی شرط یعنی طریقہ صوفیہ عالیہ کی ترویج کی شرط یہ ہے کہ شریعت مطہرہ

مصطفویہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلیمات پر ظاہرا" و باطنا" پوری پوری استقامت حاصل ہو۔ یہاں تک کہ ایک ذرہ بھی حتی المقدور شریعت کی حدود سے تجاوز نہ ہو۔ علی الخصوص پانچوں نمازوں کو اول وقت میں باجماعت ادا کریں اور ہر وقت ذکر اور مراقبہ میں مشغول رہیں۔ کم بولیں، کم کھائیں اور لوگوں کے ساتھ کم میل جول رکھیں۔ توبہ، صبر، توکل، قناعت، زہد، شکر، تسلیم، رضا اور خوف کے ساتھ موصوف رہیں۔ عام لوگوں کی طرح کشف و کرامات کو نظر میں نہ لائیں۔ اپنے آپ اور ماسوا سے ناامید رہیں۔ فقر و فاقہ کو نعمت عظمیٰ خیال کریں۔ مریدوں کے مال میں کسی طرح کا طمع نہ رکھیں۔ مخلوق کی مقبولیت اور مردودیت کے در پے نہ ہو جیئے۔ دولت اور دولتمندوں سے دور بھاگیں۔ لوگوں کی غیبت اور مذمت کرنے سے پرہیز کریں۔ ان کے ساتھ مذاق اور مقابلہ نہ کریں۔ ان کی لغزشوں سے چشم پوشی کیجئے۔ نفس اور شیطان لعین کے شر سے مرتے دم تک بے خوف نہ رہیں۔ اپنے آپ کو جمیع مخلوقات کے مقابلہ میں ہیچ جانیں۔ رزق اور روزی کی تلاش میں پریشان نہ ہوں کیونکہ جو کچھ مقدر میں ہے وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ضرور ملے گا۔ عوام الناس اور بے عمل علماء کی طرح علم و عمل اور فضول لچر باتوں کو مخلوقات کے واسطے اور دنیا کو حاصل کرنے کے لئے وسیلہ نہ بنائیں۔ نیز معلوم ہو کہ دینی و دنیوی سعادت علم اور عمل ہی میں مخفی ہے بشرطیکہ یہ دونوں محض اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کیلئے ہوں اور حبیبِ خدا محمدِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی متابعت کے (قول و فعل و عمل کی رو سے) عین موافق ہوں۔ اگر کوئی شخص حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال و افعال و اعتقاد کا عالم ہو لیکن عمل نہ کرتا ہو تو وہ حقیقی معنوں میں عالم نہیں۔ جیسا کہ ایک حدیث میں آیا ہے۔

> "حضرت ابی درداؓ نے حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا ہے حضور نے فرمایا ہے "وہ شخص عالم نہیں جو اپنے علم پر عامل نہیں۔"

والسلام

مکتوب ۱۷

بنام ملا قطب الدین صاحب اخوندزادہ

دائمی ذکر میں مشغول رہیں اور غفلت میں ڈالنے والے شغل سے دور رہیں

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمدللہ و سلام علی عبادہ الذین اصطفی

امابعد! اخوی اعزی ارشدی ملا قطب الدین صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ الولی الواہب و اوصلہ اللہ تعالیٰ الی اقصی المراتب۔ از جانب فقیر حقیر لاشی دوست محمد کان اللہ عوضا" عن کل شی ء۔ بعد از سلام مسنونہ و دعوات ترقیات مشحونہ مطالعہ فرمائیں کہ الحمدللہ یہاں کے فقراء کے احوال حمد کے لائق ہیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کو بھی شریعت مطہرہ و طریقہ عالیہ پر دائمی سلامتی' عافیت استقامت بخشے۔ آمین۔ عرض یہ ہے کہ آپ کا مکتوب مرغوب و راحت اسلوب پہنچا۔ حالات مافیہا سے آگاہی ہوئی۔ اللہ تعالیٰ آپ کو جزائے خیر عطا فرمائے۔ جناب من عاقل اور دانا وہ شخص ہے جو پانچوں نمازوں کو جماعت مسنونہ کے ساتھ اول اوقات مستحبہ میں ادا کرے اور اپنی عارضی زندگی کو ذکر الٰہی میں مصروف رکھے کیونکہ دین و دنیا کی فلاح و بہبودی اسی پر منحصر ہے۔ جمیع انبیائے کرام علیہم السلام اور اولیائے عظام علیہم الرضوان ہمیشہ ذکر خداوندی اور لا الہ الا اللہ یعنی اسم ذات اور نفی و اثبات میں مشغول رہے ہیں۔ یہاں تک کہ ان کا کوئی لحظہ اور لمحہ بھی بغیر یاد الٰہی کے نہیں گزرا۔ وہ ماسوا اللہ سے بالکل تعلق نہ رکھتے تھے۔ وہ تمام اوقات میں جناب قدس کی طرف ہی متوجہ رہتے تھے۔ جیسا کہ قادر مطلق نے اپنے کلام پاک میں رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمایا ہے۔

واذکر اسم ربک

ترجمہ : ہروقت اپنے پروردگار کو یاد کرو

خواہ دن میں خواہ رات میں خواہ کام میں مصروف ہوں۔ یہاں تک کہ دائمی حضوری حاصل ہو جائے۔ بہرحال کوئی بھی شغل اور عمل ہو یاد حق سے خالی نہ رہے اور اگر تمہیں یہ

خطرہ ہو کہ فلاں شغل اور عمل ذکر حق سے دور رکھے گا تو ایسے شغل اور عمل سے کنارہ کشی اختیار کر لینا چاہیئے۔

وَتَبَتَّلْ اِلَیْہِ تَبْتِیْلاً ○

ترجمہ : ہر اس کام سے منقطع ہو جا جو تجھے یاد الٰہی سے باز رکھے۔

اور اپنے پروردگار ہی کو یاد کر کیونکہ قیامت کے روز کسی چیز سے بھی خلاصی نہ ملے گی۔ مگر فقط اس دل سے جو اغیار میں گرفتار نہ ہو اور ان کے پھندوں سے صحیح سالم بچا ہوا ہو۔ جیسا کہ خداوند کریم کلام پاک میں فرماتے ہیں۔

یَوْمَ لَا یَنْفَعُ مَالٌ وَّلَا بَنُوْنَ اِلَّا مَنْ اَتَی اللّٰہَ بِقَلْبٍ سَلِیْمٍ۔

ترجمہ : قیامت کے روز مال و اولاد کسی کو کوئی فائدہ نہیں دیں گے مگر وہ شخص جو صحیح سلامت دل بارگاہ ایزدی میں لے کر حاضر ہو گا۔

پس حضور اکرم محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کرنے والوں پر لازم ہے کہ قول و فعل و حال و ظاہر و باطن میں آپ کی متابعت بجان و دل کریں۔ ماسوا اللہ سے انقطاع کو اپنا پیشہ بنا لیں اور ورع، تقویٰ، صبر، توکل، تسلیم و رضاء حق جل شانہ کو اپنا شیوہ بنا لیں۔ نیز بھائی جان اپنے آپ کو ہر وقت یاد حق جل شانہ میں محبوس رکھئے تاکہ آپ کا دل جمیع عوائق و علائق اور ماسویٰ اللہ سے فارغ ہو جائے اور صفائی و حضور اس کا ملکہ ہو جائے۔ جب آپ کا دل جمیع غیراللہ سے صاف اور یکسو ہو کر متوجہ الی اللہ ہو جائے گا تو پھر وہ ذات کریم عزاسمہ آپ کے تمام دینی و دنیاوی امور کو کفایت کرے گا۔ قل کہ اللہ بس و ماسویٰ عبث و ہوس، فانقطع علیہ النفس۔ اصل کام یہی ہے باقی سب ہیچ۔

والسلام

مکتوب ۱۸

بنام ملا امان اللہ صاحب ہراتی

شیخ کی وفات پر اظہارِ غم۔ ایصالِ ثواب کی تلقین

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔

الحمدللہ و کفی و سلام علی عبادہ الذین اصطفی۔

امابعد! اخوی اعزی ارشدی ملا امان اللہ آخوندزادہ صاحب سلمہ اللہ عن جمیع الحوادث والنوائب از جانب فقیر حقیر لاشی دوست محمد المعروف بحاجی کان اللہ لہ عوضاً" عن کل شی۔ بعد از سلام مسنون و دعوات ترقیات دارین مشحون معلوم ہو کہ الحمدللہ فقیر کے احوال بعنایت قادر لایزال عز شانہ حمد کے لائق ہیں۔ بارگاہ ایزدی سے آپ کی صحت و عافیت اور شریعت مطہرہ عالیہ پر ثبات و استقامت کا خواہاں و جویاں ہوں۔ عرض یہ ہے کہ امسال ۱۸/ شعبان المعظم ۷۷ ۲اھ کو سالانہ قافلہ پیشوا و رہبر طائفہ عرفاء غوث زماں قطب دوراں مولانا و سیدنا و مرشدنا حضرت صاحب قبلہ و کعبہ قلبی و روحی فداہ و قدسنا اللہ تعالیٰ بسرہ الاقدس و نور اللہ مرقدہ الشریف کے انتقال پر ملال کی وحشت و کلفت پہنچانے والی خبر ملی۔ غم و الم کی کوئی انتہا نہیں پریشانی اور خستہ حالی اس قدر غالب ہے کہ قلم تحریر کرنے سے عاجز ہے اور زبان بیان سے قاصر ہے۔ الغرض جمیع جہان بلکہ زمین و آسمان اس ناتواں کی آنکھوں میں سیاہ و تاریک ہے۔ لیکن چونکہ ہرذی روح کو یہی شاہراہ درپیش ہے پس بجز صبر اور قضائے الٰہی پر راضی ہونے کے دوسرا کوئی چارہ نہیں اور نہ ہی کوئی مفر ہے۔ ہروقت یہ عاجز حضرت قبلہ مرحوم و مغفور کی روح پر فتوح کو مسلسل دعوات مغفرت سے یاد کر رہا ہے۔ **اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّآ اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ** ط

بھائی جان! یہ سب ظاہری اور باطنی نعمتیں جو اس مسکین حزیں کو نصیب ہوئی ہیں یہ محض آں عالی حضرت غوث منزلت قدسنا اللہ تعالیٰ بسرہ الاقدس و نوراللہ تعالیٰ مضجعہ الشریف کے طفیل اور برکات سے پہنچی ہیں۔ پس آپ کو بھی چاہئے کہ اب جب تک آپ زندہ رہیں حضرت صاحب قبلہ و کعبہ پیر دستگیر رحمتہ اللہ علیہ کی روح پر فتوح کو دعوات مغفرت سے یاد شاد فرماتے رہا کریں کیونکہ خدا کے دوستوں ہی کی دوستی پر سعادت

کونین اور دولت دارین کا انحصار ہے۔ آنحضرت قبلہ قدس سرہ السامی کا مزار پر انوار جنت البقیع میں حضرت عثمان ذی النورین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے روضہ مبارک کے جنوبی طرف واقع ہے۔ آپ کا وصال شریف ۲ر ربیع الاول منگل کے روز ۷۷ ۱۲ھ کو ہوا ہے۔

دوسرے عرض یہ ہے کہ آپ حکام وقت کے ساتھ کسی قسم کا تعلق نہ رکھیں۔ ان کی صلح و صلاحیت کے کاروبار کو اہل دنیا کے لئے ہی چھوڑ دیں۔ اگر آپ کا آنا یہاں ممکن ہو سکے تو آپ اپنے گھر کو ان کے شور و شغف سے دور کسی گوشہ تنہائی میں لے جا کر اس طرف تشریف لے آئیں تاکہ ایک دوسرے سے ملاقات ہو سکے۔ اگر ان کے شور و شر سے خلاصی نہ ہو سکے اور آپ کا ادھر آنا ناممکن ہو تو اپنے گھر میں ہی اپنے اصلی کاروبار یعنی یاد حق جل شانہ میں مشغول رہیں اور اس فقیر کو بھی دعائے حسن خاتمہ سے یاد شاد فرماتے رہا کریں تاکہ اللہ تعالیٰ خاتمہ بالخیر عطا فرمائے آمین۔ و صلی اللہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقہ محمد و آلہ و اصحابہ اجمعین۔

والسلام خیر ختام۔

شرائط مسترشد:

مرید کیلئے بھی بیعت تقویٰ کے شرائط ہیں اور وہ یہ کہ بیعت ہونے والا عاقل، بالغ اور شوق والا ہو اس لئے کہ نابالغ اور دیوانہ خود ایمان کا مکلف نہیں تو تقویٰ اور عبادتوں میں مجاہدہ کرنے کا کیونکر ہو سکتا ہے؟ اور حدیث شریف میں آیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ایک لڑکا حاضر ہوا تاکہ آپ سے بیعت کرے آنحضورؐ نے اسکے سر پر ہاتھ پھیرا اور اس کے واسطے برکت کی دعاء کی لیکن بیعت نہ لی، بعض بزرگوں نے لڑکوں کو بیعت کرنا جائز رکھا ہے وہ برکت اور نیک فالی کیلئے ہے اور دلیل اس کی صحیح مسلم شریف کی حدیث ہے کہ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ، حضرت عبداللہ کو بیعت کے واسطے لائے اور وہ سات یا آٹھ برس کے تھے پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انکو اپنی طرف توجہ کرتے ہوئے دیکھ کر مسکرائے پھر ان سے بیعت لی!

(از عمدۃ السلوک، حصہ اول، ص ۴۶)

مکتوب ۱۹

بنام ملا میرواعظ صاحب آخوند

مقامِ فنا۔ مسند نشینی پیرو بزرگی کی حقیقت اور اس کا پوشیدہ رکھنا۔ بدنی صحبت بے بہا نعمت ہے

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔

الحمد للہ و سلام علی عبادہ الذین اصطفی

امابعد! اخوی اعزی ارشدی ملا میرواعظ آخوندزادہ صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ از جانب فقیر حقیر لاشے دوست محمد کان اللہ لہ عوضا" عن کل شی ء۔ بعد از سلام مسنون و دعوات ترقیات دارین مشحون مطالعہ فرمائیں کہ الحمدللہ یہاں کے احوال بفضل و کرم الٰہی حمد کے لائق ہیں۔ دعا ہے اللہ تعالیٰ آپ کو خیرو عافیت سے رکھے اور شریعت مطہرہ پر استقامت عطا فرمائے۔ آمین۔ عرض یہ ہے بھائی جان کتب کلامیہ اہل سنت والجماعت (شکر اللہ تعالیٰ سعیھم) کے موافق اپنے عقائد کو درست رکھیں اور احکام شرعیہ فقہ' فرائض و واجبات و سنن و مستحبات پر عمل کریں اور حلال و حرام و مکروہ و مشتبہ وغیرہ چیزوں کا خیال رکھیں اس کے بعد آپ کے لئے یہ بھی لازم ہے کہ اپنے قیمتی اوقات کو طاعت اور ظاہری و باطنی عبادات سے معمور رکھیں۔ قلب کی صفائی اور نفس کی پاکی حاصل کرنے میں اپنے آپ کو سرگرم رکھیں۔ کیونکہ اعمالِ شرعیہ اور احوالِ طریقت و حقیقت سے اصلی مقصود پاکی نفس اور صفائی دل ہے۔ جب تک کہ نفس کو پاکی اور دل کو سلامتی حاصل نہ ہو جائے اس وقت تک ایمان حقیقی کا حاصل ہونا محال ہے۔ پس دل کی سلامتی اس وقت حاصل ہو سکتی ہے جب بندہ کے دل میں اللہ کے سوا کسی دوسری چیز کا دخل نہ ہو۔ اگر کسی پر ہزار سال گزر جائیں اور اس مدت میں اس کے دل میں غیر کا خیال نہ گزرا ہو یہاں تک ماسویٰ اللہ اس سے بالکل فراموش ہو جائیں اور یاد دلانے پر بھی ماسویٰ اس کے یاد نہ آئیں تو اس مقام کو ہمارے بزرگانِ طریقت مقامِ فنا سے تعبیر کرتے ہیں اور یہی راہِ سلوک میں پہلا قدم ہے۔ بھائی جان طالب حق کو چاہئے کہ وہ اس حد تک کوشش کرے کہ اس کا ایک سانس بھی حضورِ حق سے خالی نہ جائے اور نہ ہی غیر کا اس کے دل

میں کچھ دخل آنے پائے۔ نیز بارگاہ ایزدی میں اس کو اس قدر حضور اور شہود حاصل ہو جائے کہ وہ اس دنیا سے بالکل آزاد ہو جائے اور اس کے شواغل اور لذاتِ فانی سے بالکل چھٹکارا پا جائے۔ اس بلند و ارفع نعمت کا حصول اس وقت تک میسر نہیں ہو سکتا جب تک کہ اپنے انفاس کی یہاں تک پاسبانی نہ کی جائے کہ گوشہء دل میں کوئی چیز ماسویٰ اللہ کے جولانگاہی نہ کر سکے۔ ساتھ ہی جمعیت باطنی اور حضور دائمی ملکہ بن جائے۔

عزیز من اس آخری زمانے میں بعض اشخاص نے نہ تو سلوک طے کیا ہے اور نہ ہی اس راستے کے نشیب و فراز کو دیکھا ہے اور نہ ہی قوم سالکین کی فنا اور بقا کی اصطلاحات سے واقفیت حاصل کی ہے ان سب چیزوں سے بے بہرہ ہوتے ہوئے محض اپنی پیرزادگی اور صاحب زادگی کی بنا پر مسند ارشاد پر بیٹھ جاتے ہیں اور خوارق عادات و کشفیات سنا سنا کر قسم قسم کی ڈینگیں ہانکتے ہیں۔ ہمیشہ لوگوں کو مطیع کرنے کے لئے اپنی ہمت کو صرف کرتے ہیں۔ یہ حضرات فضول باتیں کرنے اور غیبت و افترا اور جھوٹ بولنے سے پرہیز نہیں کرتے۔ اپنے آپ کو اپنے زمانے کے قطب اور متصرف ظاہر کرتے ہیں۔ الغرض وہ ہر وقت اپنی تعریف اور دوسروں کی عیب جوئی کرتے رہتے ہیں۔ اپنے باپ دادا کی بزرگی پر فخر اور تکبر کرتے ہیں۔

ہر طریقہ کے اکابر دین خواہ نقشبندیہ و قادریہ ہوں۔ چشتیہ و سہروردیہ ہوں۔ قلندریہ خواہ شطاریہ و مداریہ و کبرویہ ہوں۔ سالکین خواہ حنفی المذہب ہوں' یا مالکی' یا شافعی یا حنبلی المذہب ہوں سب کے سب اس پر متفق ہیں کہ خوارق عادات اور تصرفات و کشفیات اس راستہ کے مقاصد میں سے نہیں۔ کیونکہ پانی میں تیرنا مچھلیوں کا کام ہے' ہوا پر اڑنا پرندوں کا وظیفہ ہے اور غیبی خبروں سے مطلع کرنا جوگیوں کا شیوہ ہے اور مشرق سے مغرب تک پل بھر میں جانا شیطان کا کام ہے۔ یہ سب کام ہیچ ہیں اور بزرگان دین کے ہاں کرامت اور بزرگی یہ ہے کہ ظاہرا" سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی متابعت سے آراستہ اور باطنا" حق تعالیٰ سبحانہ میں مستغرق ہو اور اس کا دل غیر کی محبت سے خالی ہو۔ اپنے جمیع افعال اور صفات کو عاریتا" خیال کرے اور اپنے آپ میں بجز نقص اور عیوب کے اور کچھ نہ دیکھے۔ ؎

کار این است غیر ازیں ہمہ ہیچ

ترجمہ: اپنے آپ میں عیبوں اور نقص کا دیکھنا ہی ایک بڑا کام ہے اور اس کے سوا سب بیکار۔

پس اللہ تعالیٰ اگر سالک کو اپنے اسرار پوشیدہ سے آگاہ کردے اور اس کو تصرفات پر قدرت بخش دے اور گزرے ہوئے اور آئندہ آنے والے واقعات سے مطلع فرما دے تو سالک کو چاہئے کہ وہ ان سب کو پوشیدہ رکھنے کی کوشش کرے۔ نہ یہ کہ ان کو لوگوں کے سامنے ظاہر کردے۔ کسی بزرگ نے کیا ہی خوب فرمایا ہے کہ

"جیسا پیغمبروں پر معجزوں کا ظاہر کرنا فرض ہے اسی طرح اولیاء کرام پر کرامات کا پوشیدہ رکھنا فرض ہے۔"

دوسرے بزرگ فرماتے ہیں۔

"انبیاء علیہم السلام کے لئے موجب عقوبت وحی کا بند ہونا ہے اور اولیاء کرام کے لئے باعث عقوبت کرامات کا ظاہر کرنا اور مومنوں کے لئے عقوبت کا سبب طاعات میں کوتاہی کرنا ہے اور اس حال کے عین مطابق ایک بزرگ نے غزل میں فرمایا۔ ؎

تا مہر تو دیدیم زذرات گزشیتم از جملہ صفات از پئے آں ذات گزشیتم

ترجمہ: جب سے ہم نے تیرا سورج دیکھا ہے تو ہم نے ذرات کو چھوڑ دیا ہے اس ذات کے لئے ہم تمام صفات سے گزر گئے۔

در خلوت تاریک ریاضات کشیدیم در واقعہ از سبع سموات گزشیتم

ترجمہ: ہم نے اندھیری رات میں ایسی ریاضتیں کی ہیں کہ واقعہ میں ہم ساتوں آسمان سے گزر گئے۔

دیدیم کہ اینہا ہمہ خواب است خیال است مردانہ ازیں خواب و خیالات گزشیتم

ترجمہ: ہم نے دیکھا کہ یہ سب خواب و خیال ہے پس ہم اس خواب و خیال سے مردانہ وار گزر گئے۔

بابا سخن از کشف و کرامات چہ گوئی چوں ماز سر کشف و کرامات گزشیتم

ترجمہ: تو ہمیں کشف و کرامات کی کیا باتیں سناتا ہے جبکہ ہم کشف و کرامات سے گزر گئے ہیں۔

اے شیخ اگر جملہ کمالات تو این است خوش باش کزیں جملہ کمالات گزشیتم

ترجمہ : اے شیخ اگر تیری تمام خوبیاں یہی کشف و کرامات ہیں تو تو خوش رہ کیونکہ ہم تو ان تمام کمالات سے گزر گئے۔

اینہا بحقیقت ہمہ آفات طریقند مادر طلب دوست زآفات گزشیتم

ترجمہ : سب حقیقت میں طریقت کی آفتیں ہیں۔ ہم تو دوست کی طلب میں ان آفتوں سے گزر گئے۔

ما ازپئے نورے کہ بود مشرق انوار از مغرب آں کوکب مشکات گزشیتم

ترجمہ : ہم مشرق کے انوار کی تلاش میں مغرب کی قندیل کے ستارے کی پرواہ نہ کرتے ہوئے گزر گئے۔

حضرت خواجہ باقی باللہ قدس سرہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے خالص بندوں کے لئے کشفیات وغیرہ کے اظہار کرنے کی کوئی ضرورت نہیں۔ طالب خدا کے لئے اعتقاد کا درست رکھنا احکام شرعیہ کو پورا پورا بجالانا اور ہمیشہ جناب حق جل شانہ کی طرف متوجہ رہنا ضروری ہے۔ دولت عظمیٰ اگر ہے تو یہی ہے باقی سب ہیچ۔ پس اس شاہراہ پر چلنے والے کے لئے ضروری ہے کہ وہ اپنے جمیع مکشوفات و واقعات کو دائرہ ماسویٰ میں داخل کرے اور کلمہ لا کے ساتھ ان کی نفی کرے اور خدائے واحد کی ذات کو ہی ہر وہم و خیال کے احاطہ سے بالا تر جانے۔

اکابرین طریقہ عالیہ نقشبندیہ نے واقعات و کشفیات اور خوارق عادات کو کوئی وقعت نہیں دی ہے۔ اسی واسطے انہوں نے دوام حضوری ہی کو دولت کبریٰ جانا ہے' یہی وجہ ہے کہ ان پر ماسویٰ اللہ کا نسیان ہمیشہ غالب رہتا ہے۔ حضرت شیخ یحییٰ منیری قدس سرہ فرماتے ہیں کہ

> "دنیا میں بت پرستی بہت ہے اور عارفین کے گروہ کا بت ان کی کرامات ہیں اگر کرامت سے ان کو تسکین قلب ہوتی ہے تو یہ سمجھے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی معرفت سے محروم ہیں' اور اگر کرامات کے اظہار سے پرہیز کریں اور اسے مقصود نہ جانیں تو ذات واحد عزاسمہ تک ان کی رسائی ہو جائے گی۔"

اگر کوئی اللہ کا ولی اللہ کے سوا باقی چیزوں سے قطع تعلق کر لے تو وہ حقیقت میں صاحب

ولایت ہے۔ پس ہر وہ سالک جس نے کرامت پر ہی تکیہ کیا ہو اور اس کو اپنے لئے کامیابی کا ذریعہ اور مقصد جانا ہو تو وہ حقیقت میں اپنے اصلی مقصد سے کوسوں دور بھاگا۔ کیونکہ یہ کلیہ قوم کے ہاں مقرر ہے کہ محبت کا تحقق اس صورت میں نہیں ہو سکتا جس میں دوست سے اعراض اور غیر کے ساتھ میل کرنا دونوں جمع ہوں۔

من شغلک عن اللہ فھو صنمک

ترجمہ : جس چیز نے تمہیں اللہ سے غافل کر دیا تو وہی تمہارا بت ہے۔

ہمارے اس مدعا پر دلیل صریح ہے چونکہ آدمی مٹی سے پیدا کیا گیا ہے پس اس کو اپنی اصل کا تابع ہونا چاہئے یعنی خاکسار ہونا چاہئے اور غرور خود بینی سے پرہیز کرنا چاہئے' نہ ہی اپنے گزشتہ بزرگوں پر فخر کرنا چاہئے۔ بلکہ اسے چاہئے کہ عجز و نیاز اور خاکساری کو اپنا طریقہ بنائے اور اپنے آپ کو ساری دنیا سے کم تر جانے اور ہر وقت خداوند تعالیٰ سے ڈرتا رہے۔ نیز بارگاہ ایزدی سے دائمی سعادت کی توفیق طلب کرے تاکہ وہ اپنی عجز و خاکساری کے وسیلہ اور شکستگی و انکساری کے ذریعہ سے بارگاہ رب العزت میں مقبول ہو جائے اور اس پر سعادت اور نیکیوں کے دروازوں میں سے کوئی دروازہ کھل جائے' کیونکہ بندہ کے لئے اللہ تعالیٰ سے قرب حاصل کرنے کا راستہ سوائے عجز و نیاز اور انکساری کے اور کوئی دوسرا راستہ نہیں اور نہ ہی خود بینی کے مقابلہ میں کوئی دوسرا حجاب محکم تر ہے۔

حضرت خواجہ خواجگان پیر پیراں حضرت شاہ نقشبند قدس سرہ فرماتے ہیں۔

> "اگر ولی کا کسی باغ میں گزر ہو اور باغ کے ہر ایک پتے سے یا ولی اللہ کی صدائیں آنے لگیں تو بھی اسے چاہئے کہ وہ ظاہراً" و باطناً" ان صداؤں کی طرف ذرہ بھر بھی التفات نہ کرے بلکہ ہر لحظہ اور ہر لمحہ بندگی' تضرع اور عاجزی میں زیادہ سے زیادہ کوشش کرے۔"

حضرت امام ربانی مجدد و منور الف ثانی قدس سرہ السامی اپنے اس مکتوب نمبر ۲۲۲ جلد اول میں جو آپ نے خواجہ محمد اشرف کابلی کی طرف تحریر کیا تھا فرمایا ہے۔

> "ایک بزرگ نے فرمایا ہے مرید صادق وہ ہے کہ جس کے بائیں ہاتھ کا کاتب بیس سال کی مدت تک اس کی کچھ برائی نہ لکھے اور نہ ہی اس کو اس کی برائیوں کے لکھنے کا موقعہ حاصل ہو سکے۔"

اور یہ فقیر پر تقصیر اپنے ذوق اور وجدان سے اپنے بارے میں معلوم کرتا ہے کہ میرے دائیں ہاتھ کے کاتب کو بیس سالوں میں کوئی ایسی میری نیکی نہیں ملے گی جسے وہ

اپنے دفتر میں درج کر لے خدا گواہ ہے کہ میں یہ بات کسی تکلف کی بناء پر نہیں کہتا۔ نیز یہ بات بھی اپنے ذوق سے جانتا ہوں کہ انگریز کافر مجھ سے بدرجہا بہتر ہے اور اگر اس کی وجہ مجھ سے پوچھی جائے تو میں بتا دینے سے عاجز نہیں ہوں۔ نیز اپنے ذوق سے اپنے آپ کو گناہوں میں غرق پاتا ہوں اور اپنے بائیں ہاتھ کے کاتب کو اس لائق سمجھتا ہوں کہ وہ میری ہر بدی کو جو مجھ سے سرزد ہو اپنے دفتر میں درج کر لے۔ میرا بایاں کاتب ہمیشہ کام میں لگا ہوا ہے اور میرا دایاں کاتب نکمہ اور بیکار بیٹھا ہوا ہے۔ اپنے دائیں ہاتھ کے دفتر کو خالی اور سفید دیکھ رہا ہوں اور بائیں ہاتھ والے دفتر کو پر اور سیاہ دیکھتا ہوں۔ بجز اللہ تعالیٰ کے کسی دوسرے سے امید نہیں رکھتا ہوں۔ ذات واحد کے سوا بخشش کے لئے ہاتھ کسی اور کے سامنے دراز نہیں کرتا۔

"اللهم مغفرتک اوسع من ذنوبی و رحمتک ارجی عندی من عملی۔"

ترجمہ : یااللہ تیری بخشش میرے گناہوں سے زیادہ وسیع ہے اور مجھے اپنے عمل کی نسبت تیری رحمت پر زیادہ امید ہے۔

دعا مذکورہ میرے موافق حال ہے۔ عجب بات ہے کہ حق تعالیٰ کے فیوضات اور واردات اس دید قصور کی تائید کرتے ہیں بلکہ اپنی عیب بینی کو تقویت دیتے ہیں اور بجائے غرور کے منقصف زیادہ کرتے ہیں۔ نیز رفعت و تکبر کی بجائے تواضع اور انکساری کو بڑھاتے ہیں اور ایک ہی وقت میں کمالات ولایت سے مشرف بھی ہوتا ہوں۔ لیکن اپنے عیوب کو زیادہ دیکھتا ہوں۔ بلند مراتب تک جتنی رسائی ہوتی ہے اتنا ہی اپنے آپ کو نچلے درجہ میں پاتا ہوں بلکہ میری بلند پروازی ہی میرے لئے عجز و انکساری کا سبب ہے دانا شاید میری اس بات کا یقین اور اعتبار نہیں کریں گے لیکن اگر ان کو اس کا راز معلوم ہو جائے تو شاید پھر یقین کر لیں۔

سوال : ان دو متنافی باتوں کے جمع ہونے کا کیا بھید ہے اور ایک متنافی کا وجود دوسرے متنافی کے وجود کا کیوں سبب ہے؟

جواب : دونوں متنافیوں کا جمع ہونا اس شرط پر محال ہے جبکہ محل دونوں کا واحد ہو اور جس کا ہم ذکر کر رہے ہیں وہاں محل متعدد ہیں۔ اوپر کے لطائف کی طرف پرواز کرنی انسان کامل کا عالم امر میں سفر کرنا ہے اور نچلے لطائف میں آنا عالم خلق میں سفر کرنا ہے۔ عالم امر کے لطائف میں جس قدر اوپر کو جائیں

اتنی ہی بے مناسبتی عالم خلق کے ساتھ زیادہ ہو جاتی ہے اور وہی بے مناسبتی عالم خلق کا نیچے ہونے کے باعث ہے اور عالم خلق میں جتنا نیچے آئیں اتنی ہی سالک کو بے لذتی ہوتی ہے اور اسے اپنے عیوب زیادہ سے زیادہ نظر آنے لگتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ منتہی آرزو کرنے لگتے ہیں کہ وہ واپس ان لذتوں کو حاصل کریں جو ابتدا میں ان کو میسر ہوئی تھیں اور جو انتہا میں ہاتھ سے نکل گئی ہیں اور ان کی بجائے بے مزگی اور بے لطفی آگئی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ عارف انگریز کافر کو اپنے آپ سے بہتر جانتا ہے اس واسطے کہ ہر کافر میں اس کے عالم امر کا عالم خلق سے مل جانے کی وجہ سے نورانیت ہے اور عارف میں یہ امتزاج (یعنی عالم امر کا عالم خلق کے ساتھ مل جانا) دور ہو چکی ہے۔ بلکہ اس کا عالم خلق تنہا رہ گیا ہے جس کے باعث عارف پر نیستی کا اطلاق ہوتا ہے۔ عالم امر کے لطائف خواہ کتنے ہی نیچے آئیں وہ عالم خلق کے ساتھ نہ ہی کوئی اختلاط رکھتے ہیں اور نہ ہی کسی قسم کی آمیزش۔

آپ کا مکتوب جو آپ نے خواجہ محمد طاہر کے ہاتھ روانہ کیا تھا پہنچا۔ آپ کو معلوم ہو کہ رابطہ کا حاصل ہونا مناسبت کلی پر منحصر ہے اس کو جدائی کے زمانے میں بڑی نعمتوں میں سے جانیں اور جب موانع ہٹ جائیں تو پھر قرب قلوب ہی پر اکتفا کیجئے اور اس قربت کے باوجود بدنوں کے قرب کو (یعنی باہمی صحبت) ہاتھ سے نہ جانے دیجئے کیونکہ ساری نعمتیں اسی قرب پر موقوف ہیں۔ حضرت اویس قرنیؓ کو باوجود قرب قلبی کے قرب بدنی حاصل نہ ہوا اس واسطے وہ ان حضرات کے ادنیٰ آدمی کے درجے کو بھی نہیں پہنچے جس کو رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ قرب بدنی حاصل تھا۔ پس یہی وجہ ہے کہ ان کا سونے کا پہاڑ صدقہ و خیرات میں دے دینا ثواب کی رو سے صحابیوں کے ایک پاؤ قدر جو کے خیرات کرنے کے برابر بھی نہیں۔ پس معلوم رہے کہ صحبت جیسی بے بہا نعمت کے ساتھ دوسری کوئی نعمت مقابلہ نہیں کر سکتی۔ (صحابہ کرامؓ کو جمیع امت پر فضیلت اور شرافت اسی صحبت شریف نبویہ کے باعث حاصل تھی۔)

بھائی جان ولی اور مدعی کی علامات بالتفصیل بیان کرتا ہوں تاکہ آپ کو ولی اور مدعی کے درمیان فرق معلوم ہو جائے۔ پس جانئے کہ ولی کی علامت یہ ہے کہ سب سے پہلے وہ اہل سنت والجماعت کے اعتقادات پر ثابت قدم ہو اور باقی سب اہل قبلہ یعنی شیعہ، وہابیہ، رافضیہ وغیرہ وغیرہ فرقوں کے اعتقادات سے دور رہتا ہو۔ نیز ان کی خلاف قیاس

روایتوں پر عمل نہ کرتا ہو۔ نیز احکام فقہ خصوصا" مذہب حنفیہ پر پورا پورا عامل اور کاربند ہو یہاں تک کہ اس سے فرائض، واجب، سنن و مستحبات و مندوبات وغیرہ میں کسی قسم کا قصور واقع نہ ہو کیونکہ باطنی آراستگی اور زیبائش کا وسیلہ ظاہری آراستگی ہے۔ اس کو صوفیائے کرام کے دس مقامات، توبہ، رجوع الی اللہ، زہد، پرہیز گاری، ورع، صبر، شکر، توکل، تسلیم، رضا، اجمالاً یا تفصیل وار حاصل ہوں۔ نیز اس کی صحبت میں یہ تاثیر ہونا چاہئے کہ جو شخص اس کی صحبت میں جا بیٹھے تو اس کا دل دنیا اور اہل دنیا سے سرد ہو جائے۔ نیز اس کے ہم نشینوں کے دلوں سے غفلت زائل ہو جائے۔ نیز وہ اپنے آپ کو جمیع مخلوقات سے بدتر جانے نہ یہ کہ وہ اپنی تعریف خود کرے نیز وہ جمیع اخلاق حمیدہ اور اوصاف پسندیدہ مثلاً تواضع، علم، حوصلہ، بردباری، مروت، قدردانی، نرمی، سخاوت، خندہ پیشانی، خوش خلقی، سچائی، عجز و نیاز، بے آزاری وغیرہ صفات سے موصوف ہو اور حرام و مکروہ و مشتبہ سے پرہیز کرتا ہو۔ غرض کہ وہ تمام بھلے کاموں اور نیک اعمال سے آراستہ اور مزین ہو اور جمیع امور میں خلق نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ متخلق ہو۔ پس ایسے شخص کی صحبت جس میں مذکورہ بالاصفات موجود ہوں نعمت عظمیٰ اور دولت کبریٰ ہے اور اگر کوئی محض پیرزادگی کی بناء پر مسند ارشاد و شیخی پر بیٹھ گیا ہو لیکن وہ نہ تو سنت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر عامل ہو اور نہ ہی احکام شرعیہ پر محکم ہو اور گلہ، جھوٹ، جھوٹی قسمیں کھانے اور برے اخلاق سے پرہیز نہ کرتا ہو، بس خبردار! ہوشیار! ایسے شخص کی صحبت میں ہرگز نہ بیٹھیں بلکہ دور بھاگیں اور اگر ممکن ہو سکے تو اس شہر میں بھی نہ رہیئے جس میں وہ رہتا ہو۔ ایسا نہ ہو کہ کہیں آپ کا اس کے پاس گزر ہو جائے اور اختلاط باہمی ہو جانے کی وجہ سے کارخانہ خدائی میں خلل پڑ جائے۔ ایسا شخص امامت اور رہبری کے قابل نہیں بلکہ وہ مخفی چور اور پوشیدہ شیطان ہے جس نے شیطانی جال پھیلا رکھا ہے۔ پس آپ کشفیات اور خوارق عادات کتنی بھی اس سے دیکھیں پھر بھی اس کی صحبت سے اتنا دور بھاگیں جیسا کہ شیر سے بھاگتے ہیں۔ ؎

اے بسا ابلیس آدم روئے است   پس بہرو ستے نباید داد دست

ترجمہ : خبردار بہت سے لوگ ظاہری شکل و شباہت سے تو انسان ہیں لیکن باطنی طور سے شیطان ہیں۔ پس ایسوں سے بیعت نہیں کرنا چاہئے۔

دست ناقص دست شیطانست و دیو زانکہ اندر دام تکلیف است و دیو

ترجمہ : کیونکہ ناقص کا ہاتھ شیطان و دیو کا ہاتھ ہے۔ ان کے جال میں جو بھی پھنس گیا اس کو سوائے تکلیف و پریشانی کے اور کچھ حاصل نہیں ہو گا۔

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقہ محمد و آلہ و اصحابہ اجمعین۔

والسلام

فنا و بقا:

فنا کے یہ معنی ہیں کہ خدا تعالیٰ کی ہستی کا ظہور سالک کے ظاہر و باطن میں یہاں تک غالب آ جائے کہ ماسویٰ کی اسکو کچھ بھی سمجھ یا تمیز نہ رہے اور فنائے فنا یعنی فنائے حقیقی اسکو کہتے ہیں کہ سالک اپنے وجود اور اپنے شعور دونوں کو گم کر دے نہ ہی اپنی ذات سے واقف رہے نہ ہی اپنے غیر سے اور اسی موقع کے لئے کہا گیا ہے کہ موتوا قبل ان تموتوا (یعنی اپنے مرنے سے پہلے مرجاؤ) اور ان ہی معنی پر بولا گیا ہے کہ آدمی کا وجود ہی نہیں رہتا جیسا کہ دن کے وقت سورج کی روشنی میں ستاروں کا وجود گم ہو جاتا ہے حالانکہ حقیقت میں ان کا وجود موجود ہے۔ واللہ اعلم

فنا کے بعد جو کیفیت حاصل ہوتی ہے اس کو بقا اور فناء الفناء کے بعد کی کیفیت کو بقاء البقاء کہتے ہیں۔ (از عمدۃ السلوک، حصہ دوم، ص ۱۲)

وہ علم جو خاص اپنی ذات کے متعلق ہے اسکو بھول جانا ایک مشکل اور تکلیف دینے والا کام ہے کیونکہ ہر ایک انسان اپنی ذات کے علم سے ایک لحظہ بھر بھی غافل نہیں ہے اور ہمیشہ خود باخود ہے، پس اپنی خودی سے چھٹکارا کامل اولیاء اللہ کے سوا کم ہی کسی کو نصیب ہوتا ہے۔ (ایضاً، ص ۱۴)

مکتوب ۲۰

بنام ملا میر واعظ صاحب موصوف الصدر
اہلِ مجاہدہ کے لئے دس اہم خصلتیں!

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ و سلام علی عبادہ الذین اصطفی۔

امابعد۔ اخوی اعزی ملا میر واعظ صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ۔ منجانب فقیر حقیر لاشی دوست محمد المعروف بحاجی کان اللہ لہ عوضا" عن کل شی ء کی طرف سے سلام مسنون اور دعاؤں کے بعد عرض ہے کہ اس جگہ کے احوال بفضل قادر مطلق حمد کے لائق ہیں۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ آپ سب کو خداوند کریم سلامتی و عافیت سے ہمکنار اور شریعت اور طریقت کے جادہ مستقیم پر ثابت قدم رکھے۔ خلاصہ یہ ہے کہ بھائی جان آپ کو معلوم ہو کہ اہل مجاہدہ اور محاسبہ اور اولوالعزم کے لئے دس خصلتیں ہیں جن کو انہوں نے اپنے نفس کے لئے تجربہ سے مفید پایا ہے پس جنہوں نے ان خصلتوں پر مضبوطی کے ساتھ استقامت حاصل کی تو وہ بحکم الٰہی شریعت کے منازل کو پہنچ جائیں گے۔ لہٰذا پہلی خصلت یہ ہے کہ بندہ اللہ تعالیٰ کی قسم خواہ جھوٹی ہو یا سچی نہ کھائے۔ نہ جان بوجھ کر اور نہ ہی بھولے سے۔ اگر اس نے قسمیں نہ کھانے کا مصمم ارادہ کرلیا ہے اور استقامت حاصل کرلی ہے یعنی وہ بھولے سے یا جان بوجھ کر قسم ہرگز نہیں کھاتا تو اللہ تعالیٰ اس کے لئے اپنے امور کا دروازہ کھول دے گا جس سے اس کے دل کو نفع پہنچے گا اور اس کا مرتبہ بلند ہو گا۔ اس کا عزم پختہ ہو گا اس کی بصیرت قوی ہو گی اور بھائیوں اور دوستوں میں اس کی تعریف کی جائے گی۔ اپنے پڑوسیوں کی نظر میں وہ بزرگ ہو گا۔ یہاں تک کہ جو شخص اس کو دیکھے گا اس کی اقتدا کرے گا اور جو اس کو پہچانے گا وہ اس سے ڈرے گا مگر یہ اس وقت جبکہ وہ اس کام کو کرے اور اس کا نفس اس پر قرار پکڑتے ہوئے اس کام کا عادی ہو جائے تو خداوند تعالیٰ اس کا سینہ کھول دے گا اور اس کے عمل کو پاکیزہ کردے گا۔

دوسری خصلت یہ ہے کہ ہر قسم کے جھوٹ سے خواہ وہ مذاق میں ہو یا سنجیدگی میں پرہیز کرے اس لئے کہ جب اس نے ایسا کیا اور اپنے نفس کو اس کا حکم دیا اور اپنی زبان

کو اس کی عادت ڈالی تو اللہ تعالیٰ اس کے سینہ کو کھول دیتا ہے اس کا عمل اس سے صفائی حاصل کر لیتا ہے۔ یہاں تک کہ وہ جھوٹ کو نہیں پہچانتا۔ پس جب وہ جھوٹ کو کسی غیر سے سنتا ہے اور وہ اس کو ایک عیب سمجھتا ہے اور اس سے اس کے نفس کو شرم آتی ہے اور اس شخص کے لئے جھوٹ زائل ہونے کی دعا کرتا ہے یعنی اس کی یہ عادت جاتی رہے تو اس کو اس کا ثواب ملے گا۔

تیسری خصلت یہ ہے کہ وہ کسی سے کسی چیز کا وعدہ کرے گا تو خلاف ورزی کرنے سے ڈرے گا جبکہ وہ اس کے پورا کرنے پر قادر ہے۔ مگر کسی عذر سے نہ کر سکا تو بیان کر دے گا۔ اپنے وعدے کو ہرگز نہیں توڑے گا۔ اس لئے کہ وہ اپنے امر کے لئے زیادہ قوی ہے اور اپنے طریقہ کے لئے زیادہ معتدل ہے کیونکہ وعدہ خلافی کرنا جھوٹ میں سے ہے۔ پس جب وہ ایسا کرے گا تو اس کے لئے سخاوت کا دروازہ کھول دیا جائے گا اور اس کو حیا کا درجہ حاصل ہو گا اور اس کو صادقین کی دوستی عطا کی جائے گی اور اللہ کے نزدیک اس کا درجہ بلند ہو گا۔

چوتھی خصلت یہ ہے کہ وہ مخلوق میں سے کسی پر لعنت نہ بھیجے اور نہ ہی مخلوق کو کسی قسم کا ضرر پہنچائے اس لئے کہ یہ خصوصیات ابرار اور صادقین کے اخلاق سے تعلق رکھتی ہیں۔ بہرحال ان کا انجام نیک ہے اور آخرت میں درجات بلند ہونے کا سبب ہے۔ اللہ تعالیٰ اس اخلاق حمیدہ کی بناء پر سخت ترین جان لیوا موقعوں پر اپنے بندہ کی حفاظت کرے گا اور لوگوں کے ضرر و ایذا سے محفوظ رکھے گا اور بندوں کے لئے اس کو رحمت بنائے گا اور اپنے ہاں اس کو قرب عطا فرمائے گا۔

پانچویں خصلت یہ ہے کہ وہ کسی کے حق میں بددعا نہ کرے خواہ کسی نے اس پر ظلم ہی کیوں نہ کیا ہو۔ نہ کسی کے حق میں زبان طعن دراز کرے اور کسی کو اس کے کئے کی بری جزا دے کیونکہ جزا کا دینا اللہ تبارک وتعالیٰ کی شان مبارک کے شایان ہے پس ان عادتوں والے حضرات کے درجات بلند ہو جاتے ہیں۔ جب اس کو ان کے ساتھ ادب حاصل ہو جاتا ہے تو وہ دنیا و آخرت میں بلند مقام حاصل کرتا ہے اور تمام مخلوق کے دلوں میں خواہ وہ نزدیک ہو یا دور اس کی محبت پیدا ہو جاتی ہے اور اس کی دعا قبول ہوتی ہے اور نیکی میں اس کو بلندی حاصل ہوتی ہے اور مومنوں کے لئے دلوں میں اس کی عزت حاصل ہوتی ہے۔

چھٹی خصلت یہ ہے کہ وہ اہل قبلہ میں سے کسی پر شرک، کفر، نفاق کی شہادت نہ

دے۔ یہ خصلت رحمت کے زیادہ قریب اور درجہ کو بلند کرنے والی ہے اور مکمل ایمان کی نشانی ہے۔ اللہ تعالیٰ کے غضب سے دور کرنے والی اور اس کی رضا سے زیادہ قریب کرنے والی ہے۔ یہ دروازہ نہایت ہی شریف اور کریم ہے جو بندہ کو مخلوقات پر رحم کرنے کا وارث بنا دیتا ہے۔

ساتویں خصلت یہ ہے کہ وہ ظاہری اور باطنی گناہوں سے اپنی نظر اور اعضا کو بچائے رکھے کیونکہ ان اعمال سے دل و اعضاء کو دنیا میں جلد ثواب حاصل ہوتا ہے اور آخرت میں اللہ کے ہاں اجر عظیم کا ذخیرہ میسر ہو گا۔ پس اللہ تعالیٰ سے دعا مانگیں کہ وہ یہ خصلتیں عطا فرمائے اور اللہ تعالیٰ کی ذات کے سوا دوسری امنگیں ہمارے دلوں سے نکال دے۔

آٹھویں خصلت یہ ہے کہ وہ مخلوق میں سے کسی پر تھوڑا بہت احسان نہ جتائے وہ آزاد ہو اور کسی کا محتاج نہ ہو۔ یہ عابدوں اور متقیوں کے لئے عزت و شرف کا باعث ہے اور اسی کے ذریعہ وہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر پر قابو پالیتا ہے۔ پس جب وہ اس مرتبہ کو پہنچ جائے گا تو خداوند تعالیٰ اس کو غنا اور یقین عطا فرمائے گا اور اللہ کے ہاں معتبر لوگوں میں اس کا شمار ہو گا۔ وہ اپنی حاجت کسی کے سامنے لے کر نہیں جائے گا۔ اس کی نظر میں سب لوگ برابر ہوں گے اور یہ عزو شرف مومنین و متقین کو اخلاص سے قریب کرنے والا ہے۔

نویں خصلت یہ ہے کہ وہ جمیع مخلوق سے کسی قسم کا لالچ نہیں رکھے گا۔ (مگر خدائے وحدہ لا شریک سے)۔ پس بے شک یہی بڑی عزت ہے اور خالص غنا ہے اور یہ بڑی بادشاہت ہے اور فخر کا باعث ہے اور صحیح معنوں میں توکل ہے اور اللہ تعالیٰ پر بھروسہ رکھنے کے دروازوں میں سے یہی ایک دروازہ ہے اور زہد کے دروازوں میں سے بھی ایک دروازہ یہی ہے۔ اسی کے ساتھ وہ ورع حاصل کر سکتا ہے اور کل شریعت کے احکام اسی سے مکمل ہوتے ہیں اور یہی علامات ان لوگوں کی ہیں جو اللہ سے رجوع کرتے ہیں۔

دسویں خصلت تواضع ہے یہ عابد کے درجہ کو بلند کرتی ہے اور اللہ کے ہاں اس کو عزت اور بلندی دلاتی ہے اور لوگوں کے ہاں بھی اس کا مرتبہ بلند ہوتا ہے۔ بس یہی خصلت سب عبادات کی جڑ اور سب کا کمال ہے۔ ان ہی کے ذریعہ بندہ نیک لوگوں کے درجات حاصل کر لیتا ہے اور وہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ نرمی و تکلیف میں راضی برضا رہتا ہے۔ کمال تقویٰ یہی ہے۔ وہ ان خصائل کے ہوتے ہوئے بھی اپنے آپ کو کسی سے افضل نہ جانے گا۔ اور یہی خیال کرے گا کہ ممکن ہے اللہ کے ہاں فلاں شخص کا بڑا درجہ

ہو اور وہ اس کے نزدیک نیک لوگوں میں سے ہو جب وہ اپنے سے کم عمر والے کو دیکھے گا تو وہ یہی کہے گا کہ اس نے اللہ کی نافرمانی نہ کی ہو گی اور میں بڑا گناہگار ہوں پس وہ مجھ سے بہتر ہے اور اگر وہ اپنے سے زیادہ عمر والے کو دیکھے گا تو وہ یہ کہے گا کہ یہ مجھ سے پہلے خداوند کریم کا پورا پورا مطیع ہے اور اگر عالم کو دیکھے گا تو کہے گا کہ اس کو وہ علمی دولت عطا کی گئی ہے جو مجھے نہیں دی گئی اور جس چیز کا میں جاہل ہوں وہ عالم ہے اور اگر جاہل کو دیکھے گا تو کہے گا کہ اس نے اس جہالت کی وجہ سے اللہ کی نافرمانی کی ہے اور میں نے علم کے ہوتے ہوئے اس کی نافرمانی کی ہے۔ میں نہیں جانتا کہ میرا خاتمہ کیسا ہو گا۔ اگر کافر کو دیکھے گا تو کہے گا کہ میں کچھ نہیں جانتا ممکن ہے کہ خداوند کریم اس کا خاتمہ ایمان پر کرے اور اسلام سے مشرف فرمائے اور معلوم نہیں کہ میں کافر ہو جاؤں اور میرا خاتمہ بالخیر نہ ہو' اور یہ بات اللہ سے محبت اور قرب کی علامت ہے اور اول میں بھی اور آخر میں بھی یہی بات ہے جو بندوں کو اللہ کے قرب پر باقی رکھتی ہے۔

جب بندہ یہ گمان کرلیتا ہے تو اللہ تعالیٰ اسے تمام گمراہیوں سے محفوظ فرما لیتا ہے اور اسی وجہ سے اس کے درجات بھی بلند ہوتے ہیں۔ اس قسم کے شخص کا شمار خداوند کریم کے ہاں برگزیدہ بندوں میں ہو جاتا ہے۔ قرب الٰہی اسے حاصل ہو جاتا ہے اور یہ آدمی شیطان کے دشمنوں میں شمار کیا جاتا ہے۔ وہ ہر قسم کے شر سے محفوظ ہو جاتا ہے کیونکہ وہ کبر سے دور خود پسندی سے پرے اور تکبر سے امن میں ہو جاتا ہے اس کا درجہ دین کے اعتبار سے دنیا اور آخرت میں بلند ہوتا ہے۔ یہی عبادت کا مغز اور عابدین کی شرافت کی انتہا ہے۔ پس شریعت پر چلنے والوں کا یہی شیوہ ہے۔ شریعت کی پابندی سے افضل کوئی اور شے نہیں ہوتی۔ ایسا شخص کسی کی عیب جوئی نہیں کرتا اور اس کے دل سے کجی' برائی' کبر وغیرہ ہر صورت میں نکل جاتا ہے اور اس کا ظاہر و باطن ایک ہو جاتا ہے یعنی اس کی زبان اور دل ایک ہو جاتا ہے اور نصیحت کے بارے میں کیا چھوٹا کیا بڑا اس کی نظر میں یکساں ہوتا ہے۔ اس میں یہ بری عادت بھی نہیں ہوتی کہ منہ پر کسی کی تعریف کرے اور پیٹھ پیچھے برائی۔ کیونکہ ایسا کرنا عابدوں کے لئے آفت ہے اور زاہدوں کے لئے ہلاکت اور یہ یاد رہے کہ ایسا جب ہی ہو سکتا ہے جبکہ اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے ان کے دل و زبان کو اس برائی سے محفوظ رکھے۔

بھائی جان معلوم ہو کہ حضرت امام غزالی قدس سرہ العزیز نے احیاء العلوم میں فرمایا ہے

"علماء اور حکماء نے اتفاق کیا ہے کہ سعادت اخروی کی طرف اس کے سوا اور کوئی راستہ نہیں کہ انسان اپنے آپ کو ہوا و ہوس سے بچائے اور شہوات کی مخالفت کرے۔ پس ایسے شخص کیلئے ایمان واجب ہے۔"

دوسری جگہ فرماتے ہیں۔

"جو شخص بڑا دانا ہے اس کو درجہ بھی بڑا عطا کیا گیا ہے۔ پس ایسا شیخ اپنے آپ کو ہیچ خیال کرے گا اور اپنے نفس کو تہمت زیادہ دے گا اور سخت نادان وہ ہے جو اپنے آپ کو دانا خیال کرتا ہے۔ بڑا عقلمند وہ ہے جو اپنے نفس کو زیادہ تہمت دینے والا ہے۔"

پس صوفیائے کرام کا گروہ جمیع لوگوں کے مقابلے میں اللہ تعالیٰ کے ساتھ زیادہ حسن ظن رکھنے والا ہے۔ لیکن اپنے نفس کے ساتھ سخت بدگمان ہوتا ہے۔ صوفیائے کرام اپنے آپ کو کسی دینی اور دنیوی بہتری کے لائق نہیں سمجھتے۔

حارث محاسبیؒ سے عبودیت کے متعلق نقل کیا گیا ہے کہ عبودیت یہ ہے کہ تو اپنے آپ کو کسی چیز کا مالک نہ جانے اور یہ خیال کرے کہ مجھے کسی کام میں بھی کوئی فائدہ یا نقصان پہنچانے کا اختیار نہیں اور سلطان العارفین بایزید بسطامی رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ معرفت یہ ہے کہ تو جانے کہ مخلوق کی حرکات و سکنات اللہ تعالیٰ کے ساتھ کیا ہیں۔ پس تہمت سے پرہیز واجب ہے۔ پس جب تو لوگوں کی عیب جوئی کا درپے ہو کر ان کے متعلق بدظنی کرنے لگے تو سمجھ لے کہ یہ تیری باطنی خباثت ہے اور بے شک یہ ایسی خباثت ہے جو شر نفس نے تراشی ہے اور عارف کامل اپنے نفس کو پہچانتے ہوئے ہر لحظہ اور ہر آن اپنے ایمان پر خائف ہوتا ہے کیونکہ وہ اپنے نفس کے عیوب سے آگاہ ہوتا ہے۔ اس واسطے وہ لوگوں کے عیوب کے درپے نہیں ہوا کرتا اور اسی واسطے وہ ہر وقت اپنے نفس کو اللہ کی عبادت میں صرف کیا کرتا ہے یہاں تک کہ وہ اللہ کی عبادت سے کسی وقت بھی فارغ نہیں ہوتا۔

اہل سنت والجماعت کے جمیع مشائخ خواہ وہ کسی امام کے پیروکار ہوں یعنی حنفی یا مالکی ہوں، شافعی یا حنبلی ہوں اور خواہ جس طریقۂ صوفیہ سے وہ منسلک ہوں نقشبندی ہوں یا قادری، چشتی ہوں یا سہروردی، کبروی ہوں یا مداریہ، قلندری ہوں یا شطاری سب کے سب مذکورہ بالا اوصاف سے موصوف ہوتے ہیں۔

والسلام اولاً و آخراً و ظاہراً و باطناً"۔ فقط

مکتوب ۲۱

بجانب پیر دستگیر خود حضرت شاہ احمد سعید صاحب مجددی دہلوی ثم المدنی رحمتہ اللہ علیہ

اپنا اور دیگر خلفاء کا حال

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ و سلام علی عبادہ الذین اصطفے

امابعد۔ کمترین بے عمل فقیر حقیر لاشے دوست محمد المعروف بہ حاجی کی طرف سے بجناب خدام ذی المجدو الاحترام ذات قدسی صفات معدن اسرار الٰہی مخزن انوار لامتناہی، ہادی گمراہان بوادی غوایت حامی عاکفان ماویٰ ہدایت غوث زمان قطب دوراں ساقی شراب اذواق الٰہی، فائض انوار حضور و آگاہی زبدۃ العارفین عمدۃ الواصلین وارث الانبیاء والمرسلین المستغنی توصیف الواصفین۔

لا یدرک الواصف المطری خصائصہ
و ان یک سابقاً فی کل ما وصفا

ترجمہ : آپ کی پاکیزہ خصوصیات دائرہ بیان سے باہر ہیں۔ بے شک وہ تمام صفتیں جو سابق بزرگوں میں تھیں وہ بدرجہ اتم آپ میں موجود ہیں۔

ہمارے شیخ حضرت شاہ احمد سعید صاحب جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہمارے قبلہ اور وسیلہ ہیں میری جان و دل ان پر قربان ہو اور ان کے لازوال فیوضات کا آفتاب اور برکات کا ماہتاب ہم پر اور جملہ مریدوں پر تاقیامت چمکتا رہے۔ فقیر بعد سلام مسنونہ بصد عجز و نیاز و انکساری و ادب جیسا کہ خاکساروں اور غلامان خاص کا شیوہ ہے، عرض کرتا ہے کہ حضور پرنور مخدوم زادہ حافظ مولوی محمد مظہر صاحب قدس اللہ تعالیٰ اسرارہم (جو ظاہری کمالات اور باطنی حالات کا منبع ہیں) کا سرفراز نامہ عنبر شمامہ موصول ہو کر باعث مسرت ہوا۔ بوسہ دیا اور آنکھوں سے لگایا۔ اس نامہ گرامی میں آپ نے اس غلام کے حالات اور جمیع فرشتہ صفات خدام کے حالات جو اجازت سے مشرف ہوئے ہیں اور طریقہ مجددیہ

کی اشاعت میں مشغول ہیں دریافت فرمائے ہیں۔ اپنی کم مائیگی کی وجہ سے بندہ ان اسرار کے اظہار کرنے میں ننگ و عار محسوس کرتا ہے لیکن اللہ تعالیٰ سبحانہ کی اس آیت شریفہ کے حکم کے مطابق

و اما بنعمت ربک فحدث ○

ترجمہ : اور اپنے رب کی نعمتوں کا ذکر کرو

اپنی اور حضور کے جملہ غلاموں کی ان نعمتوں کا شکر جو حضور کے قلب اور سینہ مبارک کے فیوضات کے وسیلہ سے ہم کو نصیب ہوئی ہیں (میری جان و دل آپ پر قربان ہوں) قاصد کی حیثیت سے صاحبزادہ عالی شان کی تعمیل حکم کے لئے اور اپنی سعادت ابدی کی خاطر بیان کرتا ہوں۔

اس ناکارہ کے حالات حضور نے معلوم کئے ہیں لہٰذا عرض کرتا ہوں۔ پہلی مرتبہ جب حضور سے رخصت ہو کر آیا تو یہ محسوس کیا کہ مجھے انسانیت سے نکال کر حیوانیت میں داخل کر دیا ہے۔ میں اپنے اور حیوانات کے درمیان کوئی تمیز نہیں کر سکتا تھا۔ چند مدت تک میں اپنے آپ کو حیوانات کی مانند دیکھتا تھا۔ اس کے بعد مجھے حیوانات سے نکال کر نباتات میں لایا گیا۔ پس میں اپنے آپ کو گھاس و نباتات کے مانند دیکھتا تھا۔ یہ حالت بھی کچھ عرصہ تک رہی۔ اس کے بعد نباتات میں سے جمادات میں لایا گیا۔ میں خود کو پتھر کی مانند بے حس و حرکت خیال کرتا تھا' اب یہ کیفیت نہیں ہے بلکہ اپنے آپ کو لاشے اور معدوم دیکھتا ہوں۔ محیی و ممیت' علیم و سمیع' بصیر' محرک و متکلم سب کچھ حق تعالیٰ کی ذات ہے۔ اپنے وجود اور ماسوا سے بے خبر ہوں' دل میں نہ ذکر کی کوئی حرکت ہے اور نہ ہی گرمی نہ تو ہمت رہی ہے اور نہ ہی اپنا خیال۔ ؎

عشق آمد و ہمچوں خوں شد اندر رگ و پوست　　تاساخت مرا تہی و پر ساخت زدوست
اجزاء وجود من ہمہ دوست گرفت　　نامے است برمن باقی ہمہ اوست

ترجمہ : عشق آیا اور میرے جسم میں خون کی طرح سرایت کر گیا۔ مجھے خالی کر دیا اور دوست کو مجھ میں سما دیا۔ میرے وجود کے تمام اجزا پر دوست کا قبضہ ہو گیا۔ میں برائے نام ہوں سب کچھ دوست ہے یعنی میں دوست میں فنا ہو گیا ہوں۔

خدا کا شکر ہے کہ حضور کی بابرکت توجہ سے حقیقی طور پر اسلام سے مشرف ہو گیا ہوں۔ معیت' اقربیت اور محبت اور دیگر اسرار مقامات عالیہ مجددیہ میں تمیز نہیں کر سکتا تھا' لیکن تکلف کے ساتھ اور مراقبہ دائرہ لاتعین میں تمیز کرنا نہایت اچھا معلوم دیتا ہے۔

حضور کی توجہ سے حلقہ میں بے شمار تاثیرات، فیوضات وارد ہوتے ہیں۔ ؎

بے لطف تو من قرار نتوانم کرد　　　احسان ترا شمار نتوانم کرد
گر برتن من زباں شود ہر موئے　　　یک شکر تو از ہزار نتوانم کرد

ترجمہ : آپ کی مہربانی کے بغیر میرے دل کو صبر و قرار نہیں ہو سکتا۔ میں آپ کے احسانات کو بیان نہیں کر سکتا۔ اگر میرے جسم کے ہر بال کو قوت گویائی عطا فرمائی جائے تو آپ کے ہزاروں شکر میں سے ایک شکر بھی ادا نہیں ہو سکتا۔

حلقہ کے بعض دوستوں کا حال درج ذیل ہے :

۱۔ سید حیدر شاہ صاحب۔ جو حقائق و معارف سے آگاہ ہیں۔ پوندگان میں سے ہیں۔ آپ جلیل القدر عالم ہیں اور مختلف فنون میں ماہر۔ چند سال تک اس فقیر سے طریقہ کا فیض حاصل کرتے رہے۔ صاحب اجازت ہو گئے ہیں۔ طالب علموں کو ظاہری و باطنی علم کی تعلیم دیتے ہیں۔

۲۔ ملا سمور آخوندزادہ۔ آپ بڑے فاضل اور کامل ہیں۔ دینی علوم میں بڑی مہارت رکھتے ہیں۔ فقیر کے پاس تشریف لا کر طریقہ حاصل کیا اور اجازت سے مشرف ہوئے۔ چند لوگوں کو ذکر کی تلقین کی تھی۔ ان دنوں دامان میں ان کے وصال کی خبر پہنچی ہے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔ اس دنیا میں وہ بھی عجیب ہستی تھی۔ ایک بڑا بھیڑا مع سری پائے اور اس کی مقدار کے برابر روٹیاں کھا جاتے تھے اس کے بعد چند سیر انگور اور میوہ جات ہضم کر جاتے تھے۔ پھر بھی ان کا پیٹ نہیں بھرتا تھا۔ لیکن لطف یہ ہے کہ عشا کے وضو سے فجر کی نماز ادا کرتے تھے۔ میرے پاس آزمائش کے لئے تشریف لائے اور کہنے لگے کہ اگر کسی قلیل چیز سے میرا پیٹ بھر دیا جائے تو آپ سے بیعت ہو جاؤں گا ورنہ نہیں۔ فقیر نے بکری کے چھوٹے بچے کی تین ہڈیاں اور تین باریک درمک (پتلی روٹیاں جو دامان میں ثرید میں استعمال کی جاتی ہیں)۔ ان کے اور ان کے ساتھی کے سامنے کھانے کے لئے رکھیں خوب سیر ہو کر کھایا اور اس میں سے بھی کچھ کھانا بچ رہا۔ اس بنا پر وہ داخل سلسلہ ہو گئے۔

۳۔ مولوی ملا میرباز آخوندزادہ پسر ملا سمور مذکور۔ باکمال عالم ہیں۔ پہلی مرتبہ فقیر کے پاس آئے اور طریقۂ مجددیہ میں بیعت کی۔ نسوار استعمال کرنے کی عادت تھی، میرے منع کرنے پر نسوار کا استعمال ترک کر دیا۔ تین روز کے بعد طریقۂ عالیہ کو

چھوڑ کر چپ چاپ بھاگ گیا۔ لیکن مکان میں اس پر جذبات، واردات اور تجلیات کا ظہور ہوتا رہا۔ اگلے سال مع کتابوں کے فقیر کے پاس رہنے اور طریقہ حاصل کرنے کی غرض سے حاضر ہوا۔ اپنے کئے پر بہت پشیمان ہوا اور توبہ کی۔ تین سال کی مدت میں ولایت علیا تک سلوک طے کر لیا ہے۔ عاجز نے اجازت دے دی ہے۔ اپنے وطن مکر میں جو مشہور ہے خانقاہ بنا لی ہے۔ بہت سے لوگ اور طلباء طریقہ حاصل کرنے کی غرض سے آتے ہیں اور فیض حاصل کرتے ہیں۔ انہوں نے ایک دو حضرات کو طریقہ کی اجازت بھی دے دی ہے۔ غرض ان سے لوگوں کو بہت فائدہ پہنچ رہا ہے۔

۴۔ خان آخوندزادہ۔ غزنی کے آس پاس رہتے ہیں۔ دو جگہ سے طریقہ حاصل کیا تھا لیکن دونوں جگہ تسکین قلب نہیں ہوئی۔ لہٰذا فقیر کے ہاتھ پر آکر بیعت کی۔ قلیل مدت میں اجازت حاصل کر لی ہے اور طالبان حق کی تکمیل میں مصروف ہیں۔

۵۔ مولوی محمد جاناں آخوندزادہ سلمہ اللہ تعالیٰ۔ مرغہ کے رہنے والے ہیں۔ قاضی ملا یار محمد آخوندزادہ ان کے والد ہیں جو عالی نسب ہیں۔ علم تصوف میں بے نظیر ہیں فقیر سے طریقہ اخذ کر کے اجازت حاصل کی ہے۔ اللہ سبحانہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ اپنے حضرات کی برکات کے طفیل بہت سی مخلوق ان کے ذریعہ منور ہو رہی ہے۔ یہ صاحب کشف و ادراک ہیں اور عجب عجب احوال ان پر وارد ہوتے ہیں۔ فقیر کو ان سے بڑی محبت ہے۔ وہ بھی فقیر کے ساتھ بے حد محبت و ارادات رکھتے ہیں۔

۶۔ مولوی محمد گل آخوندزادہ صاحب۔ ان کے آباؤ اجداد بڑے صاحب کمال ہوئے ہیں۔ نسبت حاصل کرنے کی غرض سے شہر قندھار میں بہت سے فقیروں کے پیچھے سرگرداں پھرتے رہے۔ ایک روز اپنے دادا ملا شاہو آخوند صاحب کے مزار اقدس پر حاضر ہوئے۔ (ملا شاہو میاں عمر چوکنی والوں کے مریدوں میں سے ہیں) خواب میں دیکھا کہ ان کے دادا صاحب اس فقیر کے پاس حاضر ہونے کی تلقین کر رہے ہیں۔ چنانچہ فقیر کے پاس حاضر ہو کر اخذ طریقہ کے لئے التجا کی۔ مگر چونکہ یہ میر عالم خاں جو کہ حدود خراسان کا ایک بہت بڑا حاکم ہے ان کے ہاں منصب قضا کے عہدہ پر فائز تھے اس لئے فقیر نے طریقہ میں داخل کرنے سے انکار کر دیا اور یہ شرط رکھی کہ قضا اور ملائیت کے عہدہ سے سبکدوش ہو جاؤ تو میں سلسلہ میں داخل کر لوں گا۔ مذکورہ بالا خان کے پاس جا کر اپنے منصب کو ترک کر دیا اور فقیر کے پاس واپس آئے۔ عاجز

نے سلسلہ میں داخل کرلیا۔ چند سال بعد اجازت حاصل کی۔ اب لوگوں کو مرید کرنا شروع کردیا ہے۔

۷۔ ملا دوران آخوندزادہ فقیہ۔ غنڈان کے رہنے والے ہیں۔ شروع میں محمد سعید آخوندزادہ صاحب کی خدمت میں جاکر طریقہ حاصل کیا اس کے بعد اپنے پیر کے حکم پر اس عاجز سے رجوع کیا اور بیعت حاصل کی۔ چنانچہ کسبِ طریقہ کے بعد اجازت سے مشرف ہوئے اب لوگوں کو فائدہ پہنچانے میں مصروف ہیں۔

۸۔ ملا راز محمد آخوندزادہ صاحب قندھاری۔ طریقہ حاصل کرنے کی غرض سے عالم اطراف میں مثلاً ہندوستان، دکن اور خراسان وغیرہ میں سرگرداں و پریشان رہے لیکن کوئی نفع حاصل نہ ہوا۔ آخر میں فقیر سے بیعت کی اور طریقہ حاصل کیا۔ ان کو عجیب حالات اور تاثیرات حاصل ہوئیں۔ اجازت کے بعد بلخ کی جانب رخصت ہوئے وہاں چند روز قیام کیا، لیکن دل کو تسکین نہ ہوئی۔ اس لئے بخارا کی طرف روانہ ہو گئے۔ وہاں پر بھی ان کی طبیعت نہیں لگی۔ اب شہر سمرقند شریف میں سکونت اختیار کرلی ہے۔ وہاں اپنے طریقہ کی تبلیغ میں لگے ہوئے ہیں۔ خاص و عام میں بہت مقبولیت ہے۔ بڑے زاہد اور تارک الدنیا ہیں۔ بخارا کے بادشاہ نے ان کے تقوے اور پرہیزگاری کی آزمائش کے لئے خفیہ طور سے آدمی بھیجے۔ جب کوئی نقص نہ دیکھا تو بادشاہ نے حاضر خدمت ہونے کی التجا کی۔ آپ نے اجازت نہ دی۔ اس نے فقیروں کے ماہانہ خرچ اخراجات کے لئے کچھ روپیہ مقرر کرنا چاہا آپ نے لینے سے انکار کردیا اور فرمایا کہ میں دنیا کمانے کے لئے نہیں آیا ہوں بلکہ میرے مرشد نے یہاں دین متین کی تبلیغ کے لئے بھیجا ہے۔ چند سال بعد فقیر کے پاس پھر تشریف لائے اور کچھ دن قیام فرمایا۔ اس کے بعد سمرقند کی طرف روانہ ہو گئے۔ دوران سفر غزنی کے نزدیک سفر آخرت اختیار کیا۔ اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت فرمائے۔ آمین

۹۔ حاجی ملا شہباز آخوندزادہ صاحب۔ قریہ ابہ کے رہنے والے ہیں جو کہ غزنی کے قریب ہے بڑے جید عالم تھے۔ فقیر کے ہاتھ پر بیعت کی۔ چند سال طریقہ حاصل کرنے کے بعد اجازت سے مشرف ہوئے۔ کچھ ہی لوگوں کو ذکر کے انوارات سے منور فرمایا تھا کہ وصال ہو گیا۔ اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت فرمائے۔

۱۰۔ ملا مراد خاں آخوندزادہ صاحب۔ علاقہ زیچ کے رہنے والے ہیں جو خراسان کی

حدود میں ہے۔ علم فقہ میں بڑی مہارت رکھتے ہیں۔ چند سال تک میاں سلیمان صاحب قدس سرہ سے طریقہ اخذ کیا۔ لیکن باطنی فائدہ محسوس نہ کیا اس لئے فقیر سے رجوع ہو کر بیعت کی اور طریقہ حاصل کر کے کلی طور سے مستفید ہوئے۔ اجازت حاصل کی۔ اب مخلوق ان سے فائدہ اٹھا رہی ہے۔

۱۱۔ مولوی عادل صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ۔ ژیوب کے باشندے ہیں۔ جید علماء میں ان کا شمار ہوتا ہے۔ صاحب تصانیف ہیں۔ اس فقیر کے ہاتھ پر بیعت کی ہے۔ شروع میں فقیر کے پاس چند ساتھیوں کے ہمراہ حاضر ہوئے۔ مزاج پرسی و ملاقات کے بعد فقیر نے دریافت کیا کہاں سے تشریف لائے ہیں؟ فرمایا ژیوب سے۔ فقیر نے آنے کی غرض و غایت دریافت کی۔ فرمانے لگے آپ سے بحث و مباحثہ کرنے کی غرض سے آیا ہوں۔ میں نے پوچھا کس مسئلہ پر تبادلہ خیالات کرنا ہے؟ فرمایا کہ آپ نے اپنے ایسے مریدوں کو تبلیغ کے لئے ژیوب روانہ کر دیا ہے جو بے علم ہیں اور یہ جائز نہیں ہے۔ میں نے پوچھا کہ کیا طریقت میں علم کا ہونا ضروری ہے۔ فرمایا ہاں' طریقت کی شرط میں سے ہے۔ میں نے کہا علم نہ اعمال کی شرط ہے اور نہ ہی اللہ تعالیٰ کی ولایت اور فیوضات کی شرط۔ فرمانے لگے نہیں بغیر علم کے کوئی چارہ نہیں۔ میں نے پوچھا حضرت آدم علیہ السلام نے کس سے علم حاصل کیا تھا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام' حضرت موسیٰ علیہ السلام' حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور ہمارے پیغمبر حبیب اکرم علیہ و علیہم الصلوٰۃ والتسلیمات نے کس سے علم حاصل کیا تھا۔ فرمانے لگے اللہ تعالیٰ نے ان کو علم سکھایا تھا۔ میں نے کہا جس اللہ تعالیٰ نے ان بزرگواراں علیہم السلام کو علم عطا فرمایا وہ اب بھی اس بات پر قادر ہے کہ اولیاء کو ان پیغمبروں کی اتباع کے طفیل میں بغیر استاد اور کتابوں کے علم سے مالا مال کر دے۔ اس کے بعد چند اولیاء عظام کے اسماء گرامی ان کے سامنے پیش کئے جو بغیر علم ظاہری کے ولایت کے درجہ کمال کو پہنچے ہیں۔ مثلاً خواجہ اویس قرنیؒ' حضرت ابو سعید سندیؒ خواجہ احرار قدس سرہ' شیخ احمد نامقی و شیخ برکہ و دیگر شیوخ قدس سرہ اللہ تعالیٰ۔ بہرحال اشراق کی نماز سے ظہر کی نماز تک ایک ہی نشست میں اس مسئلہ پر ایک طویل گفتگو کا سلسلہ جاری رہا۔ آخر میں' میں نے کہا کہ اے کاکڑ اب ہوشیار ہو جا اور کمر باندھ لے۔ اگر میں قصور وار ثابت ہو گیا تو میں اپنی خانقاہ کو چھوڑ کر تمہارا شاگرد ہو جاؤں گا۔ اگر آپ کی غلطی ثابت ہو گئی تو آپ میرے سامنے ہاتھ باندھ کر

کھڑے ہو جائیں گے۔ یہ الفاظ سنتے ہی اس کی حالت دگرگوں ہو گئی۔ اس کا جسم اندر سے تمتما اٹھا۔ گفتگو کرتے وقت اس کی زبان لڑکھڑانے لگی اور اس سے غلط تلفظ ادا ہونے لگا۔ مثلاً بجائے قلب کے کلب اس کی زبان سے نکلنے لگا۔ اس کے بعد کہنے لگا کہ میں بیعت کی غرض سے حاضر ہوا ہوں۔ یہ سب کچھ بحث و مباحثہ اس غرض سے تھا کہ معلوم ہو جائے آپ عالم ہیں یا نہیں۔ اب میں آپ کی علمی قابلیت سے مطمئن ہو گیا ہوں۔ براہ کرم عاجز کو ذکر کی تلقین فرمائیں۔ میں نے کہا کہ میں اس لائق نہیں ہوں غرض اس نے پیچھا نہیں چھوڑا بیعت کے لئے مصر رہا۔ فقیر نے مجبوراً اس کو سلسلہ شریف میں داخل کر لیا۔ الحمدللہ میری جان و دل آپ پر قربان ہو یہ سب کچھ تصرف آپ ہی کے سینہ مبارک سے فقیر کو نصیب ہوا ہے۔ ملا عادل صاحب چند سال تک طریقہ شریفہ حاصل کرتے رہے اب اجازت سے مشرف ہو گئے ہیں۔ بلند حالات و مقامات ان پر وارد ہوتے ہیں۔ ہزاروں لوگوں کو اپنے نور باطن سے منور فرما رہے ہیں۔

۱۲۔ ملا اسلام آخوند صاحب کاکڑ۔ خراسان کی طرف کے رہنے والے ہیں۔ فقیہہ ہیں۔ فقیر کے ہاتھ پر بیعت کی۔ طریقہ حاصل کر کے اجازت سے مشرف ہوئے۔ لوگوں کو ذکر کی تعلیم دیتے ہیں۔ سلمہ اللہ تعالیٰ۔

۱۳۔ ملا کاکی صاحب پیونده۔ بچپن میں ہی فقیر سے بیعت ہو گئے تھے۔ مخلص دوستوں میں سے ہیں۔ عجیب حالات و کشفیات کے مالک ہیں۔ ان کے حالات احاطہ تحریر میں نہیں آسکتے۔ ان کا بیان ہے کہ مجھے ہر معاملہ میں جناب سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی رہنمائی ہوتی ہے۔ جب کبھی بھی مراقبہ میں بیٹھتے ہیں تو اپنے آپ کو رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس مبارک میں حاضر پاتے ہیں۔ حقیقت کعبہ ربانی تک سلوک طے کیا ہے اجازت دے دی گئی تھی۔ آپ نے شربت شہادت نوش فرمایا۔ خطیر قدس میں آرام گاہ ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کی قبر کو اپنے نور سے منور فرمائے۔ آمین

۱۴۔ ملا میاں خاں آخوند پونده۔ فقیر کے ہاتھ پر بیعت کی۔ طریقت حاصل کر کے اجازت سے مشرف ہوئے۔ وصال فرما گئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کی مرقد کو خوشبو سے معطر کرے۔ بڑے صاحب کرامات تھے۔ پرندوں کی زبان سمجھ لیتے تھے۔ بلکہ پتھر، درخت اور جملہ جمادات سے تعلق رکھنے والی چیزیں آپ سے باتیں کرتی تھیں۔

نوے سال کی عمر میں وفات پائی۔ رحمتہ اللہ علیہ۔

۱۵۔ ملا اعظم پیوند سلمہ اللہ تعالیٰ۔ عرصہ ہوا فقیر کے ہاتھ پر بیعت کی تھی۔ طریقہ حاصل کر کے فقیر سے اجازت پائی۔ ان پر بڑے حالات ہوتے تھے۔ استغراق کا یہ عالم تھا کہ عشاء کی نماز کے بعد سے جو مراقبہ میں بیٹھتے تھے تو فجر کے وقت ہوش آتا تھا۔ صحیح ادراک کے مالک تھے۔ ان کو حالات قلوب کا کشف بہت ہوتا تھا۔ چند لوگوں کو اپنے نور باطنی سے منور فرمایا ہے۔

۱۶۔ حاجی ملا باز محمد صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ۔ بہت سے مشائخ کی خدمت میں حاضر ہو کر ہر ایک سے طریقہ حاصل کیا۔ آخر میں سلوک کی تکمیل کے لئے فقیر کے پاس حاضر ہو کر بیعت کی۔ عالم باعمل ہیں۔ نوے سال کی عمر ہو گئی ہے۔ اجازت دے دی گئی ہے۔ طالبان حق کو ذکر سکھانے میں مشغول رہتے ہیں۔ ذاکریان کے مشائخ فقیر کے ساتھ جو بغض رکھتے ہیں وہ حاجی ملا باز' مولوی محمد جان اور مولوی محمد گل حضرات کی وجہ سے ہے۔

۱۷۔ ملا خان محمد آخوندزادہ۔ جید فقیہ ہیں۔ شروع میں مشائخ ذاکریاں کے کسی خلیفہ سے طریقہ اخذ کیا۔ جب کوئی تاثیر محسوس نہ کی تو فقیر سے رجوع کیا اور بیعت کی۔ طریقہ حاصل کر کے صاحب مجاز ہوئے۔ لوگوں کو اپنے فیوض سے مالا مال کر رہے ہیں۔

۱۸۔ ملا مربان آخوند صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ۔ فقیر کے پاس آ کر بیعت کی۔ طریقت حاصل کر کے اجازت سے مشرف ہوئے۔ اپنے حضرت قدسنا اللہ تعالیٰ باسرارہم کے طریقہ کی اشاعت میں سرگرم ہیں۔

۱۹۔ ملا غازی آخوند صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ۔ خراسان کے باشندے ہیں۔ شروع سے ہی فقیر سے داخل سلسلہ ہیں۔ صاحب کمالات ہیں۔ ان کو اجازت دے دی گئی ہے۔ فقیر کی اس خانقاہ میں جو ترکی میں ہے قیام پذیر ہیں۔ مراقبات و ذکر اذکار میں اپنا وقت گزارتے ہیں۔

۲۰۔ ملا دین محمد آخوند صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ۔ خراسان کے رہنے والے ہیں۔ عالم فاضل ہیں فقیر سے بیعت کر کے صاحب اجازت ہوئے۔ لوگوں کو علم ظاہری اور علم باطنی کی تعلیم دیتے ہیں۔

۲۱۔ ملا الیاس آخوند سلمہ اللہ تعالیٰ۔ عالم باعمل ہیں۔ فقیر سے بیعت کر کے طریقت

حاصل کی۔ اجازت سے مشرف ہو گئے ہیں۔ ذکر و اذکار و مراقبات ان کا شغل ہے۔

۲۲۔ ملا پیر محمد آخوند فقیہ سلمہ اللہ تعالیٰ سرجانی۔ اس فقیر سے بیعت کی۔ طریقت حاصل کر کے اجازت سے مشرف ہوئے۔ ذکر اذکار اور علم فقہ کی درس و تدریس میں اپنے اوقات گزارتے ہیں۔ چند لوگوں کو ذکر کی تلقین کی ہے۔

۲۳۔ ملا میر احمد آخوند فقیہ سلمہ اللہ تعالیٰ۔ خراسان کے رہنے والے ہیں۔ طریقت کے بعد اجازت سے مشرف ہوئے۔ اذکار و افکار و علم کی درس و تدریس میں مشغول رہتے ہیں۔

۲۴۔ ملا سید موسیٰ سلمہ اللہ تعالیٰ۔ پشتین کے سادات کرام میں سے ہیں۔ فقیر کے ہاتھ پر بیعت کی تھی۔ چند سال تک سلوک طے کرتے رہے اس کے بعد اجازت سے مشرف ہوئے۔ فقیر کو ان سے بڑی محبت ہے۔ بڑے صاحب ذوق و جذب ہیں۔ اذکار و افکار میں اپنی زندگی گزار رہے ہیں۔

۲۵۔ ملا خیر اللہ آخوند صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ۔ غنڈان کے رہنے والے ہیں۔ ملا امان اللہ صاحب کے بڑے بھائی ہیں جن کا ذکر آخر میں آئے گا۔ یہ عالم فاضل ہیں۔ فقیر سے بیعت کر کے طریقت حاصل کی اور اجازت سے مشرف ہوئے۔ ذکر اذکار اور مراقبات میں لگے رہتے ہیں۔

۲۶۔ ملا سیف اللہ آخوند صاحب فقیہ غنڈان سلمہ اللہ تعالیٰ۔ بیعت کر کے طریقت حاصل کی۔ اجازت سے مشرف ہوئے۔ ذکر و اذکار میں مصروف رہتے ہیں۔

۲۷۔ ملا سعید آخوند صاحب فقیہ خراسانی سلمہ اللہ تعالیٰ۔ فقیر کے ہاتھ پر بیعت کی۔ چند سال تک طریقت حاصل کرتے رہے۔ اجازت سے مشرف ہوئے۔ اذکار و مراقبات میں اپنے اوقات عزیزہ کو صرف کرتے ہیں۔

۲۸۔ ملا حاجی محمد یوسف صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ۔ فقیر سے بیعت کی۔ طریقت حاصل کر کے اجازت سے مشرف ہوئے۔ اذکار و مراقبات ان کا شغل ہے۔

۲۹۔ ملا محمد امیر آخوند صاحب خراسانی سلمہ اللہ تعالیٰ۔ آپ فقیہ ہیں۔ فقیر کے ہاتھ پر بیعت کر کے اجازت یافتہ ہوئے۔ ذکر و اذکار ان کا شغل ہے۔

۳۰۔ ملا شیر محمد آخوند ترنکی۔ اس فقیر سے بیعت ہوئے۔ طریقت حاصل کر کے اجازت سے مشرف ہوئے۔ طالبان حق جل شانہ کو ذکر کے انوار سے مستفیض فرما رہے ہیں۔

۳۱۔ عثمان غنی آخوندزادہ صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ۔ اپنے زمانے کے فقہا میں سے بے مثل ہستی تھی۔ فقیر ان سے بڑی محبت کرتا تھا۔ بہت متقی و پرہیز گار تھے۔ ان کے ذریعہ سے خراسان اور حدود دامان میں علم فقہ کو بہت رواج ہوا اور بہت سے لوگ فقیہ ہو گئے۔ فقیر کے ہاتھ پر بیعت کر کے طریقت حاصل کی اور اجازت سے مشرف ہوئے۔ فقط چند لوگوں کو ذکر کی تعلیم دی تھی کیونکہ زیادہ تر علم فقہ کی درس و تدریس میں لگے رہتے تھے۔ اس سال ۱۲۱۱ھ میں وصال فرما گئے۔ سچ ہے "کُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَۃُ الْمَوْت" اللہ تعالیٰ ان کو اپنی جوار رحمت میں جگہ عنایت فرمائے اور ان کی مرقد کو خوشبو سے معطر کرے۔ آمین

۳۲۔ ملا سید نور آخوند صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ۔ بہت متقی اور پرہیز گار ہیں۔ چودہ سال سے دن رات فقیر کے ہمراہ سفر و حضر میں رہتے ہیں۔ فقیر کے ساتھ بڑا اخلاص ہے۔ بندہ کے ہاتھ پر بیعت کر کے کسب طریقت کے بعد اجازت سے مشرف ہوئے ہیں۔ شب و روز اپنے اذکار و افکار میں سرشار ہیں۔

۳۳۔ میاں محمد رسول صاحب پیوندہ سلمہ اللہ تعالیٰ۔ فقیر سے بیعت کئے بہت عرصہ ہوا۔ تقریباً" بیس سال سے فقیر کے پاس رہتے ہیں۔ ان پر بڑے آثار' انوار' برکات اور فیوضات وارد ہوتے ہیں۔ قوی ادراک اور صحیح کشف کے مالک ہیں۔ اجازت سے مشرف ہو گئے ہیں۔ اپنا وقت ذکر و اذکار اور فقیر کی خدمت میں گزارتے ہیں۔

۳۴۔ ملا عبدالجبار آخوند صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ۔ بچپن ہی میں فقیر سے بیعت ہو گئے تھے۔ طریقت حاصل کر کے اجازت سے مشرف ہوئے۔ چودہ سال سے ذکر و اذکار اور فقیر کی خدمت میں لگے ہوئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کو اجر عظیم عطا فرمائے۔

۳۵۔ ملا ظہیر الدین فقیہ ژیوبی سلمہ اللہ تعالیٰ۔ فقیر کے ہاتھ پر بیعت کر کے طریقت حاصل کی۔ اجازت سے مشرف ہوئے۔ لیکن وصال ہو چکا ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت فرمائے۔

۳۶۔ ملا سید محمد ژیوبی سلمہ اللہ تعالیٰ۔ فقیر سے بیعت ہوئے۔ طریقت حاصل کرنے کے بعد اجازت دے دی گئی ہے۔ چند لوگوں کو رنگ دیا ہے۔ ان کا بھی انتقال ہو گیا ہے۔ خدا مغفرت کرے۔

۳۷۔ ملا ہیبت آخوندزادہ صاحب کیسغری سلمہ اللہ تعالیٰ۔ فقیہ اور متقی ہیں' کافی معمر ہیں' یہ اور ملا امیر ملک جو شیرانی قوم سے ہیں فقیر کے پاس آئے۔ دونوں نے

بیعت کی۔ تین روز تک ان کی قلبی حرکت کو سکون نہ آیا۔ اس کے بعد میں نے ان دونوں کو رخصت کر دیا۔ اپنے مکان پر پہنچ کر ملا ہیبت مجذوب ہو گئے۔ کبھی آہیں بھرتے تھے اور کبھی نعرے لگاتے تھے۔ یہاں تک کہ ان کے لئے نماز پڑھنا بھی دشوار ہو گیا۔ قافلہ اہل خیام کے ساتھ فقیر نے مع اہل و عیال جب خراسان کی طرف سفر کیا تھا تو کوہ کسیغر کے پاس سے بھی گزر ہوا۔ وہ دونوں استقبال کے لئے حاضر ہوئے۔ ملا ہیبت صاحب مجذوبی حالت میں تھے۔ میں نے ان سے کہا آپ عالم ہیں۔ آپ کو نماز صبر و سکون سے ادا کرنا چاہئے اور آپ کسی قسم کی حرکت نہ کریں۔ فرمانے لگے جو حالت مجھ پر طاری ہے وہ میرے اختیار سے باہر ہے۔ ملا میر نے جو ان کے دوستوں میں سے ہیں جب ان کی یہ حالت دیکھی تو گریہ و زاری کرتے ہوئے کہنے لگے کہ ہم دونوں آپ کی خدمت میں ایک ساتھ حاضر ہوئے تھے لیکن ملا ہیبت صاحب احوال ہو گئے اور مجھ پر کسی قسم کی کوئی حالت طاری نہیں ہوئی۔ بڑی منت و سماجت سے کہنے لگے کہ حضور توجہ فرمائیں تاکہ اللہ تعالیٰ اس قسم کے حالات مجھ پر بھی وارد فرمائے۔ بلکہ اپنی نادانی کی بناء پر کہنے لگے کہ مجھے کسی دیو پری کے حوالے کر دیجئے تاکہ میں مجذوب ہو جاؤں' تڑپ اور اضطرار کی کیفیت مجھ پر بھی طاری ہو جائے۔ فقیر نے غصہ میں کہا کہ اللہ تعالیٰ آپ کو مع اہلیہ صاحبہ اور آپ کی اولاد کو کسی پری کے حوالے کر دے۔ آپ پر میری جان قربان ہو ملا میر کی اہلیہ اور اولاد و نیز اکثر اہل کوہ کسیغر مجذوب ہو گئے ہیں اور صاحب احوال ہو گئے ہیں۔

قربان جاؤں جب کبھی یہ فقیر لوگوں پر غصہ ہو جاتا ہے تو وہ مجذوب ہو جاتے ہیں۔ معلوم نہیں اس کا کیا سبب ہے۔ بہرحال ملا ہیبت نے چند سال تک طریقہ حاصل کر کے اجازت حاصل کر لی ہے۔ ہزاروں لوگوں کو طریقہ کی تعلیم سے فیضیاب کر رہے ہیں۔ علاوہ اس کے ہزاروں چوروں نے ان کے ہاتھ پر بیعت کر کے پیشہ چوری سے توبہ کر لی ہے۔

۳۸۔ملا ہاتی کسغری فقیہ سلمہ اللہ تعالیٰ۔ خلیفہ ملا تیمر خاں سے طریقہ حاصل کرتے رہے' ان کے وصال کے بعد فقیر سے بیعت کی اور طریقت حاصل کر کے اجازت سے مشرف ہوئے' اب کچھ لوگوں کو ذکر کی تلقین کرتے ہیں۔

۳۹۔ ملا ولی محمد فقیہ آخوند صاحب کسیغری سلمہ اللہ تعالیٰ۔ یہ معمر صاحب برکت

انسان ہیں۔ چند سال خواجہ سلیمان سنگھڑی کی خدمت میں رہ کر طریقہ حاصل کیا۔ ان سے اجازت لے کر فقیر کے پاس آکر بیعت کی۔ طریقہ حاصل کیا۔ بڑے جذبات و واردات ان پر وارد ہوتے ہیں۔ اجازت دے دی گئی ہے۔ طالبان حق کو ذکر کی تلقین کرنے لگے ہیں۔

۴۰۔ ملا قطار فقیہ صاحب کسیغری سلمہ اللہ تعالیٰ۔ خانوادہ کے آباؤ اجداد میں سے ہیں۔ چند سال تک حضرت خواجہ سلیمان قدس سرہ سے طریقت حاصل کرتے رہے اس کے بعد فقیر کے پاس آکر طریقہ حاصل کیا' اجازت سے مشرف ہوئے۔ طریقہ شریف کی اشاعت میں آج کل مشغول ہیں۔ انہوں نے خواب میں دیکھا کہ بغیر دھوئیں کے ایک شعلہ مانند شمع فقیر کے سینہ سے روشن ہوا۔ مختلف اطراف کے لوگ اس شمع سے اپنی اپنی شمع روشن کر رہے ہیں۔ اپنے جد بزرگوار کے اشارہ پر انہوں نے اپنی شمع بھی روشن کی۔ جب خواب سے بیدار ہوئے تو فقیر کے پاس آکر بیعت حاصل کرلی۔

۴۱۔ مولوی معزالدین کھوئی استرانہ والہ سلمہ اللہ تعالیٰ۔ آپ کا شمار جامع معقول والمنقول جید علماء میں ہے۔ چند سال حضرت خواجہ سید سلیمان صاحب کی خدمت میں رہ کر طریقہ حاصل کیا۔ بعد میں فقیر سے رجوع کیا اور طریقہ حاصل کیا۔ اجازت سے مشرف ہوئے۔ طلباء کو ظاہری علم اور اللہ تعالیٰ کے ذکر و اذکار کی تلقین کرتے رہتے ہیں۔

۴۲۔ قاضی میاں عبدالغفار صاحب آخوندزادہ۔ کھوئی استرانہ والہ سلمہ اللہ تعالیٰ۔ فقیر سے بیعت کی۔ طریقہ حاصل کر کے اجازت سے مشرف ہوئے۔ فقہ و ذکر و اذکار کی تعلیم میں مصروف ہیں۔

۴۳۔ میاں عبدالغفار آخوندزادہ چودھواں والہ۔ ان کے آباؤ اجداد صاحب کمال لوگوں میں سے ہوئے ہیں۔ فقیر محمد رضا صاحب جو ڈیرہ اسمٰعیل خاں میں تشریف لائے تھے ان کے ہاتھ پر بیعت کر کے چند سال تک طریقہ حاصل کرتے رہے۔ ان سے اجازت لے کر فقیر کے ہاتھ پر بیعت کی۔ اجازت سے مشرف ہو کر چند ہی لوگوں کو ذکر کی تلقین کرنے پائے تھے کہ وصال ہو گیا۔ اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت فرمائے۔

۴۴۔ میاں غلام محمد صاحب چودھواں والہ سلمہ اللہ تعالیٰ۔ یہ اٹھارہ سال تک

حضرت خواجہ سلیمان صاحب قدس سرہ سے طریقہ حاصل کرتے رہے اور بارہ سال میاں عبدالغفار صاحب مرحوم چودھواں والہ کے بیٹے عبدالوہاب صاحب کی خدمت میں رہ کر طریقہ حاصل کرتے رہے' لیکن کوئی فائدہ محسوس نہیں کیا۔ فقیر سے رجوع کر کے بیعت ہوئے۔ بڑے اثرات و انوارات سے مشرف ہوئے۔ صاحب کشف و ادراک ہیں۔ اجازت دے دی گئی ہے۔ طالبان حق کی باطنی تعلیم میں مشغول ہیں۔

۴۵۔ مولوی عبدالرحیم آخوندزادہ صاحب مرحوم۔ درابن کے رہنے والے ہیں۔ علم فقہ و اصول میں دامان و پیوندگان کی حدود میں بے مثال و بے نظیر ہیں۔ آپ کا کہنا ہے کہ اگر تمام کتب فقہ کو پانی سے دھو ڈالیں تو انشاء اللہ میں اپنے دل سے دوبارہ لکھ سکتا ہوں۔ بڑی فہیم و ذہین ہستی تھی۔ طریقہ کے آداب سے واقف تھے۔ اس فقیر کے ہاتھ پر بیعت کر کے چند سال تک طریقہ حاصل کرتے رہے۔ عجیب و غریب احوال ان پر منکشف ہونے لگے۔ ان کو صحیح ادراک حاصل تھا۔ ہر مقام کا بالتفصیل ادراک کر لیتے تھے۔ طریقہ میں داخل ہونے کے بعد سابقہ حالت کو کالعدم دیکھتے تھے۔ اجازت سے مشرف ہونے کے بعد خطیرہ قدس کے نزدیک وصال ہوا۔ اللہ تعالیٰ ان کی مرقد کو منور فرمائے۔

۴۶۔ میاں عبدالغفار آخوندزادہ صاحب۔ یہ عبدالرحیم صاحب آخوندزادہ مرحوم کے چھوٹے بھائی ہیں۔ علم فقہ و اصول میں اپنے بھائی کا سا درجہ رکھتے ہیں۔ علم میراث میں یگانہ روزگار ہیں۔ فقیر کے ہاتھ پر بیعت کی۔ طریقہ حاصل کر کے اجازت سے مشرف ہوئے۔ علم فقہ و باطنی تعلیم کی اشاعت میں مشغول ہیں۔

۴۷۔ میاں ملا عثمان آخوند صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ۔ لونی کے رہنے والے ہیں۔ فقیہ ہیں اس عاجز نے اپنے بہت سے کام' نماز کی امامت اور خطوط کے جوابات لکھنا ان کے سپرد کیا ہوا ہے۔ فقیر سے بیعت حاصل کر کے طریقہ حاصل کیا۔ ابھی کمالات رسالت تک سلوک طے کیا ہے۔ بہت ہی ارادت مند ہیں۔ فقیر کو بھی ان سے بڑی محبت ہے۔ اجازت سے مشرف ہو کر ذکر و اذکار کی تعلیم میں مشغول ہیں۔

۴۸۔ مولوی شیر محمد صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ کلاچی والا۔ پانچ سال تک حضرت مولوی غلام محی الدین صاحب قصوری کی خدمت میں رہ کر طریقہ حاصل کیا۔ اس کے بعد پانچ سال تک حضرت خواجہ سلیمان صاحب قدس سرہ سے طریقہ حاصل کیا۔ لیکن

بزرگان قدس اللہ تعالیٰ اسرارہم کی نسبت سے اپنے آپ کو خالی پایا تو فقیر سے رجوع ہو کر بیعت کی۔ چند سال میں حقیقتِ کعبۂ ربانی تک طریقہ حاصل کر کے اجازت سے مشرف ہوئے ہیں۔ طریقۂ عالیہ کی اشاعت واسوکہ میں جو چناب کے گاؤں میں سے ایک گاؤں ہے کر رہے ہیں۔ وہاں پر اپنے رہنے کی جگہ بنالی ہے۔ گزشتہ سال حضور کی صحبت بابرکت سے مشرف ہوئے تھے۔

۴۹۔ مولوی غلام حسن صاحب احسن اللہ تعالیٰ حالہ و اعمالہ۔ ڈیرہ اسماعیل خاں کے رہنے والے ہیں۔ جامع المعقول والمنقول جید علماء میں سے ہیں۔ متقی و پرہیز گار ہیں۔ چند سال مولوی غلام محی الدین صاحب قصوری قدس سرہ کی خدمت میں رہ کر طریقہ حاصل کیا۔ مگر بچپن سے اب تک اپنے آپ کو نسبت سے خالی پایا اور کسی قسم کے حالات و واردات کو محسوس نہ کیا۔ یہاں تک کہ حرکت قلب اور اس کی گرمی کا بھی کوئی احساس نہ ہوا۔ اس لئے فقیر سے رجوع ہو کر داخلہ سلسلہ کے لئے اجازت طلب کی۔ فقیر نے مولوی صاحب کو جواب دیا کہ آپ ہمارے حلقہ میں بیٹھتے رہیں کیونکہ طریقہ ایک ہی ہے ان ہی مولوی صاحب کو اپنا پیر مانیں۔ فقیر آپ کے حق میں توجہ کرے گا۔ لیکن سلسلہ میں داخل کرنے کے لئے انہوں نے بہت منت سماجت کی۔ آخرکار ان کو سلسلہ میں داخل کر لیا۔ چند ہی روز بعد قلب میں حرکت اور حرارت محسوس ہونے لگی ہے۔ اس کے بعد سے ہر سال تقریباً ایک دو ماہ فقیر کے پاس سکونت اختیار کرتے ہیں۔

گزشتہ سال حضور کی خدمت اقدس سے رخصت ہوتے وقت مولوی غلام محی الدین صاحب قدس سرہ کی زیارت کے لئے شہر قصور میں جانا ہوا۔ حضرت صاحب نے مولوی غلام حسن صاحب کی سفارش کی کہ ان پر ایک جلال والی توجہ ڈالیں کیونکہ ان پر جہل نسبت بہت غالب ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کی جہل کو علم میں بدل دے۔ فقیر نے جواب میں عرض کیا کہ اس قسم کی توجہات کی طاقت تو فقیر میں نہیں ہے۔ لیکن چونکہ حضور کا فرمان ہے اس لئے یہ عاجز حتی المقدور ان کے حق میں توجہ کرتا رہے گا۔ جب فقیر اپنی جائے سکونت پر واپس آیا تو مولوی صاحب کا ایک مکتوب گرامی موصول ہوا جس میں لکھا تھا کہ مولوی صاحب پر توجہ قوی ڈالیں۔ میری جان و دل آپ پر قربان ہو حضور کی توجہات کی برکت سے ان کا جہل علم میں تبدیل ہو گیا ہے۔ اجازت سے ؛ ، ہیں اذکار و مراقبات کی تعلیم میں

مشغول ہیں۔

۵۰۔ مولوی رحیم بخش صاحب ہر صوری اجمیری سلمہ اللہ تعالیٰ۔ اس زمانے کے بہت سے مشائخ (مثلاً ہندوستان، سندھ، پنجاب) کی زیارت و صحبت سے مشرف ہو کر شیخ احمد عرب صاحب مدنی الآفندی الجو خدارثم الانصار قدس سرہ سے طریقہ قادریہ و چشتیہ میں اجازت حاصل کی اور چند لوگوں کو داخل سلسلہ کیا۔ قضاء الٰہی سے انگریز کے ہاں کلرکی کی ملازمت اختیار کی اور تیس روپیہ ماہانہ چھ سال تک لیتے رہے۔ چونکہ نسبت کا کوئی کمال حاصل نہیں کیا اس لئے فقیروں کی تلاش میں کوشاں رہے۔ اسی اثناء میں اللہ تعالیٰ نے طریقہ نقشبندیہ مجددیہ کی محبت ان کے دل میں ڈالی۔ اس فقیر سے بیعت حاصل کی ذکر اسم ذات کی تعلیم ان کو دی گئی۔ اللہ تعالیٰ سبحانہ نے اپنے حبیب پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقہ میں ان کی مدد کی اور اپنے حضرات قدسنا اللہ تعالیٰ باسرارہم اقدس کی برکات کے طفیل میں اس کا دل نوکری سے بیزار ہو گیا۔ انگریز نے ملازمت پر قائم رہنے کے لئے ان کی بڑی منت کے حتیٰ کہ ان کی تنخواہ تیس روپے سے پچاس روپے مقرر کر دی لیکن انہوں نے ملازمت پر رہنے سے انکار کر دیا۔ آخرکار ملازمت سے استعفیٰ دے دیا اور طریقہ حاصل کرنے میں مشغول ہو گئے۔ ان پر انوارات و آثار و واردات وارد ہوتے ہیں ان کو صحیح ادراک حاصل ہے۔ اپنے حضرات کے فیوضات و برکات کا ورود ان پر بہت ہوتا ہے۔ اجازت سے مشرف ہو گئے ہیں۔ اذکار و افکار میں مشغول ہیں۔ سلوک کی تکمیل کے لئے فقیر کے پاس ابھی تک قیام ہے۔

۵۱۔ میاں عبداللہ داسو والا سلمہ اللہ تعالیٰ۔ چناب کے کسی قصبہ کے رہنے والے ہیں۔ چند عرصہ تک پیر سید محمد صاحب حسینی قدس سرہ سے طریقت حاصل کرتے رہے۔ ان کے انتقال کے بعد اس فقیر سے رجوع کیا اور بیعت حاصل کی۔ طریقت حاصل کر کے اجازت سے مشرف ہوئے۔ اذکار و مراقبات کی تعلیم میں مشغول ہیں۔

۵۲۔ فقیر میاں عالم خاں صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ۔ حدود کوہاٹ کے رہنے والے ہیں۔ فقیر کے ہاتھ پر بیعت کر کے اجازت سے مشرف ہوئے۔ اذکار و افکار میں سرگرم ہیں۔

۵۳۔ مولوی میر واعظ صاحب ساکن دوڑ سلمہ اللہ تعالیٰ۔ بنوں کے آس پاس کے

علاقے کے رہنے والے ہیں۔ بڑے عالم فاضل، متقی و پرہیزگار جامع المعقول والمنقول ہیں۔ فقیر کے ہاتھ پر بیعت کی۔ کمالات رسالت تک سلوک طے کیا ہے۔ ہر مقام کے انوار و اسرار سے واصل ہوئے ہیں۔ عجیب عجیب حالات ان پر وارد ہوتے ہیں۔ اجازت سے مشرف ہو کر سیکڑوں لوگوں کو ذکر کے انوارات سے منور فرما رہے ہیں۔

۵۴۔ شیخ انسان۔ قریہ گمل کے رہنے والے ہیں۔ ان کے آباؤ اجداد صاحبِ کمال لوگوں میں سے تھے۔ شروع میں طریقہ حاجی صاحب سے جو ماموں کے لفظ سے مشہور تھے حاصل کیا، ان کی وفات کے بعد فقیر سے رجوع ہو کر بیعت کی اور اجازت سے مشرف ہو کر اذکار و افکار میں مشغول ہیں۔

۵۵۔ ملا امان اللہ آخوند صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ۔ شروع میں طریقہ حضرت مولوی محمد جان صاحب قدس سرہ سے حاصل کیا۔ اس کے بعد حضرت خواجہ سلیمان صاحب قدس سرہ سے طریقہ حاصل کیا۔ چونکہ بزرگوں کی نسبت کا کمال حاصل نہ ہوا اس لئے فقیر کے پاس حاضر ہو کر بیعت کی اور اجازت سے مشرف ہوئے۔ ابتداء میں فقیر کے پاس آنے کا یہ سبب ہے کہ محترم ملا فیض محمد نیازی جو کہ ملا پان محمد کے نام سے مشہور ہیں اور جو حضرت کے خلفاء میں سے ہیں ان کا ایک خط لایا جس میں سفارش کی گئی تھی کہ میں ان کو بیعت کر کے طریقہ کی تعلیم دوں۔ لیکن عاجز نے انکار کر دیا۔ دوسری مرتبہ اپنے دوست ملا غازی سے جو فقیر کے پاس مقیم تھا سفارش کرائی کہ یہ میرا دوست ہے اور نیک و صالح ہے براہ کرم اس کو ذکر کی تلقین فرمائیں۔ فقیر نے ان کو لطیفہ قلب کا سبق دے کر رخصت کیا۔ جب فقیر دوبارہ خراسان پہنچا۔ امان اللہ واپس آیا اور فقیر کے ساتھ مقیم ہوا۔ وہ وقت دین کے دشمنوں کے ساتھ جنگ و جدل کرنے کا وقت تھا۔ میں نے خیال کیا کہ شاید میں اس جنگ میں شہید ہو جاؤں اس لئے مجھے چاہئے کہ جو امانت مجھے اپنے حضرات سے پہنچی ہے وہ کسی اہل استعداد کے سپرد کر دوں تو بہتر ہو گا۔ پس ملا غازی صاحب جن کا ذکر ہو چکا ہے ان دنوں میرے پاس مقیم تھے، ان کو یہ امانت سپرد کر کے ان کو اجازت دے دی۔ ملا امان اللہ صاحب اس موقع پر فقیر کے پاس تھے وہ بھی اجازت حاصل کرنے کے لئے مصر ہوئے۔ میں نے انکار کر دیا اور اس کو سمجھایا کہ تمہارا ابھی سلوک مکمل نہیں ہوا ہے۔ ایسی صورت میں تم کو کیسے اجازت دی جا سکتی ہے۔ اس کو بار

بار سمجھایا اور منع کیا۔ چنانچہ چند روز اسی کشمکش میں گزر گئے۔ افغانوں نے دین کے دشمنوں پر شب خون مارنے کا ارادہ کیا۔ عصر کا وقت تھا روانہ ہونے کے وقت میرے گھوڑے کی باگ مضبوط پکڑ کر کہنے لگا۔

"مجھے خلافت دیجئے میں نے انکار کر دیا۔ کہنے لگا کہ اگر آپ شہید ہو گئے تو میں کیا کروں گا۔ مجھے دوسرے مشائخ کا محتاج ہونا پڑے گا۔ بہرحال میں باگ نہیں چھوڑوں گا۔"

میں نے گھوڑے کو تازیانہ بھی لگایا ایڑ بھی لگائی، گھوڑے کی باگ بھی موڑی لیکن اس نے کسی صورت بھی باگ کو نہ چھوڑا۔ بالآخر مجھے غصہ آگیا میں نے کہا جا تجھے اجازت ہے میرا پیچھا چھوڑ۔ اس پر بھی اس نے لگام نہیں چھوڑی۔ کہنے لگا مجھے چاروں طریقوں میں اجازت دیجئے۔ میں نے کہا دیوانے ہو گئے ہو۔ پھر بھی نہ ہٹا۔ آخر میں نے غصہ میں کہا جاؤ تم کو چاروں طریقوں میں اجازت ہے۔ غرض میں نے اس طرح اس سے اپنی جان چھڑائی۔ جب میں جنگ کے معاملات سے فارغ ہوا اور اپنی جائے قیام پر پہنچا تو نصیحت کے طور پر اس سے پوچھا کہ اجازت کے معاملہ میں تمہاری یہ کیا حرکت تھی۔ غرض اس سے کہا کہ اب آپ کے لئے لازم ہے کہ دن رات ہمت کر کے اپنے حضرات کے طریقہ سے متعلق جو رسالے ہیں ان کا مطالعہ رکھئے۔ چند سال بعد میں نے ان کو ہرات کی طرف رخصت کیا۔ اللہ تعالیٰ جل شانہ کے فضل و کرم اور حضور کی توجہات کے طفیل میں (میری جان و دل آپ پر قربان) ان کی توجہ میں اس قدر قوی تاثیرات پیدا ہوئیں کہ پہلے ہی دن غور کے آس پاس کے علاقہ کوہستان میں تین سو آدمیوں نے بیعت حاصل کی اور ان پر قوی جذبات و حالات طاری ہونے لگے۔ اب تک اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے ان کی حالت ترقی پر ہے اللہ تعالیٰ اپنے پیروں کے طفیل میں امان اللہ صاحب کو انوارات سے منور کرے اور اسرار و فیوضات و برکات سے مالا مال کرے اور وہ ایک نیک اور باکمال انسان کی حیثیت سے طریقہ کی اشاعت میں مشغول رہیں۔ الحمدللہ انہوں نے ہزاروں لوگوں کو نور معرفت سے منور کر دیا ہے اور بہت سے لوگوں کو اجازت دے دی ہے۔ ان میں سے تیرہ لوگوں کو تو میں جانتا ہوں جو اب تک اس حدود میں تشریف فرما ہیں اور لوگوں کو اپنے فیض و برکات سے بہرہ مند کر رہے ہیں۔ ان کے تیرہ خلفاء کے اسم گرامی مندرجہ ذیل ہیں۔

۱۔ ملا یٰسین صاحب۔ وزد کے درہ میں جو فراہ کے علاقہ میں ہے رہتے ہیں۔ صاحب کرامات و خوارق عادات ہیں۔ ان کی ایک کرامت یہ ہے کہ ایک ملا نے آکر آپ پر طعنہ زنی کی کہ پیر کے لئے علم کثیر کی ضرورت ہے اور آپ ہیں کہ کچھ بھی نہیں جانتے۔ آپ نے جواب دیا کہ رسمی علم سے کچھ نہیں بنتا۔ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم اور برکت کی ضرورت ہے۔ اس ملا نے کہا جناب آپ کے پاس کیا برکت ہے؟ وہاں اس وقت ایک نوزائیدہ بچہ تھا جو ابھی چالیس دن کا ہوا تھا۔ آپ نے اس کی طرف اشارہ کرکے فرمایا کہ اگر یہ بچہ اللہ کا ذکر اپنی زبان سے ادا کرنے لگے تو تم میری برکت کے قائل ہو جاؤ گے۔ کہا بے شک آپ نے اس بچہ کی طرف جو گہوارہ میں تھا اشارہ کرکے کہا کہ پڑھو لا الہ الا اللہ بچہ نے صاف زبان میں لا الہ الا اللہ پڑھا۔ ملا قائل ہو گیا اور سلسلہ میں داخل ہو گیا۔

۲۔ سیادت پناہ حقائق و معارف سے آگاہ ملا عبدالخالق آخوند۔ شہر آنہ میں رہتے ہیں۔

۳۔ سیادت پناہ قاضی ملا رسول آخوندزادہ۔ ولایت صدرہ میں استقامت پذیر ہیں۔

۴۔ غلام آخوند صاحب جو شہر ہرات میں رہتے ہیں۔

۵۔ ملا عطا محمد آخوند۔ شہر ہرات میں رہتے ہیں۔

۶۔ ملا جہاں آخوند۔ شہر گلستاں میں رہتے ہیں۔

۷۔ ملا شہسوار آخوند عرب حدود قندھار کے علاقے زنداور میں رہتے ہیں۔

۸۔ ملا دین محمد آخوند، بکوا میں مقیم ہیں۔

۹۔ قاضی نور محمد صادق آخوند۔ قیصار میں رہتے ہیں۔

۱۰۔ ملا فیض محمد آخوند۔ فراہ میں رہتے ہیں۔

۱۱۔ ملا محمد رسول۔ ساغر میں رہتے ہیں۔

۱۲۔ ملا الف آخوند۔ گور زنگ کے علاقہ میں رہتے ہیں۔

۱۳۔ ملا جلال آخوند۔ ملا امان اللہ صاحب کی خدمت میں رہتے ہیں۔

ان تیرہ حضرات کو میں نے خود اپنی آنکھ سے دیکھا ہے۔ ان میں سے ہر ایک صاحب کمال ہے اور قوی حالات کا مالک ہے۔ یہ تیرہ حضرات پہلے ہی سال میں

اجازت سے مشرف ہو گئے تھے۔ اب چونکہ کافی عرصہ گزر چکا ہے سنتے ہیں کہ ان کے خلفاء کی تعداد کافی ہو گئی ہے۔

دوسری عرض یہ ہے کہ اس خادم کے حلقہ میں شروع میں لوگ آہ و بکا کرتے تھے، نعرے لگاتے تھے، روتے، ہنستے اور قہقہے لگاتے تھے۔ کبھی ان پر بے خودی اور استغراق کا عالم طاری ہو جاتا تھا۔ یہاں تک کہ بعض اوقات ایسا ہوتا تھا کہ حلقہ کے تمام لوگ چاہے وہ پچاس ہوں یا سو مردہ کی مانند لوٹ پوٹ ہو جاتے تھے۔ فی الحال اب ویسی صورت حال تو نہیں ہے پھر بھی ان میں سے دو حضرات ایسے ہیں جن پر کبھی بے چینی و اضطراب کی کیفیت طاری ہو جاتی ہے اور کبھی نہیں بلکہ ان کیفیات کی بجائے ان پر حالات و استغراق و محویت اور حق تعالیٰ سبحانہ کی حضوری و آگاہی غالب رہتی ہے۔ نماز میں بعض لوگوں کی یہ کیفیت ہوتی ہے کہ تکبیر تحریمہ کے بعد بے ہوشی کے عالم میں کھڑے رہتے ہیں۔ یہاں تک کہ نماز کا وقت ختم ہو جاتا ہے۔ کسی پر اس قسم کی حالت طاری ہوتی ہے کہ وہ اسی بے ہوشی کے عالم میں کھڑا کھڑا مردہ کی مانند زمین پر گر پڑتا ہے۔ یہ حالت کسی پر رکوع میں کسی پر سجود میں اور کسی پر قاعدہ میں طاری ہوتی ہے۔ بعض لوگوں کو نماز کا وقت ختم ہونے پر اور بعض کو نماز پڑھنے کے بعد اس حالت سے افاقہ ہوتا ہے۔

بعض دوستوں کو ذکر یا مراقبہ کی حالت میں اور بعض اس کے بغیر بھی ایسا محسوس کرتے ہیں کہ ان کا جسم کسی بڑے مکان یا بڑے اونچے پہاڑ کی مانند ہو گیا ہے۔ بعض کو یہ محسوس ہوتا ہے کہ ان کے جسم سے تمام زمین پر ہو گئی ہے۔ بعض اپنے آپ کو اتنا لمبا محسوس کرتے ہیں کہ گویا ان کا سر آسمان سے لگ جائے گا بلکہ اس سے بھی آگے گزر جائے گا اور بعض اپنے جسم کے سوا کسی اور چیز کو نہیں دیکھتے۔ بعض سب چیزوں کو حق گمان کرتے ہیں بلکہ ہمہ اوست جانتے ہیں۔ بعض اپنے ہر عضو اور بال سے کلمہ انا الحق سنتے ہیں اور زبان سے کچھ ادا نہیں کر سکتے۔ یہ حالات بعض پر کافی دیر تک رہتے ہیں اور بعض پر جلد ختم ہو جاتے ہیں۔ جب یہ حالت منقطع ہو جاتی ہے تو دوسرے حالات وارد ہونے لگتے ہیں۔ بعض کو عالم ناسوتیہ اور بعض کو عالم ملکوتیہ کا کشف ہونے لگتا ہے۔ بعض پر بھوک کا اتنا غلبہ ہوتا ہے کہ کسی چیز سے ان کا پیٹ نہیں بھرتا۔ کہتے ہیں کہ ایسی حالت میں اگر ہم کچے گندم کا ایک اونٹ لدا ہوا کھا جائیں تب بھی ہمارا پیٹ نہیں بھرے گا۔ حضور پر قربان جاؤں تحریر فرمائیں کہ یہ کیا حالات ہیں۔

مولوی میرباز صاحب۔ ملا دوراں صاحب۔ مولوی محمد جاناں صاحب۔ ملا خان محمد

صاحب۔ ملا امان اللہ صاحب و مولوی محمد عادل صاحب و مولوی میر واعظ و ملا ہیبت آخوند صاحب و مولوی شیر محمد صاحب کے حلقہ میں اس قسم کے احوال' جذبات' آہ و نعرے' گریہ و زاری' اضطراب' استغراق' بے خودی' غیبت و محویت حد سے زیادہ دیکھنے میں آتی ہے۔ چونکہ اس شہر کے علماء نے کبھی یہ معاملات دیکھے نہیں اس لئے حسد و بغض کی بناء پر ہم بے نوا اور غریبوں کے ساتھ عداوت کرنے لگے ہیں۔ اللہ سبحانہ تعالیٰ ان کو راہ ہدایت پر چلائے اور ہماری مدد فرمائے۔

اپنے خلفاء اور مریدوں کے مختصر حالات حضور کی خدمت میں تحریر کر دیئے گئے ہیں۔ حضور یہ تمام حالات' فیوضات' برکات' کشفیات و کرامات جو بھی تحریر خدمت کئے گئے ہیں یہ سب کے سب آپ کے طفیل میں نصیب ہوئے ہیں۔ (میری جان و دل آپ پر فدا ہو) ؎

بے لطف تو من قرار نتوانم کرد   احسان تراشمار نہ نتوانم کرد

ترجمہ : تیری مہربانی کے بغیر تسکین ناممکن ہے۔ تیرے احسانات کا شمار بھی ناممکن ہے۔

گر برتن من زباں شود ہر موئے   یک شکر تواز ہزار نتوانم کرد

ترجمہ : اگر میرے جسم کے ہر بال کو قوت گویائی عطا کی جائے تو تیری ہزاروں شکر میں سے ایک شکر بھی ادا نہیں کر سکتے۔

او بجزنائی و ماجز نئی نہ ایم   او دمے بے ماوبے وے نہ ایم

نے کہ ہر دم نغمہ آرائی کند   فی الحقیقت از دم نائی کند

ترجمہ : بانسری جو ہر وقت نغمہ آرائی کرتی ہے۔ اصل میں وہ بجانے والے کی سانس کی برکت سے کرتی ہے۔

نیا وردم از خانہ چیزے نخست   تودادی ہمہ چیز و من چیز تست

ترجمہ : پیدائش کے وقت میں خالی ہاتھ آیا تھا۔ سب چیزیں تو نے عطا کی ہیں اور میں خود تیری ہی ملکیت ہوں۔

اس بے عمل' بے کردار' رو سیاہ کی کیا ہستی ہے کہ اپنا ذکر درمیان میں لائے۔

تیسری عرض یہ ہے کہ اگر مسند امام المسلمین حضرت نعمان بن ثابت ابو حنیفہؒ چھپی ہوئی یا قلمی حضور کو دستیاب ہو جائے تو اس فقیر کے لئے خرید کر براہ مہربانی روانہ فرمائیں۔ اول خراسان جانے کی وجہ سے وقت کی کمی، حضور کے خادموں کی کثرت احوال اور میرے مخدوم زادہ صاحب کا یہ فرمانا کہ جواب جلد دیا جائے، ان سب وجوہات کی بناء پر بالتفصیل حالات نہ لکھ سکا۔

یہ ناچیز تقریر و تحریر کی متانت و رزانت سے ناواقف ہے اس لئے جہاں کہیں بھی کوئی غلطی سرزد ہو گئی ہو براہ کرم اس کی اصلاح فرمائیں۔ زیادہ حد ادب

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقہ محمد و الہ واصحابہ اجمعین۔

مکتوب ۲۲

بنام ملا میرواعظ آخوند

فضائل حضرت امام ابوحنیفہؒ

الحمد للہ و سلام علی عبادہ الذین اصطفی

امابعد ۔ حقیر فقیر لاشئے دوست محمد المعروف بہ حاجی کی جانب سے سلام مسنون اور دعائیں عزیز بھائی ملا میرواعظ صاحب کی خدمت میں عرض ہیں۔ اللہ تعالیٰ میرے عزیز بھائی کو زمانے کے حوادث اور اس کی کلفتوں سے محفوظ رکھے۔ یہاں کے احوال لائق حمد و ستائش ہیں۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ آپ سب کو اللہ تعالیٰ سلامتی و عافیت سے ہمکنار اور شریعت اور طریقت کے جادہ مستقیم پر ثابت قدم رکھے (شریعت و طریقت پر ثابت قدمی کرامت سے بھی بلند چیز ہے) میری اس دعا پر جو آمین کہے اللہ تعالیٰ اس پر بھی رحمت نازل فرمائے۔

بھائی! آج کل فرقہ وہابیہ پیدا ہو گیا ہے۔ یہ فرقہ خود کو اہلِ حدیث کے نام سے پکارتا ہے۔ خباثتِ باطنی اور فسادِ عقیدہ سے یہ لوگ ہمارے امام اعظم حضرت نعمان بن ثابت الکوفی جو درحقیقت مفسرین و محدثین کے امام ہیں زبانِ طعن دراز کرتے ہیں۔ اس کے علاوہ یہ فرقہ وہابیہ اگلے پچھلے مجتہدین کے اجتہاد کا انکار کر کے مذاہبِ اربعہ میں حق دائر ہونے کا انکار کرتا ہے۔ حالانکہ اس پر سلفِ صالحین کا اتفاق ہے اور اس پر اجماع منعقد ہو چکا ہے۔ لہٰذا میں مختصراً یہاں دو باتیں عرض کروں گا۔

۱۔ امامِ ممدوح کے فضائل و مناقب۔

۲۔ مذاہبِ اربعہ میں حق کے دائر ہونے کے دلائل۔

بلند پایہ کتابَ مسند امام اعظمؒ (جو مسند خوارزمی کے نام سے مشہور ہے) سے نقل کرتا ہوں۔

پہلا باب : امام اعظمؒ کے وہ فضائل و مناقب جن میں متفقہ طور پر آپ منفرد ہیں۔

یوں تو امام ممدوح کے فضائل و مناقب بے حد و شمار ہیں جن کو ایک جگہ بیان کرنا ناممکن و محال ہے البتہ آپ کے وہ فضائل و مناقب جن میں آپ بلاشرکت غیرے منفرد و ممتاز ہیں ان کو دس اقسام و انواع کی شکل میں بیان کیا جانا ممکن ہے۔

۱۔ وہ احادیث و آثار جو صرف آپ کی فضیلت و مدح میں وارد ہوئی ہیں۔ آپ کے بعد والے ائمہ ان کے مصداق نہیں ہیں۔
۲۔ امام اعظم کی ولادت صحابہ کرامؓ کے قرن میں ہوئی جس کے سراپا خیر ہونے کی شہادت جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم نے دی ہے۔
۳۔ آپ نے صحابہ کرامؓ سے براہ راست روایت حدیث کی۔ دوسرے ائمہ کو یہ خصوصیت حاصل نہیں ہے۔
۴۔ بزمانہ تابعین آپ کے فتوے ظہور پذیر ہوئے۔ یہ شرف دوسرے حضرات کو حاصل نہیں ہے۔
۵۔ امام اعظمؒ نے چار ہزار تابعین سے تلمذ و استفادہ حاصل کیا۔اس خصوصیت میں کوئی دوسرا آپ کا سہیم نہیں ہے۔
۶۔ کبار تابعین اور علماء اسلام سے آپ کا روایت کرنا۔
۷۔ آپ کی افضلیت اور قوت اجتہادی سے بڑے بڑے مجتہدین نے اتفاق کیا ہے جو بعد والوں کو حاصل نہیں۔
۸۔ سب سے پہلے آپ نے احکام مستنبط فرمائے اور اجتہاد کے اصول و قوانین ترتیب دیئے اور احکام شرعی پھیلائے ہیں۔
۹۔ خلفاء اور بادشاہوں سے آپ نے ہدیئے اور تحفے قبول نہیں فرمائے بلکہ اپنے حلال مال سے فقہا و علماء کی امداد کی۔
۱۰۔ آپ کی شہادت دنیا اور اس کی جاہ سے پہلو تہی کی بناء پر ہوئی یہ بھی آپ کی خصوصیت ہے۔

یہاں چند احادیث و آثار نقل کئے جاتے ہیں جو آپ کی تعریف میں روایت کئے گئے ہیں۔

۱۔ صدر کبیر نے اپنی ایک طولانی سند سے حضرت ابی ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ و سلم نے فرمایا ہے کہ میری امت میں ایک شخص ہو گا جسے ابو حنیفہ کہا جائے گا جو قیامت کے روز میری امت کا چراغ ہو گا۔
۲۔ نیز دوسری سند سے صدر کبیر نے سند مذکورہ طولانی سے حضرت ابی سلمہ سے روایت کی ہے۔ انہوں نے حضرت ابی ہریرہؓ سے روایت کی ہے انہوں نے حضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ و سلم سے روایت کی ہے کہ حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ

وسلم نے فرمایا ہے کہ میری امت میں ایک مرد ہو گا اور قصری کی روایت میں ہے کہ میری امت میں ایک شخص ہو گا جس کا نام نعمان اور کنیت ابو حنیفہ ہے وہ میری امت کا چراغ ہے یہ الفاظ آپ نے تین بار تکرار فرمائے۔ نیز ابان بن عیاش نے انس بن مالک سے روایت کیا ہے کہ حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے میرے بعد ایک ایسا شخص آئے گا جسے نعمان بن ثابت کہا جائے گا ان کی کنیت ابو حنیفہ ہو گی۔ اللہ تعالیٰ اپنے دین اور میری سنت کو اس کے دست حق پر زندہ کرے گا۔ نیز حضرت نافع نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔

میرے بعد ایک شخص ظاہر ہو گا جو ابی حنیفہ کی کنیت سے مشہور ہو گا اللہ تعالیٰ اس کے ہاتھوں سے میری سنت کو زندہ کرے گا۔"

نیز عبداللہ بن مغفل سے مروی ہے انہوں نے فرمایا ہے کہ میں نے حضرت امیرالمؤمنین علی ابن ابی طالب کرم اللہ وجہ سے سنا ہے کہ وہ فرما رہے تھے۔

"کیا میں تمہیں ایسے شخص کی خبر نہ دوں جو تمہارے شہر کوفہ سے ہو گا جس کی کنیت ابو حنیفہ ہو گی اس کا دل علم و حکمت سے بھرپور ہو گا۔ آخری زمانہ میں اس کی وجہ سے ایک قوم ہلاک ہو گی جو اس کی مخالفت کرے گی۔ اس کو بنانیہ کہا جائے گا اس قوم کی مثال ایسی ہی ہے جیسے کہ رافضی قوم جو شیخین ابی بکرو عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی مخالفت کی وجہ سے ہلاک ہو گئی ہے۔"

نیز سعید نے ضحاک سے حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ایک چودھویں رات کا چاند سارے خراسان پر طلوع ہو گا جو ابی حنیفہ کی کنیت سے مشہور ہو گا۔ نیز حسن بن اسماعیل نے سنداً روایت کیا ہے۔

"میں حضرت حماد کی خدمت میں حاضر ہوا ان کے پاس حضرت امام ابو حنیفہؒ آئے تو ان کو حماد نے فرمایا۔" "اے ابا حنیفہ کیا آپ وہی نعمان بن ثابت ہیں جن کے متعلق ہمیں ابراہیم نخعی نے بتایا تھا کہ وہ زمانہ کیا ہی متبرک ہو گا جس میں ایک مرد پیدا ہو گا جس کا نام نعمان ہو گا اور کنیت ابو حنیفہ ہو گی وہ اللہ تعالیٰ اور اس کے

رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے احکام کو زندہ کرے گا اور اس کے بعد بھی احکام الٰہی ہمیشہ جاری رہیں گے جب تک اسلام باقی ہے۔ جس نے ان احکام پر عمل کیا وہ ہلاک نہ ہو گا۔ پس اے حماد! اگر اس کے ساتھ تمہاری ملاقات ہو جائے تو میری طرف سے ان کو سلام پہنچا دینا۔"

نیز کعب احبار سے مروی ہے کہ وہ فرماتے تھے۔

"میں علماء اور اہل علم کے اسماء کو ان کی صفات کے ساتھ لکھا ہوا پاتا ہوں مگر ایک ایسے شخص کے نام کو جس کو نعمان بن ثابت کہا جائے گا کنیت ان کی ابو حنیفہ ہو گی علم اور فقہ، عبادت، حکمت اور زہد میں وہ بڑا پایہ رکھتا ہو گا۔ وہ اپنے زمانہ کے اہل علم کا سردار ہو گا جو اس کا تابع ہو گا وہ ہدایت پائے گا اور آپ ان میں چودھویں رات کا چاند ہوں گے۔ آپ مغبوط زندگی بسر کریں گے اور ان کو شہادت نصیب ہو گی۔"

عبداللہ ابن المبارک سے مروی ہے کہ انہوں نے فرمایا مجھے ابن لھیعہ نے خبر دی ہے انہوں نے فرمایا۔

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری امت کے ہر ایک قرن میں سابقین ہوں گے اور ابو حنیفہ اس امت کے سابق ہیں۔"

فرمایا میں نے امام شافعیؒ سے سنا کہ وہ فرما رہے تھے۔

"میں امام ابو حنیفہ رحمتہ اللہ علیہ سے تبرک حاصل کرتا ہوں۔ نیز میں ان کی قبر پر جاتا ہوں اور اپنی حاجت روائی کے واسطے اللہ تعالیٰ سے دعا مانگتا ہوں تو میں وہاں سے اٹھنے نہیں پاتا یعنی جلد ہی میری حاجت پوری ہو جاتی ہے۔"

نیز مجھے صدر کبیر شرف الدین احمد بن الموابد المکی الخوارزمی نے مندرجہ ذیل اشعار سناتے ہوئے فرمایا کہ مجھے صدر ائمہ ابو المؤید موفق احمد المکی نے اپنے مولفہ اشعار سنائے کہ:

رسول اللہ قال سراج دینی و امتی الھداۃ ابو حنیفہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ابو حنیفہ میرے دین کے چراغ ہوں گے اور میری امت کے ہادیوں میں سے ہوں گے۔

غدا بعد الصحابہ فی الفتاوی لا حمد فی شریعتہ خلیفہ

صحابہ کرام کے بعد فتویٰ دینے میں مشہور ہوں گے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت کے خلیفہ ہوں گے۔

سدی دیباج فتیاہ اجتھاد و لحمتہ من الرحمن خیفہ

ان کا فتوہ دیباج کی لٹوں جیسا ہو گا ان کا گوشت اللہ کے خوف سے کانپتا ہو گا۔

دوسری قسم آپ کے ان مناقب اور فضائل میں جس میں آپ کے ساتھ آپ کے بعد کے لوگ شریک نہیں۔

۱۔ آپ صحابہ کرامؓ کے زمانہ میں پیدا ہوئے ہیں۔ جیسا کہ مجھے شیخ معمر نے ایک طویل سند سے یوں خبر دی ہے کہ میں نے مزاحم بن داؤد بن علیہ سے سنا۔ مزاحم نے اپنے باپ علیہ سے یوں روایت کی ہے کہ امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ولادت ۶۱ھ میں ہوئی اور آپ نے ۱۵۰ھ میں وصال فرمایا۔ یہ قول وہ ہے جسے حسن خلال نے روایت کیا ہے لیکن مشہور قول کی رو سے ثابت ہوتا ہے کہ آپ ۸۰ھ میں پیدا ہوئے ہیں۔

۲۔ ابی سعید سے مروی ہے کہ انہوں نے فرمایا میں نے واقدی سے سنا ہے کہ وہ فرماتے تھے میں نے حضرت حماد بن ابی حنیفہ سے سنا کہ وہ فرماتے تھے میرے باپ امام ابو حنیفہؒ ۸۰ھ میں پیدا ہوئے ہیں اسی طرح حافظ ابو القاسم طلحہ بن محمد بن جعفر سفار نے اپنی مسند میں لکھتے ہوئے فرمایا ہے کہ آپ کے زمانے میں عبداللہ بن جعفر بن ابی طالب اور امامہ الباہلی' واثلہ بن الاسقع' عمرو بن حریث' عبداللہ ابن ابی او فکی اور نیز صحابہ کی کافی جماعت نے وفات پائی۔ پس اس سے ثابت ہوا کہ آپ صحابہ ہی کے زمانے میں پیدا ہوئے ہیں اور صحابہ کا زمانہ وہ زمانہ تھا جس کی خیریت کی شہادت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دی تھی اور اس زمانے کے لوگوں کو عدالت کے ساتھ موصوف فرمایا تھا۔

پس بے شک اصحاب حدیث نے اس میں اختلاف کیا ہے۔ بعض نے آپ کو قرن ثانی میں رکھا ہے اور بعض نے آپ کو قرن ثالث میں۔ لیکن پھر بھی انہوں

نے اس پر اتفاق کیا ہے کہ حضرت امام ابو حنیفہؒ قرن ثالث ہی میں گزرے ہیں۔ جس کی خیریت کی شہادت حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے دی تھی۔ نیز انہوں نے اس پر بھی اتفاق کیا ہے کہ آپ کی ولادت قرن اول ہی میں تھی لیکن آپ کا رواج پانا قرن ثانی میں تھا۔ جس میں آپ نے اجتہاد کیا۔

خوارزمی فرماتے ہیں صدر ائمہ ابو الموید موفق بن احمد المکی خوارزمی نے اپنے اشعار جو آپ نے امام ابو حنیفہؒ کی شان میں مرتب فرمائے تھے مجھے سنائے تھے ان میں سے ایک یہ ہے اور باقی کا ترجمہ درج ذیل ہے۔

غدا مذهب نعمان خير المناهب   هكذا القمر الوضاح خير الكواكب

ترجمہ : حضرت امام ابو حنیفہ نعمان بن ثابت کا مذہب جمیع مذاہب میں بہترین مذہب ہے اس کی مثال ایسی ہے جیسا کہ ستاروں میں چاند نمایاں ہوتا ہے اور اس کا فقہ خیر القرون میں تقویٰ کے ساتھ ہے اور اس کا مذہب بہترین مذاہب میں سے ہے۔

تیسری قسم آپ کے فضائل اور مناقب میں جس میں آپ کے بعد کے لوگوں میں سے کسی کو شرکت حاصل نہیں۔

۱۔ انہوں نے صحابہ کرامؓ سے روایت کیا ہے، علماء اس پر متفق ہیں۔ لیکن کتنے صحابہ سے روایت کیا ہے اس میں علماء کا اختلاف ہے۔ بعض تو ان میں سے وہ ہیں جو کہتے ہیں کہ حضرت امام ابو حنیفہؒ نے چھ اشخاص اور ایک عورت سے روایت کیا ہے اور بعض کہتے ہیں کہ آپ نے پانچ صحابہ سے روایت کیا ہے اور ایک صحابیہ سے۔ بعض کہتے ہیں کہ آپ نے سات صحابہ اور ایک صحابیہ سے روایت کی ہے۔

چوتھی قسم آپ کے ان فضائل اور مناقب میں جن میں آپ کے ساتھ آپ کے بعد کے لوگ شریک نہیں آپ ان مناقب اور فضائل میں یگانہ ہیں۔ آپ نے تابعین کے زمانے ہی میں اجتہاد کیا اور ان ہی کے زمانے میں فتویٰ بھی دیا۔ صاحب در مختار اور طحطاوی نے کہا ہے۔

"فقہ کا بیج عبداللہ بن مسعودؓ نے بویا اور علقمہ نے اس کی آب پاشی کی۔ ابراہیم نخعی نے اسے کاٹا۔ حماد نے اسے صاف کیا۔ ابوحنیفہ نے اسے پیسا۔ ابو یوسف نے اسے گوندھا، محمد نے اس سے روٹیاں پکائیں، تمام لوگ ان سے کھا رہے ہیں۔"

بعض نے مذکورہ مضمون کو ایک شعر میں یوں منظوم کیا ہے۔ ے

الفقہ فرع بن مسعود و علقمہ حاصدہ ثم ابراھیم داس

یعنی فقہ کی ابن مسعود نے کھیتی بنائی۔ علقمہ نے اسے کاٹا۔ ابراہیم نے اسے صاف کیا۔

نعمان طاحنہ یعقوب عاجنہ محمد خابزہ و باکل الناس

نعمان نے اسے چکی میں ڈال کر آٹا بنایا یعقوب نے اسے گوندھا۔ محمد نے اس کی روٹیاں پکائیں، لوگ اسے کھا رہے ہیں۔

امام اعظم کے علم کا امام محمد کی جامعین زیادات اور نوادر جیسی تصانیف سے پتہ چلتا ہے یہاں تک کہ کہا جاتا ہے کہ امام محمد نے علوم دینیہ میں نو سو ننانوے کتابیں تصنیف فرمائی ہیں ان کے شاگردوں میں سے امام شافعی رحمتہ اللہ علیہ بھی ہیں۔ امام محمد نے امام شافعی کی والدہ صاحبہ سے شادی کی تھی اسی وجہ سے امام محمد نے اپنا سارا کتب خانہ اور اپنا مال امام شافعیؒ کے سپرد کر دیا تھا اور اسی وجہ سے امام شافعی فقیہ بنے اور امام شافعی نے خود انصاف کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ جو فقہ سیکھنا چاہے وہ امام ابی حنیفہؒ کے شاگردوں کا اتباع کرے کیونکہ امام اعظمؒ کے شاگردوں کے سامنے حقائق آسان ہو گئے تھے۔ خدا کی قسم میں تو حضرت امام محمد بن الحسن کی کتابوں سے فقیہ ہوا ہوں۔ نیز اسماعیل بن ابی رجا نے فرمایا ہے کہ میں نے امام محمد کو خواب میں دیکھا اور ان سے دریافت کیا کہ خداوند تعالیٰ نے آپ کے ساتھ کیا معاملہ کیا تو آپ نے جواب دیا کہ خداوند تعالیٰ نے مجھے بخش دیا اور فرمایا کہ اگر میں تمہیں عذاب دینا چاہتا تو تم کو عالم دین نہ بناتا۔ پھر میں نے امام موصوف سے دریافت کیا کہ امام ابو یوسف کس درجہ میں ہیں تو آپ نے فرمایا کہ امام ابو یوسف مجھ سے دو درجے اوپر ہیں۔ پھر میں نے دریافت کیا کہ امام ابو حنیفہ کس مقام میں ہیں۔ آپ نے جواب دیا وہ اعلیٰ علیین میں ہیں اور کیوں نہ ہوں انہوں نے تو صبح کی نماز چالیس برس عشا کے وضو سے پڑھی ہے نیز پچپن حج کئے ہیں اور آپ نیند میں سو بار اللہ کی زیارت سے مشرف ہوئے ہیں۔" آپ کا قصہ مشہور ہے کہ آپ نے آخری دفعہ جب حج کیا تو اثنائے حج میں آپ نے کعبتہ اللہ میں دخول کی اجازت چاہی۔ چنانچہ آپ رات کے وقت بیت اللہ شریف میں داخل ہوئے اور اس کے دونوں ستونوں کے درمیان دائیں پاؤں پر کھڑے ہوئے اور بایاں پاؤں اس پر رکھا اور نصف قرآن ختم کیا۔ پھر رکوع اور سجود کئے پھر اپنے بائیں پاؤں پر کھڑے ہوئے اور دایاں پاؤں اس پر رکھا اور نصف قرآن ختم کیا۔ پھر سلام پھیر کر روئے اور اپنے رب کی بارگاہ میں نہایت ہی عجز و

زاری سے عرض کی کہ اے بار خدایا! آپ کے اس ضعیف بندہ نے آپ کی عبادت کرنے کا پورا پورا حق ادا نہیں کیا لیکن تیری معرفت کو پورا پورا پہچان لیا ہے۔ پس آپ اس کمالِ معرفت کے پہچاننے کی بدولت میری ان تمام کوتاہیوں کو جو مجھ سے تیری عبادت میں سرزد ہوئی ہیں معاف فرمادیں۔ ہاتف نے بیت اللہ شریف کی ایک طرف سے آواز دی کہ اے ابو حنیفہ تونے ہمیں خوب پہچانا اور ہماری خوب عبادت کی اور اچھی خدمت کی۔ ہم نے آپ کو اور آپ کے مذہب کے ان سب متبعین کو جو قیامت تک ہوں گے بخش دیا ہے۔

نیز حضرت امام ابو حنیفہؒ سے پوچھا کہ آپ کس چیز کے ذریعے مقامات کو پہنچے ہیں؟ آپ نے جواب دیا۔

"میں نے فائدہ پہنچانے میں بخل نہیں کیا اور نہ ہی فائدہ لینے سے پیچھے ہٹا ہوں۔"

مسافر بن کدام نے فرمایا۔

"جس نے امام اعظمؒ ابو حنیفہ کو اپنے اور اللہ تعالیٰ کے مابین واسطہ بنایا تو میں امید کرتا ہوں کہ وہ کسی چیز سے نہیں ڈرے گا۔"

اسی مضمون پر موصوف نے دو شعر بھی فرمائے ہیں۔

حسبی من الخیرات ما اعددتہ یوم القیامتہ فی رضی الرحمن
دین النبی محمد خیر الوریٰ ثم اعتقادی مذھب النعمان

ترجمہ : میرے لئے تمام بھلائیوں سے بہتر قیامت کے روز خداوند کریم کی رضا جوئی میں حضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے دین کی اطاعت کرنا اور حضرت امام اعظم نعمان بن ثابت کے مذہب کا اعتقاد رکھنا ہے۔

نیز حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ بنی آدم مجھ پر فخر کرتا ہے اور میں اپنی امت میں سے ایک مرد پر فخر کرتا ہوں جس کا نام نعمان ہو گا اور کنیت ابو حنیفہ ہو گی۔ وہ میری امت کا چراغ ہو گا۔ نیز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔

"جمیع انبیاء علیہم السلام مجھ پر فخر کرتے ہیں اور میں ابو حنیفہ پر فخر کرتا ہوں۔ جس نے اسے دوست رکھا اس نے گویا مجھے اپنا دوست سمجھا اور جس نے اس کے ساتھ بغض رکھا اس نے گویا میرے ساتھ بغض رکھا۔"

اسی طرح شرح مقدمہ ابی اللیث میں منقول ہے۔ کتاب ضیاء المعنوی میں فرمایا ہے کہ ابن الجوزی کا یہ قول کہ حدیث مذکورہ موضوع ہے محض تعصب ہے کیونکہ یہ حدیث مختلف طریق سے روایت کی گئی ہے۔ نیز جرجانیؒ نے حضرت امام اعظمؒ کے مناقب میں اپنی سند کو سہل بن عبداللہ تستریؒ سے ملاتے ہوئے روایت کی ہے کہ سہلؒ نے فرمایا۔

"اگر موسیٰ اور عیسیٰ علیہم السلام کی امت میں ابو حنیفہؒ جیسے افراد ہوتے تو وہ نصرانی اور یہودی نہ ہوتے۔"

حضرت امام اعظم ابو حنیفہؒ کے مناقب بے شمار ہیں۔ آپ کے مناقب کا شمار کرنا محال ہے۔ آپ کے مناقب میں ابن جوزی کے داماد نے ضخیم جلدیں تصنیف کی ہیں اس کا نام الانتصار الامام الائمہ الامصار' نام رکھا ہے۔ دوسرے لوگوں نے بھی آپ کے مناقب و فضائل میں بہت کتابیں تصنیف کی ہیں۔ حاصل یہ کہ حضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے قرآن شریف کے معجزے کے بعد بڑے معجزوں میں سے ایک معجزہ حضرت امام اعظم رحمتہ اللہ علیہ ہیں۔ آپ کے مناقب میں سے آپ کے مذہب کا شہرت حاصل کرنا بھی ایک ایسی منقبت ہے جو کفایت کرتی ہے۔ آپ کا کوئی ایسا قول نہیں جس کو کسی بڑے عالم نے اپنے لئے دلیل نہ بنایا ہو۔ آپ کا مذہب آپ کے ساتھیوں اور آپ کے ماننے والوں کے لئے آپ کے زمانے سے لے کر اب تک مشعل راہ ہے۔ آپ کا مذہب قیامت تک جاری رہے گا حتیٰ کہ آپ ہی کے مذہب کے مطابق حضرت عیسیٰ علیہ السلام فیصلہ کریں گے۔ یہ اس بات کی عظمت کی دلیل ہے کہ تمام بڑے بڑے علماء میں سے حضرت امام ابو حنیفہؒ کو اس کام کے لئے خصوصیت دی گئی ہے اور کیوں نہ ہو جبکہ وہ صدیقؓ کی مانند ہیں۔ آپ کے لئے اپنا بھی اجر ہے اور قیامت تک ہر اس شخص کا اجر بھی ہے جس نے فقہ مدون کی اور اس کے احکام کو فقہ کے اصول پر مرتب کر کے جزئیات نکالیں۔ بہت سے اولیاء کرام آپ ہی کے مذہب کے متبع ہیں جیسے ابراہیم ادہمؒ' شقیق بلخیؒ' معروف کرخیؒ' ابی یزید بسطامیؒ' فضیل ابن عیاضؒ' داؤد طائیؒ' ابی حامد اللغافؒ' خلف بن ایوبؒ' عبداللہ بن مبارکؒ' وکیع بن الجراحؒ' ابی الوراق اور بہت سے علماء اور اولیاء جن کا شمار کرنا مشکل ہے۔ اگر یہ حضرات کسی قسم کا شبہ پاتے تو آپ کے مذہب کی اتباع اور آپ کے مستنبط احکام کی موافقت نہ کرتے۔ استاد ابو القاسم قشیری نے جو اپنے مذہب کے معاملے میں بہت سخت تھے اپنے رسالے میں فرمایا ہے۔

"میں نے استاد ابی علی الدقاق سے سنا کہ وہ کہتے تھے میں نے یہ

ابو القاسم نصر آبادی سے حاصل کیا اور وہ فرماتے تھے کہ میں نے
اسے شیخ شبلی سے لیا اور انہوں نے سری سقطی سے لیا اور داؤد
طائی نے علم اور طریقہ حضرت امام ابو حنیفہؒ سے حاصل کیا۔"

ان جمیع مشائخ اور علماء نے حضرت امام اعظمؒ کو مانا اور آپ کی ثنا اور تعریف کی اور آپ کی افضلیت کا اقرار کیا ہے۔ یہ حضرات حضرت امام اعظمؒ کے مذہب کی اتباع پر فخر کرنے اور اقرار کرنے میں کوشاں تھے۔ یہ سب کے سب اس طریقہ کے امام اور شریعت و حقیقت کے مالک تھے۔ اس کے باوجود بھی کیا اے بھائی ان بزرگوں کی سچی پیروی کرنے میں آپ کو کسی قسم کا تردد ہے اگر ہے تو بڑا تعجب ہے۔ بعد میں آنے والوں نے ان بزرگوں کی اتباع کی ہے اور جس نے ان بزرگوں کے معتمد طریقہ کے خلاف کیا وہ مردود اور بدعتی ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ امام اعظمؒ اپنے زہد، ورع، عبادت، علم، فہم میں اپنی نظیر آپ تھے۔ ابن المبارک نے آپ کی مدح میں مندرجہ ذیل اشعار فرمائے ہیں۔

لقد زان البلاد ومن علیها　　امام المسلمین ابو حنیفہ

ترجمہ : مسلمانوں کے امام ابو حنیفہؒ نے احکام اور احادیث و فقہ کے ذریعہ تمام شہروں کے باشندوں کو زینت دی۔

باحکام و آثار و فقہ　　کاٰیات الزبور علی الصحیفہ

ترجمہ : جو ایسی ظاہر ہے جیسے قرآنی آیات کتاب میں

فما فی المشرقین لہ نظیر　　ولا فی المغربین ولا بکوفہ

ترجمہ : کوفہ اور مشرق و مغرب میں ان کا کوئی ثانی نہ تھا۔

فقام مشمرا" سهرا للیالی　　وصام نهاره للہ خیفہ

ترجمہ : وہ ساری ساری رات خدا کی یاد میں جاگا کرتا اور دن کو اس سے ڈرتے ہوئے روزے رکھا کرتا۔

فمن کان بحنیفہ فی علاہ　　امام للخلیفہ والخلیفہ

ترجمہ : امام اعظم جیسا بلند مراتب کا مالک کون ہے جو جمیع لوگوں کا امام اور خلیفہ ہے۔

رایت العائبین لہ سفاھا خلاف الحق مع حجج ضعیفہ

ترجمہ : میں نے آپ میں عیب نکالنے والوں کو بیوقوف پایا اور حق کے خلاف کمزور دلائل رکھنے والا دیکھا۔

و کیف یحل ان یوذی فقیہ لہ فی الارض اثار شریفہ

ترجمہ : ایک فقیہ کو ایذا پہنچانا کیسے صحیح ہو سکتا ہے جبکہ دنیا میں اس کی بزرگ نشانیاں موجود ہیں۔

فقد قال ابن ادریس مقالا صحیح النقل فی حکم لطیفہ

ترجمہ : امام شافعی نے کیا ہی خوب ذی حکم اور عمدہ بات فرمائی ہے۔

بان الناس فی فقہ عیال علی فقہ الامام ابی حنیفہ

ترجمہ : کہ سارے لوگ فقہ میں حضرت امام ابو حنیفہ کے سامنے بمنزلہ عیال کے ہیں۔

فلعنہ ربنا اعداد رمل علی من رد قول ابی حنیفہ

ترجمہ : پس اس شخص پر خدا کی طرف سے ریت کے ذروں کے برابر یعنی لاتعداد لعنت برسے جس نے حضرت امام ابو حنیفہؒ کے قول کو رد کیا۔

اور یہ بھی ثابت ہے کہ حضر امام اعظمؒ کے والد ثابتؓ نے حضرت امام علی ابن ابی طالب کرم اللہ وجہہ کی زیارت کی تھی تو انہوں نے ثابتؓ اور آپ کی اولاد کے لئے برکت کی دعا کی تھی اور یہ بھی صحیح ہے کہ حضرت امام اعظمؒ نے سات صحابہ سے حدیث سنی تھی۔ نیز آپ سات سال کی عمر میں بیس صحابہ کی زیارت سے مشرف ہوئے۔ یہ بھی صحیح ہے کہ حضرت انس، حضرت جابر، ابن ابی اوفی، عامر، ابو الطفیل، ابن واثلہ، ابن جزء اور بنت عجرہ رضی اللہ عنہم سے آپ نے روایت کی ہے۔ آپ نے بغداد میں وفات فرمائی ہے۔

بھائی جان آپ کو معلوم ہو کہ کتاب **مستطاب** شرح سفر السعادۃ جو شیخ عبدالحق دہلوی رحمتہ اللہ علیہ کی تصنیف ہے اس میں سے چند کلمات چاروں مذہب کے حصر کے متعلق لکھتا ہوں تاکہ متردد لوگوں کے دلوں سے اس کے متعلق تشویش رفع ہو جائے۔ صاحب کتاب نے اولاً چاروں اماموں کے نام اور تاریخ ولادت و انتقال اور ہر ایک کے

احوال اور مراتب کو بالتفصیل لکھتے ہوئے فرمایا ہے کہ

"یہ چاروں حضرات (امام ابو حنیفہؒ' امام مالکؒ' اما شافعیؒ' امام احمدؒ)
امامان دین اور مقتدایان ملت ہیں۔ جنہوں نے احادیث میں باہمی
ربط قائم کیا ہے۔ نیز صحابہ اور سلف صالحین کے اقوال میں باہم
تطبیق دی ہے۔ ناسخ اور منسوخ کی تفسیر اور تاویل کو بیان کیا ہے۔
انہوں نے اس بارہ میں بے انتہا کوشش فرمائی ہے۔ قیاس اور
اجتہاد کے ذریعہ انہوں نے کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ سے
احکام کو مستنبط کیا ہے۔"

باقی سب غیر مجتہدین کو ان کے طریقے کی اتباع کے سوا اور کوئی چارہ نہیں۔ مشائخ طریقہ اور ان کے بزرگ بھی ان ہی مذاہب کے پیروکار تھے۔ ہاں مگر وہ لوگ جنہوں نے اجتہاد کے مرتبہ کو پہنچتے ہوئے اپنے لئے ان کے موافق یا مخالف مسائل میں اجتہاد کیا ہے اور جو کہتے ہیں۔

"الصوفی من لا مذھب لہ"

ترجمہ : صوفی وہ ہے جس کا کوئی مذہب نہ ہو۔

اس کے یہ معنی نہیں کہ صوفیوں کے دین میں کوئی مذہب مختار نہیں' اور نہ یہ کہ وہ ان چاروں مذاہب کے اماموں کے تابع نہیں اور نہ یہ کہ جو بھی ان کی طبیعت چاہے اسی کے وہ متبع ہوں اور اسی کے وہ عامل ہوں بلکہ ان کے مذکورہ قول کی یہ توجیہہ کی گئی ہے کہ وہ مذاہب اربعہ کے بعض موقعوں میں سے ان موقعوں کو اختیار کرتے ہیں جس میں ورع اور احتیاط بہت زیادہ ہو۔ خواہ کوئی بھی مذہب ہو یا یہ توجیہہ ہو سکتی ہے کہ محدثین کے مذہب پر ہیں کہ جس حدیث کو وہ صحیح پاتے ہیں اسی پر عمل کرتے ہیں۔ محققین نے فرمایا ہے کہ یہ بھی علی الاطلاق صحیح نہیں ہے۔ تحقیق یہ ہے کہ وہ اس مذہب کو جس کو انہوں نے اختیار کیا ہے اس کی جمیع روایات میں سے ان روایات کو اختیار کرتے ہیں جو زیادہ لائق احتیاط ہیں یا ظاہر حدیث صحیح کے موافق ہوں' اگرچہ اس روایت کا ظاہر اس مذہب میں مشہور نہ ہو جس کے وہ متبع ہیں۔ ورنہ تو مذہب کا تفرق اور تعدد ظاہری اعمال کے تفرق کا موجب بن جاتا ہے اور وہ باطن کے احوال کے تفرق اور عدم ضبط میں سرایت کر جاتا ہے (یعنی باطن کو بھی منتشر کر دیتا ہے) نیز محققین نے فرمایا ہے کہ توجہ کا قبلہ ایک ہونا چاہئے خواہ وہ امام شریعت ہو یا شیخ طریقت ہوتا کہ توحید

کی بنا محکم ہو جائے اور تحقیق کا قدم راسخ ہو جائے۔ کیونکہ اصل کا تفرق و اختلاف فرع کے تفرق اور اختلاف کا موجب ہوتا ہے۔ پس فقہ اور اصول اور تصوف کے لحاظ سے نفس کو ان اصولوں کا عادی بنایا جائے جن کی طرف رجوع کیا ہے اور یہ کلماتِ شریفہ "استفت قلبک" جو حدیث میں آئے ہیں اس کا مطلب یہ ہے کہ اپنے دل سے فتویٰ طلب کر جو کچھ دل فرمائے اور جس چیز کا وہ حکم دے اس پر عمل کر۔ یہ یاد رہے ایسا کرنا تذبذب اور تردد کی صورت میں ہے یعنی ایسے مقام پر جہاں کہیں قرآن و حدیث اور علماء کے اقوال ایک دوسرے سے مختلف ہو جائیں اور ان میں تعارض واقع ہو جائے اور جو حیرت اور تردد میں ڈال دے تو ایسی صورت میں دل ہی سے پوچھنا چاہئے اور جس چیز کی طرف وہ رہنمائی کرے اسی کو ترجیح دے اور جو قول اس کے دل میں بیٹھ جائے تو وہ اس قول کو اختیار کرے اور اسی پر عمل کرے اور وہ بھی پاکیزہ و مطہر و منور قلب کے مادہ میں تقویٰ اور ایمان کے نور سے ہے جو کہ فراست کا نور ہے کہ جس کو ایمان کے جوہر میں پیدا کیا گیا ہے۔ جو حق ہے وہ اسے پالیتا ہے اور وہ شق و پہلو اختیار کرتا ہے جس میں خیر و صواب ہو نہ یہ کہ جو بات دل میں آجائے اور شرعی دلائل کی طرف رجوع کئے بغیر اس پر عمل کرے کیونکہ ایسا کرنا الحاد کی طرف لے جاتا ہے بلکہ جاہلوں کی سی لغزش ہے۔ اجمالاً یہ ہے کہ مذاہب حقہ اور منزل مقصود تک پہنچنے کے راستے اور دینی عمارت میں داخل ہونے کے دروازے یہی چار سچے مذہب ہیں جس نے ان راستوں اور دروازوں کو اختیار کیا اس کے لئے کوئی اور دوسرے راستے اور دروازے اختیار کرنا محض فضول اور بے ہودہ ہے۔ نیز یوں کہئے کہ عملی کارخانے کو ملیا میٹ کرنا اور مصلحت کی راہ سے دور جا پڑنا ہے۔

رہ سلوک میں سالک کو چاہئے کہ وہ ورع اور احتیاط جس مذہب کی روایات میں پائے اور جس کی دلیل قوی اور عمدہ ہو اور اس کا فائدہ عام ہو اور اس میں احتیاط زیادہ ہو تو اسی کو اختیار کرے اور رخصت اور مساہلہ کا راستہ اختیار نہ کرے۔ یہ طریقہ کار متاخرین کا ہے اور اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ طریقہ محکم اور نہایت ہی مضبوط ہے اس بارے میں اس گروہ کی حجت یہ ہے کہ جمیع حضرات کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ متمسک اور دین متین کے حقیقی پیروکار ہیں اس کے علاوہ تعیین اور تخصیص کی دوسری کوئی اور وجہ کیا ہو سکتی ہے کہ نص قطعی ہے۔

فَاسْئَلُوْٓا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ۔

حدیث نبوی

اصحابی کالنجوم بایھم اقتدیتم اھتدیتم

اسی کی طرف مشیر اور مصرح ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ "جو چیز تم
نہیں جانتے وہ اہل علم سے دریافت کرو۔ ان سے جا کر سیکھو۔
حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میرے اصحاب کرام سیاروں کی
مانند ہیں اور سب کے سب راستہ دکھانے والے ہیں۔"

دوسرے علماء کو بھی ان کے حکم میں جانو۔ حق بھی یہی ہے کہ یہ مذہب بظاہر انصاف کے زیادہ نزدیک ہے اور سمجھ میں آنے کے زیادہ لائق ہے لیکن علماء کی قرارداد اور ان کی مصلحت اس آخری زمانہ میں مذہب کے تعین اور تخصیص میں ہے نیز دینی اور دنیوی کارروائی ضبط و ربط اسی صورت میں ہی ہو سکتا ہے۔

ابتداء" ہر شخص مختار ہے کہ جس مسلک کو اختیار کرنا چاہے کر سکتا ہے لیکن کسی ایک کو اختیار کرنے کے بعد دوسرے مسلک کی طرف رجوع کرنا اور پہلے مختار مسلک کو چھوڑنے کے یہ معنی ہیں کہ وہ راہ اول اور مذہب اول سے بدظن ہو گیا اور وہم میں پڑ گیا ہے۔ پس اس طرح اعمال اور احوال میں تفریق پیدا ہو جاتی ہے۔ متاخرین علماء کی یہی قرارداد ہے۔ یہی طریقہ انہوں نے اختیار کیا ہے اور اسی میں خیر مضمر ہے۔ مگر اس آخری زمانے میں وہ مجتہدین جو فقہ و حدیث' زہد و ورع اور عبادت میں مشہور اور معروف تھے انہوں نے احادیث اور اقوال کی تتبع فرمائی اور ناسخ کو منسوخ سے صحیح کو سقیم سے جدا فرمایا ہے۔ ان کی تحقیق اور تاویل کرتے ہوئے ان میں باہمی تطبیق اور توفیق قائم کی ہے اور سب کو ایک مذہب قرار دیا ہے۔ اس زمانے کے عوام مسلمان بلکہ علماء کو یہ قوت اور طاقت کہاں نصیب ہے کہ یہ کام ان کے ہاتھ سے سرانجام ہو سکے۔ ان کے لئے بجز مجتہدین کرام کی متابعت کرنا اور ان کے قدم بہ قدم چلنے کے سوا دوسرا کوئی اور چارہ نہیں۔ یہ کام متقدمین و محدثین کے ہی لائق تھا۔ مجتہد کا حکم حقیقتاً کتاب اور سنت کا حکم ہے۔ لیکن چونکہ یہ حکم پوشیدہ ہے صریح نہیں ہے اس واسطے مجتہدین دین متین اور امامانِ راہِ یقین نے اس پوشیدہ حکم کو منصہ ظہور پر جلوہ گر کیا اور اشارات کو تصریحات سے تبدیل کیا۔ خدا ان کو ان کے اس عمدہ فعل کی جزائے خیر عطا فرمائے۔ آمین (وصل)

بعض لوگوں کے ذہن میں اس بات نے جگہ پکڑ لی ہے کہ امام شافعی کا مذہب احادیث کے موافق ہے اور حضور کی متابعت اور اقتدا کا طریقہ ان کے مذہب میں بے انتہا پایا جاتا ہے

اور امام اعظم ابو حنیفہؒ کا مذہب رائے اور اجتہاد پر مبنی ہے اور احادیث کے بالکل مخالف ہے۔ یہ بات بالکل غلط اور کھلی جہالت ہے۔ وہ اتنا نہیں سمجھتے کہ اجتہاد میں اولین شرط یہ ہے کہ کتاب اللہ احادیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور سلف صالحین کے اقوال شریفہ کو لازمی مدنظر رکھا جائے۔ ان شرطوں کے لحاظ کے بغیر اجتہاد درست نہیں اور چونکہ امام اعظم رحمتہ اللہ علیہ کا قیاس اور اجتہاد اقدم اور اسبق ہے اور جمیع امت کے ہاں مسلم ہے پس اس صورت میں گمان کو کیا مجال ہے۔ اس بدگمانی اور اتہام میں پڑنے کا سبب یہ ہے کہ بعض ان محدثین کرام نے جو امام شافعیؒ کے مذہب کے پیرو اور متبع تھے انہوں نے کتابیں تصنیف کیں جیسے مصابیح، مشکوۃ نیز امثال دیگر جنہوں نے اپنے مذہب کے دلائل کی تتبع اور تفحص فرماتے ہوئے جمیع دلائل کو جمع کیا ہے اور احادیث میں انہوں نے حنفی مذہب پر طعن کیا ہے اور جرح سے کام لیا ہے۔ پس ان کے اس متعصبانہ رویہ کی وجہ سے لوگ بدگمانی اور اتہام میں پڑ گئے۔ اکثر شوافع نے حضرت امام اعظم رحمتہ اللہ علیہ کے ساتھ متعصبانہ پہلو اختیار کیا ہے۔ دیار عرب میں جو احناف کی کتابیں مشہور ہیں، ان کو زیر مطالعہ رکھا جائے تو حقیقت حال منکشف ہو جائے گی۔ اس مذہب میں مواہب الرحمت ایک کتاب ہے جس کے شارح نے اپنے اوپر یہ التزام رکھا ہے کہ وہ آیات قرآنیہ اور احادیث صحیحہ میں سے دلائل پیش کرے گا۔ ہدایہ شریف ہمارے ملک میں مشہور اور معتبر کتاب ہے، ہاں قدرے وہم کی گنجائش اس میں اس لئے ہو سکتی ہے کہ اس کے مصنف نے اکثر کام کی بنا دلائل عقلیہ پر رکھی ہے اور جو حدیث بھی وہ لایا ہے وہ محدثین کے ہاں ضعف سے خالی نہیں۔ شاید آنجناب نے علم حدیث میں شغل کم رکھا تھا لیکن ہدایہ کی شرح میں شیخ ابن الھمام نے مصنف علیہ الرحمتہ کی تمام کمیوں کو پورا کر دیا ہے اور اس نے کتاب ہدایہ کے بنانے میں نہایت تحقیق سے کام لیا ہے۔ نیز بعض لوگ کہتے ہیں کہ حضرت امام ابو حنیفہ کے پاس صندوقیں تھیں جس میں انہوں نے اپنی مسموعہ حدیثیں ضبط فرمائی تھیں اور یہ کہتے ہیں کہ جن مشائخ سے حضرت امام اعظم نے احادیث روایت کی ہیں وہ تابعین میں سے تین سو کی تعداد تک پہنچتے ہیں اور جن لوگوں نے حضرت امام اعظمؒ کے مسند کو روایت کیا ہے ان کی تعداد پانچ سو ہے۔ آپ کے کل اساتذہ جن سے آپ نے علم پڑھا چار ہزار اشخاص ہیں ایک گروہ نے آپ کے اساتذہ کو حروف تہجی کی ترتیب پر جمع فرمایا ہے۔ جن احادیث سے حضرت امام شافعی رحمتہ اللہ علیہ نے تمسک فرمایا ہے اور حضرت امام اعظمؒ نے ان احادیث کو نہیں لیا اور

نہ ہی ان کے ساتھ تمسک کیا ہے تو اس واسطے لوگوں نے یہ گمان کر لیا ہے کہ حضرت امام اعظمؒ کا مذہب احادیث کے مخالف ہے۔ حالانکہ وہ یہ نہیں جانتے کہ جن احادیث سے امام صاحب نے تمسک فرمایا ہے وہ نہایت صحیح اور از حد قوی ہیں۔ حضرت امام شافعیؒ کی مروی احادیث ان تک نہیں پہنچ سکتیں۔ حضرت امام شافعیؒ کی مروی احادیث صحیحین میں ہیں۔ فی الحقیقت مذہب حنفی جامع معقول و منقول ہے۔ یہ مانا کہ اکثر اوقات میں آنجناب کی یہی عادت کریمہ رہی ہے کہ اپنے مذہب کی تفہیم اور تبیین میں عوام کے طبائع کا لحاظ رکھتے ہوئے جو معقول و منقول دونوں دلائل کے باہمی تطابق اور توافق کے عادی ہیں اور جو نقل کی عقل سے تائید چاہتے ہیں معقول دلیل پر اکتفا فرمایا ہے اور ان کی تسلی اور تشفی کے واسطے اس کے بیان کو واضح کرنے میں کوشش فرمائی ہے۔ ورنہ تو آپ کا اصل تمسک اور استدلال کتاب و سنت اور اقوال سلف ہی سے تھا۔ یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ انہوں نے کتاب و سنت اور اجماع کو چھوڑتے ہوئے قیاس کے ساتھ تمسک فرمایا۔ حالانکہ اس (قیاس) کے ساتھ عمل کرنے کی شرط ان اصول (کتاب و سنت و اجماع) کی عدم موجودگی ہے جیسا کہ کتبِ اصولِ فقہ میں ان کے مذہب پر مقرر ہوا ہے اور ان کے یہ عقلی دلائل اصل میں بعض احادیث جو موافق قیاس ہوں ارجح ہوں گی جیسا کہ اصول فقہ میں مقرر ہو چکا ہے نہ یہ کہ نص کے مقابلہ میں قیاس کیا جائے اور نیز زمانہ متاخرین میں احادیث کی صحت اور ضعف کا حکم زمانہ سابق کے برخلاف ہے۔ اس لئے کہ ہو سکتا ہے کہ ایک حدیث ان کے زمانہ میں بوجہ اجتماع شرائط صحت و قبول صحیح ہووے کیونکہ ان کے اور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان صرف ایک واسطہ تھا پس دوسرے راویوں کی جانب سے جو کہ ان کے بعد آئے ایک طرح کا ضعف پیدا ہو گیا۔

پس متاخرین محدثین کا ایک حدیث پر ضعف کا حکم لگانے سے یہ لازم نہیں آتا کہ وہ حدیث مثلاً حضرت امام ابو حنیفہؒ کے زمانہ میں بھی ضعیف ہو۔ یہ نکتہ بعض محققین کے کلام سے ظاہر ہے جیسا کہ انہوں نے بیان کیا ہے کہ حدیث پر تواتر، شہرت اور وحدت کا حکم لگانا صدر اول یعنی قرن اول ہی میں معتبر ہے ورنہ تو بہت سی احادیث جو اس وقت آحاد ہوں اور بعد میں کثرت طرق کی وجہ سے اور اس علم کے طالبوں اور جمع کرنے والوں کی کثرت کے باعث یہ احادیث مرتبہ شہرت کو پہنچ جائیں۔

امام اعظم رحمتہ اللہ علیہ اپنے فضل و کمال کی کثرت اور حد درجہ ممتاز ہونے کی وجہ سے جمیع عالم کے مضبوط اور محسود ہو گئے تھے۔ یعنی دنیا ان سے حسد کرنے لگی تھی۔

متاخرین شافعیہ سے کیا گلا جب کہ بعض متقدمین شوافع نے بھی آپ کے ساتھ حسد رکھا ہے اور حقیقت بھی یہی ہے جو سب سے زیادہ افضل ہو گا لوگ اس سے زیادہ سے زیادہ حسد کریں گے۔ لیکن امام شافعیؒ کو دیکھئے کہ وہ امام اعظمؒ اور آپ کے متبعین اور اصحاب کی مدح میں فرماتے ہیں۔

" الناس کلھم عیال علی فقہ ابی حنیفہ رحمتہ اللہ"

ترجمہ : سارے لوگ حضرت امام ابی حنیفہؒ کے سامنے بمنزلہ عیال کے ہیں۔

اور امام احمد رحمتہ اللہ علیہ جو حضرت امام اعظم رحمتہ اللہ علیہ کے شاگرد ہیں فرماتے ہیں کہ۔

"اگر اہل کتاب یہود و نصاریٰ امام محمد رحمتہ اللہ علیہ کی تصانیف کو دیکھیں تو بے اختیار ایمان لے آئیں۔"

اور امام حافظ بن حزم فرماتے ہیں۔

"امام ابی حنیفہؒ کے تمام اصحاب اس پر متفق ہیں کہ حدیث کی اسناد جتنی بھی ضعیف ہوں وہ اس قیاس سے اولیٰ اور مقدم ہے جس بارہ میں کیا جائے۔ مگرہاں جب ضرورت کی حد کو پہنچ جائے تب قیاس پر عمل کرے اور کسی صورت میں بھی اگر ممکن ہو سکے تو حدیث پر عمل کرنے کو ہاتھ سے نہ جانے دے۔"

امام شافعی رحمتہ اللہ علیہ کئی اقسامِ حدیث پر قیاس کو مقدم رکھتے ہیں اس کے متعلق مفصل بیان کیا گیا ہے جو علم اصولِ فقہ میں دیکھنا چاہیے۔ قیاس کے اقسام میں سے قیاسِ مؤثر پر بھی عمل نہ کرے اور قیاسِ تناسب' قیاس شبہ' قیاسِ طرویہ سب ان کے نزدیک متروک و غیر معمول ہیں۔ نیز انہوں نے کئی مواضع میں حدیث کے ساتھ قیاس کو ترک کیا ہے اگر ان کو بیان کروں تو بات لمبی ہو جائے گی۔

ابو حنیفہ رحمتہ اللہ علیہ اس وقت صحابی کی تقلید کو واجب جانتے ہیں جبکہ وہ اپنے اجتہاد سے کہے اور ایسے موقع پر امام شافعی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ہمیں صحابی کی تقلید اس کے اپنے اجتہاد پر کرنی واجب نہیں کیونکہ وہ بھی انسان تھے اور ہم بھی ان جیسے انسان ہیں۔ نقل مشہور ہے کہ ایک بار حضرت امام ابو حنیفہؒ نے فرمایا۔

"مجھے لوگوں پر تعجب آتا ہے کہ وہ کہتے ہیں میں اپنی رائے کے

موافق فتویٰ دیتا ہوں حالانکہ میں فتویٰ ہرگز اپنی رائے کے موافق نہیں دیا کرتا مگران پر جو مشہور اور مروی ہے۔"

حضرت امام عبداللہ بن مبارکؒ نے فرمایا ہے کہ حضرت امام اعظم رحمتہ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ جو چیز میرے پاس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث سے آئے تو وہ مجھے سر آنکھوں پر تسلیم ہے اور جو قول مجھے صحابہؓ سے پہنچے تو بھی میں اسے اختیار کرتا ہوں ان کے قول کو نہیں چھوڑتا لیکن جب میرے پاس تابعین سے کوئی چیز پہنچے تو چونکہ ہم اور وہ برابر ہیں اس واسطے ہمارے لئے تقابل ضروری ہے اور ہم حق کی تحقیق میں ان کے ساتھ بحث کریں گے اور معاملہ کی تہہ تک پہنچیں گے۔ نیز فضیل بن عیاض سے نقل ہے کہ جب حضرت امام ابو حنیفہ رحمتہ اللہ علیہ پر کوئی حدیث پیش کی جاتی تو وہ اس کی متابعت فرماتے اور اگر صحابہ رضی اللہ علیہم اجمعین اور متقدمین تابعین کا قول ان کے پاس پہنچتا تو بھی اس کی متابعت کرتے اور اس کا اقتدا فرماتے ورنہ تو اجتہاد فرماتے۔ نیز کتابوں میں لکھاہے کہ جب کوئی مسئلہ ان کے سامنے پیش ہوتا تو آپ اس میں بڑی مدت تک اپنے احباب کے ساتھ بحث فرماتے اور حق کی تحقیق و تفتیش فرمایا کرتے تھے۔ بعد ازاں اس مسئلہ کا جواب عطا فرماتے۔

بڑے بڑے امام اور اہلِ حدیث و فقہ کے متقدمین میں آپ کے احباب دین کا شمار ہے جو سب کے سب زہد، ورع اور تقوے میں بے نظیر تھے۔ رحمتہ اللہ علیہم اجمعین۔ نیز علماء اس بات پر متفق ہیں کہ تقاضۂ نفس کی خاطر ان کے مذہب سے دوسرے مذہب کی طرف رجوع کرنا درست نہیں۔ جیسا کہ کتاب در مختار باب التعزیر میں لکھا ہے کہ

"جو شخص امام شافعیؒ کے مذہب کی طرف پلٹ جائے تو وہ تعزیر لگایا جائے۔" فقط

مذہب حنفیہ کے محبین اور معتقدین کے لئے یہی کچھ کافی ہے۔ والسلام

و صلی اللہ تعالی علی خیر خلقہ محمد و الہ و اصحابہ اجمعین۔

مکتوب ۲۳

بنام سید حیدر شاہ صاحب

حضرت سید المرسلین کے روضۂ مبارک کی زیارت کرنا اور آپ کے توسل سے دعا مانگنا

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

و سلام علی عبادہ الذین اصطفی

اخوی و اعزی و ارشدی ملا سید حیدر شاہ صاحب اللہ تعالیٰ اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کے طفیل میں جمیع دنیوی اور انفسی بلیات و آفات سے محفوظ رکھے اور شریعت مطہرہ پر آپ کو ثبات و استقامت بخشے۔

فقیر حقیر لاشے دوست محمد آج ۱۷ ماہ ذی الحج تک بفضل تعالیٰ خیریت سے ہے۔ آپ نے معلوم کیا ہے کہ حضرت سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کرنا واجب ہے یا سنت یا مستحب اور اصحاب کرام و سلف صالحین کا رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے استمداد اور توسل حاصل کرنے کے متعلق کیا طریقہ کار رہا ہے۔ عزیزم اس کے متعلق اجمالاً تحریر کرتا ہوں۔ آپ کو معلوم ہو کہ حضرت سید المرسلین رحمتہ اللعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ شریف کی زیارت کرنا باجماع اہل سنت والجماعت و باجماع جماعت سلف و خلف قولاً و فعلاً جمیع سنن سے زیادہ افضل اور جمیع مستحبات سے زیادہ موکد ہے۔ قاضی عیاض رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

> "رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ کی زیارت کرنا بالاتفاق سنت ہے اور ایک ایسی فضیلت ہے جس کی بڑی ترغیب دی گئی ہے۔"

بعض مالکی علماء نے آنجناب کے روضۂ مقدسہ کی زیارت واجب لکھی ہے اور ان میں سے بعض نے اس قولِ مذکورہ کے وجوب کی یہ تاویل کی ہے کہ زیارت کرنا سنت واجبی ہے۔ گویا سنن واجبی سے مراد سنن موکدہ ہے۔ اکثر علماء کی یہ رائے ہے کہ حج کی ادائیگی کے بعد آں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ شریف کی زیارت سنت ہے۔ قاضی حسین

رحمتہ اللہ علیہ جو شافعی علماء میں سے ایک مشہور عالم ہیں فرماتے ہیں کہ جب حاجی حج سے فارغ ہو جائے تو اسے چاہئے کہ وہ ملتزم میں جا کر دعا کرے اور پھر مدینہ شریف جائے اور حضرت سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ شریف کی زیارت سے مشرف ہو۔ قاضی ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حج اور عمرہ کے بعد آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ شریف کی زیارت شریف کا قصد کرنا چاہئے۔ حسن بن زیاد رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حاجی کے لئے بہتر ہے کہ ابتدا مکہ مکرمہ سے کرے اور احکام حج بجا لانے کے بعد مدینہ شریف جائے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ شریف کی زیارت سے مشرف ہو۔ احناف کے نزدیک آنحضورؐ کے روضہ کی زیارت جمیع مستحبات سے افضل اور درجہ واجبات کے قریب ہے۔ چاروں مذاہب کے علماء نے فرمایا ہے کہ پہلے ارکان حج ادا کئے جائیں۔ لیکن بعض سلف نے تقدیم حج کے باوجود پہلے مدینہ منورہ کی طرف جانے کو لازم قرار دیا ہے۔ اجمالاً یہ ہے کہ بعض تابعین میں آپس میں اس بات پر اختلاف ہے کہ مدینہ شریف پہلے جایا جائے یا مکہ معظمہ۔ تاج الدین سبکیؒ نے اصول اربعہ کے ذریعے حضورؐ کی زیارت شریف کی فضیلت اور ثواب کو ثابت کیا ہے۔

کتاب اللہ کے ذریعہ سے تو یوں ثابت ہوتا ہے کہ خداوند تعالیٰ فرماتے ہیں۔

" ولو انھم اذ ظلموا انفسھم جاء وک فاستغفروا اللہ"

امام مذکور فرماتے ہیں کہ یہ آیت حضرت سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت شریف کرنے۔ آنجنابؐ کے توسل سے طلب مغفرت کرنے اور آپ سے مدد طلب کرنے اور آپ کو دونوں احوال یعنی موت و حیات میں برابر جاننے پر ترغیب دلاتی ہے۔ جمیع علماء نے اسی آیت شریفہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دونوں احوال شریف موت و حیات کو یکساں سمجھا ہے تاکہ زیارت کے آداب ہر حال اور ہر صورت میں پورے پورے ادا کئے جا سکیں انہوں نے یہ بھی فرمایا ہے کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ مبارک کے پاس جائے تو باادب کھڑا ہو کر آیت

" ولو انھم اذ ظلموا انفسھم جاء وک فاستغفروا اللہ"

پڑھے اور استغفار طلب کرے۔ ایک اعرابی کی حکایت یوں بیان کی جاتی ہے کہ وہ رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد حضورؐ کی زیارت شریف کے لئے مدینہ طیبہ آیا اور اس وقت اس نے مذکورہ آیت پڑھی اور یہی آیت جمیع مذاہب اربعہ میں ان کی

کتابوں میں درج ہے جس میں انہوں نے حج کے مناسک درج کئے ہیں اور یہی آیت پیش کرتے ہوئے اور اس کا استحسان کرتے ہوئے روایت مذکورہ ائمہ اعلام سے اسانید کے ذریعے روایت فرمایا ہے۔ محمد بن حرب ہلالی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں مدینہ شریف آیا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ شریف کی زیارت کی اور پھر روضہ مبارک کے سامنے باادب بیٹھا کہ ایک اعرابی اندر داخل ہوا اور زیارت کرتے ہوئے کہنے لگا۔

"اے رسولوں کے بہترین اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر اپنی طرف سے ایک کتاب نازل کی ہے اور اس میں فرمایا ہے جو شخص اپنے نفس پر ظلم کر کے آپ کے پاس آئے گا اور اللہ تعالیٰ سے طالب مغفرت ہو گا تو وہ بخشا جائے گا۔ میں آپ کے دربار میں حاضر ہوا ہوں اپنے گناہوں کی مغفرت چاہتا ہوں اور آپ کی شفاعت کا آسرا لئے ہوئے ہوں۔"

اس کے بعد رو پڑا اور یہ ابیات پڑھے۔

یا خیر من دفنت بالبقاع اعظم　　　فطاب من طین البقاع والاکم

نفسی فداک بقبر انت ساکنہ　　　فیہ العفاف و فیہ الجود والکرم

ترجمہ : اے وہ بہترین خلائق جس کی ہڈیاں مبارک پتھریلی متبرک زمین میں مدفون ہیں وہ ایسی زمین ہے جو جمیع پتھریلی اور ریتلی زمینوں سے عمدہ اور افضل ہے' میری جان آپ کی قبر پر جس میں آپ قیام فرما ہیں فدا ہو۔ اس میں شرافت و سخا اور کرم جاگزیں ہیں۔

یہ ابیات پڑھ کر وہ اعرابی وہاں لوٹا تو میں نے آنحضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت خواب میں کی۔ آپ فرمانے لگے۔

"جاؤ اور اس اعرابی شخص کو ڈھونڈ کر یہ خوشخبری سنا دو کہ اللہ تعالیٰ نے میری شفاعت سے تمہاری مغفرت فرما دی ہے اور تمہارے گناہ بخش دیئے ہیں۔"

حافظ عبداللہ رحمتہ اللہ علیہ نے مصباح الظلام میں حضرت امیر المؤمنین علی ابن ابی طالب کرم اللہ وجہہ سے روایت فرمایا ہے کہ وہ فرماتے تھے جب حضرت سرور انبیاء ذاتِ کریم علیہ الف الف تحیتہ والتسلیم کو دفن کئے ہوئے تین دن گزر گئے تو ایک اعرابی (بدو) آیا اور اپنے آپ کو حضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر شریف پر ڈالتے ہوئے اور آپ کی قبر شریف کی مٹی کو اپنے سر پر ڈال کر کہنے لگا۔

"یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وہ جو آپ نے خدا وند کریم سے سنا تھا وہ میں نے آپ سے سنا اور جو کچھ خدا تعالیٰ کی طرف سے آپ پر نازل ہوا وہ ہم نے آپ سے حاصل کیا۔ ان آیات الٰہیہ میں سے ایک آیت یہ بھی ہے ("**ولو انھم اذ ظلموا انفسھم جاء وک فاستغفروا اللہ**" اور میں اپنے آپ پر ظلم کرکے آنجناب کے پاس آیا ہوں اور مغفرت کا طالب ہوں۔"

قبر شریف سے ندا آئی کہ "غفرلک" یعنی تیری مغفرت کی گئی ہے۔

نیز حدیث اصل ثانی سے اس کا ثبوت اس طرح ہے

۱۔ حضور فرماتے ہیں۔

من زار قبری وجبت لہ شفاعتی

ترجمہ : جس نے میری قبر کی زیارت کی اس کے لئے میری شفاعت واجب ہو گئی۔

۲۔ دوسری حدیث میں آیا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔

من زار قبری حلت لہ شفاعتی

ترجمہ : جس نے میری قبر کی زیارت کی اس کے لئے میری شفاعت حلال ہو گئی۔

۳۔ تیسری حدیث میں حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔

" من جاء نی زائرا" لا تعملہ حاجتا" الا زیارتی کان حقا علی ان اکون شفیعا" لہ یوم القیامتہ"

ترجمہ : جو شخص میرے پاس زیارت کے لئے آئے اور وہ کوئی حاجت لے کر نہ آیا ہو مگر میری زیارت، تو مجھ پر قیامت کے دن اس کے لئے شفیع بننا واجب ہے۔

۴۔ چوتھی حدیث ہے کہ حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔

" من حج فزار قبری بعد وفاتی کان کمن زارنی فی حیاتی"

ترجمہ : جس نے حج کیا اور پھر میری وفات کے بعد میری قبر کی زیارت کی تو اس نے گویا میری زندگی ہی میں میری زیارت کی۔

۵۔ پانچویں حدیث میں ہے کہ حضرت ذات کریم علیہ الف الف تحیۃ والتسلیم نے فرمایا ہے۔

"من حج ولم یزرنی فقد جفانی"

ترجمہ : جس نے حج کیا اور میری قبر کی زیارت نہ کی تو اس نے مجھ پر ظلم کیا۔

۶۔ چھٹی حدیث میں ہے کہ حضرت سرور علم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔

من زارنی الی المدینۃ کنت لہ شفیعا" و شھیدا" "

اور دوسری روایت اسی معنی میں ہے کہ

من زار قبری لہ شفیعا و شھیدا

ترجمہ : جس نے مدینہ طیبہ آکر میری زیارت کی تو میں اس کا شفیع اور گواہ بنوں گا۔

۷۔ من زارنی متعمدا" کان فی جواری یوم القیامتہ ومن مات فی احد الحرمین بعثہ اللہ من الامنین یوم القیامتہ

ترجمہ : جس نے سمجھ بوجھ کے ساتھ میری زیارت کی تو وہ روز قیامت میرے پڑوس میں ہو گا اور جو شخص دونوں حرمین شریفین یعنی مکہ معظمہ و مدینہ طیبہ میں سے کسی ایک جگہ وفات پائے گا، اسے اللہ تعالیٰ قیامت کے روز امان دیئے ہوئے گروہ میں اٹھائے گا۔

۸۔ آٹھویں حدیث میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔

" من حج حجۃ الاسلام و زار قبری و غزی غزوۃ و صلی فی البیت المقدس لم یسئلہ اللہ تعالی عزوجل فیما افترض علیہ۔ "

ترجمہ : جس نے حج کیا اور میری قبر کی زیارت کی اور کسی لڑائی میں کفار کے ساتھ لڑا اور اس نے بیت المقدس میں نماز پڑھی تو اللہ تعالیٰ اس سے ان تمام فرائض کے متعلق نہیں پوچھے گا جو اس نے اس پر فرض کئے ہیں۔

۹۔ نویں حدیث میں ہے کہ حضور رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ

" من حج الی مکہ ثم قصدنی فی مسجدی کتبت لہ

حجتان مبرور تان"

ترجمہ : جس نے مکہ معظمہ کی طرف حج کیا اس کے بعد اس نے میری مسجد کا قصد کیا تو اس کے واسطے دو مبرور حجوں کا ثواب لکھا جائے گا۔

۱۰۔ دسویں حدیث میں حضور ذات کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔

من زارنی میتا فکانما زارنی حیا ومن زار قبری وجبت لہ شفاعتی یوم القیامتہ

ترجمہ : جس نے میری بحالت وصال زیارت کی تو اس نے گویا میری حیات ہی میں زیارت کی اور جس نے میری قبر کی زیارت کی تو اس کے لئے روز قیامت میری شفاعت واجب ہو گی۔

۱۱۔ گیارہویں حدیث ہے کہ حضرت شفیع المذنبین رحمتہ اللعالمین صلی اللہ علیہ وسلم نے روایت کیا ہے کہ

من زار قبری بعد موتی فکانما زارنی فی حیاتی ومن لم یزر قبری فقد جفانی"

ترجمہ : جس نے میری وفات کے بعد میری قبر کی زیارت کی تو گویا اس نے میری حیات میں میری زیارت کی اور جس نے میری قبر کی زیارت نہ کی تو اس نے مجھ پر ظلم کیا۔

۱۲۔ بارہویں حدیث ہے جس کو حضرت علی کرم اللہ وجہہ روایت فرماتے ہیں۔

"جس شخص نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے درجات بلند چاہے اور آپ کا وسیلہ تلاش کیا تو روز قیامت حضور کی شفاعت اس کے لئے حلال ہو جائے گی اور جس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مبارک کی زیارت کی تو وہ آپ کے پڑوس میں ہو گا۔"

۱۳۔ تیرھویں حدیث جو خاص طور سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حیات ہونے کی طرف مشیر بلکہ مصرح ہے یہ ہے۔ حضرت احمد بن حنبلؒ سے مروی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسل نے فرمایا۔

" ما من احد یسلم عند قبری الا رد اللہ علی روحی ارد علیہ السلام۔"

ترجمہ : حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص بھی میری

قبر پر آکر مجھے سلام پہنچائے گا تو اللہ تعالیٰ اس کا سلام میری روح تک پہنچا دے گا اور میں سلام کا جواب دوں گا۔

ابو علی رحمتہ اللہ علیہ نے معتبر سند سے حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ "انبیاء علیہم السلام اپنی قبروں میں زندہ ہیں۔" وہ حدیث جو بالخصوص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حیات النبی ہونے کی دلیل میں مشیر بلکہ مصرح ہے یہ ہے کہ حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص بھی میری قبر پر آکر مجھ پر سلام پہنچائے گا اللہ تعالیٰ اس کا سلام میری روح تک ضرور پہنچائے گا اور میں اس کے سلام کا جواب دوں گا۔

" ما من احد تسلم عند قبری الا رد اللہ علی روحی ارد علیہ السلام۔ "

۱۴۔ چودھویں حدیث حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضرت سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔

" من صلی علی فی قبر ردت علیہ و من صلی علی فی مکان اخر بلغونیہ۔ "

ترجمہ : جس نے میری قبر پر آکر مجھ پر درود بھیجا تو اس کو جواب دیا جائے گا اور جس نے کسی دوسرے مکان سے مجھ پر درود بھیجا تو وہ مجھ تک پہنچا دیا جاتا ہے۔

۱۵۔ پندرھویں حدیث حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔

ما من عبد یسلم علی فی قبری الا و کل اللہ بھا ملکا یبلغونی و کفی اجر اخرۃ و دنیاہ و کنت لہ شفیعا و شھیدا" یوم القیامتہ۔ "

ترجمہ : جو شخص مجھ پر میری قبر کے پاس کھڑے ہو کر مجھ پر سلام بھیجے گا تو خداوند تعالیٰ ایک فرشتہ مقرر کر دیتا ہے جو اس کے سلام کو مجھ تک پہنچا دیتا ہے۔ اس کا سلام بھیجنا اس کی آخرت اور دنیوی اجر کو کفایت کرتا ہے اور میں اس کے واسطے قیامت کے روز شفیع اور اس کا گواہ ہوں گا۔

۱۶۔ کتاب عاقبت میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

" ما من رجل یزور قبر اخیہ فیجلس عندہ الا استانس بہ حتی یقوم"

ترجمہ : جو شخص اپنے بھائی کی قبر کی زیارت کرتے ہوئے اس کے پاس بیٹھ جاتا ہے تو صاحب قبر کو اس کے ساتھ ضرور انس ہو جاتا ہے۔

اور ابن ابی الدنیا رحمتہ اللہ علیہ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی ہے کہ

"اگر کوئی شخص اپنے جاننے والے کی قبر کے پاس سے گزرتا ہوا اس پر سلام بھیجے تو وہ اسے پہچان لیتا ہے اور اس کے سلام کا جواب دیتا ہے۔"

سید شھنوی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس کے متعلق احادیث بکثرت ہیں۔ بارزی رحمتہ اللہ علیہ نے کتاب توثیق عری الایمان میں سلیمان بن سحیتم رحمتہ اللہ علیہ سے یہ نقل کیا ہے کہ سلیمان نے کہا۔

"میں نے حضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا تو میں نے آپ کی خدمت میں عرض کیا کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ لوگ جو آپ کی زیارت کے لئے آتے ہیں اور آپ پر سلام بھیجتے ہیں کیا آپ ان کے سلام کو سنتے ہیں؟ آپ نے فرمایا۔ "ہاں میں ان کے سلام کو سنتا ہوں اور اس کا جواب بھی دیتا ہوں۔"

ابن بخارا نے حضرت ابراہیم بن یسار رحمتہ اللہ علیہ سے روایت کی کہ ابراہیم رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا کہ ایک سال میں نے حج کیا اور حضرت سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کرنے مدینہ طیبہ آیا۔ جب میں آپ کی قبر شریف کے پاس پہنچا تو میں نے سلام بھیجا فی الفور میں نے اپنے سلام کا جواب یوں لوٹتا ہوا سنا کہ "وعلیکم السلام" نیز اسی طرح بہت سی مثالیں اولیاء اللہ اور امت کے نیک لوگوں سے منقول ہیں۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ انبیاء علیہ السلام کا قبروں میں حیات ہونا ثابت ہے یا نہیں۔ پس جاننا چاہئے کہ انبیاء علیہ السلام کا قبروں میں حیات ہونا باتفاق علماء ثابت ہے اور آنحضرت صلی

اللہ علیہ وسلم کی موت کے بعد حیات ہونے میں کوئی شک و شبہ نہیں۔ اسی طرح باقی سب انبیاء علیہم السلام اپنی اپنی قبرں میں حیاتِ کاملہ کے ساتھ زندہ ہیں بلکہ اس دنیوی زندگی سے بھی ان کی زندگی کامل ہے کہ جو شہداء کی زندگی ہے اور آنحضور تو جمیع شہداء کے سردار ہیں۔ ایک حدیث شریف میں آیا ہے کہ حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔

"میرا علم میری وفات کے بعد بھی ویسے ہی قائم ہے جیسا کہ مجھے اپنی زندگی میں علم حاصل تھا۔ حافظ اور ابن عدیؒ نے اس روایت کو روایت کیا ہے' کامل میں' اور ابو یعلی رحمتہ اللہ علیہ نے معتبر سند کے ذریعہ اسے نقل کیا ہے کہ انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ "انبیاء اپنی قبروں میں زندہ ہیں۔"

اور نیز بیہقی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس بارے میں احادیث صحیحہ سے بہت سی شہادتیں مل سکتی ہیں اور منصور بغدادی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

"محققین اور متکلمین اس بات پر متفق ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بعد از وصال زندہ ہیں اور امت کی طاعت پر خوش ہوتے ہیں۔ نیز انبیاء علیہم السلام کے اجسام مبارک بوسیدہ نہیں ہوتے۔"

یاد رہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت اللہ تعالیٰ کی طرف قریب کرنے والی ہے۔ اس قربت سے زیادہ اولیٰ اور اکمل کوئی اور قربت نہیں ہے۔ کیونکہ اس سے خدائے رب العالمین کا قرب حاصل ہوتا ہے۔ ارشاد ہے۔

" وَمَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰہَ وَ اِنَّ الَّذِيْنَ يُبَايِعُوْنَکَ اِنَّمَا يُبَايِعُوْنَ اللّٰہَ"

ترجمہ : جس نے رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کی اس نے اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی اور بے شک وہ لوگ جو آپ سے بیعت کرتے ہیں وہ اللہ تعالیٰ سے بیعت کرتے ہیں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت آپ کی وفات کے بعد آپ کے ساتھ ملازمت رکھنے کا حکم رکھتی ہے۔ قبل ازیں جو احادیث ذکر کی جا چکی ہیں ان میں ایک یہ حدیث

بھی تھی کہ

"جس نے حج کیا اور میری زیارت نہ کی اس نے مجھ پر ظلم کیا"

پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ظلم کرنا بے ادبی اور بے پروائی ہے اور آنحضرت کی بے ادبی کرنا اور آپ کے ساتھ بے پروائی کرنا ایک قسم کا بھاری وبال ہے۔ پس آنحضور کی زیارت شریف کو چھوڑنا باطنی تفرقہ کا موجب ہے۔ بلکہ اس فقیر کے نزدیک تو گناہ کبیرہ ہے اور ان لوگوں کا کیا حال ہو گا جنہوں نے اپنے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کا انکار کیا ہے اور کبھی بھی حضور کی زیارت سے مشرف نہ ہوئے ہوں۔ عیاذاً باللہ من ھذہ الاعتقادات السوء۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس قسم کے اعتقاداتِ فاسدہ سے بچائے۔

جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت سے مشرف ہو تو چاہئے کہ نہایت ادب اور وقار کے ساتھ کہے السلام علیک یا رسول اللہ۔ السلام علیک یا نبی الکریم۔ السلام علیک یا خاتم النبیین، السلام علیک، یا ابابکرن الصدیق رضی اللہ تعالیٰ عنک حضرت سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت شریف کے لئے سفر کا قصد کرنا ایک سعادتِ عظمیٰ ہے۔ اصحابِ کرام اور سلفِ صالحین رضوان اللہ علیہم آپ کی زیارت شریف کی خاطر بہت مرتبہ دور دراز ملکوں سے تشریف لایا کرتے تھے۔ کہتے ہیں کہ حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ مؤذن حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت کے زمانے میں شام سے مدینہ شریف تشریف لائے۔ ابن عساکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت ابی الدرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے یوں روایت بیان فرمائی ہے کہ حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا کہ آپ فرما رہے ہیں اے بلالؓ یہ کیا ظلم ہے کہ میری زیارت کو کبھی نہیں آئے۔ حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جب یہ خواب دیکھا تو فوراً خواب سے بیدار ہو کر سواری پر سوار ہوئے اور مدینہ شریف کی طرف روانہ ہوئے۔ جب حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے روضۂ مبارک پر پہنچے تو بہت روئے۔ اپنی جبینِ نیاز قبر شریف کی مٹی سے ملنے لگے۔ حضرت امام حسن و امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو دیکھا کہ اپنے حجرہ شریف سے نکل کر آ رہے ہیں۔ دونوں کو حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی بغل میں لیا اور ان کے سر اور پیشانی مبارک کو بوسہ دیا۔ یہ وہ زمانہ تھا جبکہ حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا دار بقا کو رحلت فرما گئی تھیں۔ لوگوں نے حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اذان سننی چاہی۔ لیکن ان میں

سے کسی نے کہا کہ بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت امام حسن اور حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے بغیر فرمائے اذان نہیں دیں گے۔ اگر حسنینؓ نے فرما دیا تو پھر ضرور اذان دیں گے۔ انہوں نے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد کبھی اذان نہیں دی تھی۔ اسی واسطے جب حضرت ابا بکرؓ الصدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد چاہا کہ حضرت بلالؓ اذان دیا کریں تو وہ فرمانے لگے۔

"اے ابابکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپ نے مجھے سونے سے خریدا ہے اور مجھے خدا تعالیٰ کے راستہ میں آزاد کیا ہے۔ یہ فرمائیے آپ نے مجھے اپنے واسطے مول لیا تھا یا اللہ کے لئے؟

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا

"میں نے تجھے اللہ ہی کے لئے مول لیا تھا۔" بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا جب آپ نے مجھے اللہ کے واسطے مول لیا تھا اور آزاد کیا تھا تو اب مجھے معاف کیجئے اور مجھے اپنے ہی اختیار میں رہنے دیجئے۔ میری کیا مجال کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی دوسرے کے لئے اذان دوں۔"

حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ شام کی طرف واپس روانہ ہوئے اور پھر دوبارہ اس جگہ سے مدینہ طیبہ کی زیارت کا قصد فرمایا۔ جب مدینہ طیبہ پہنچے تو حضرت امام حسن اور امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے انہیں اذان دینے کو فرمایا تو آپ مسجد شریف کے اسی کنارے پر ٹھہر کر اذان دینے لگے جس جگہ پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں اذان دیا کرتے تھے۔ چنانچہ جب آپ نے کہا "اللہ اکبر" تو لوگوں میں سے یہ آواز آئی کہ تمام شہر مدینہ طیبہ تحرک میں ہے اور جب آپ نے کہا اشھد ان لا الہ الا اللہ تو مدینہ شریف کا تحرک اور تزلزل اور بھی زیادہ ہو گیا اور لوگوں میں رونے پیٹنے کی آواز اور زیادہ ہو گئی اور جب آپ نے فرمایا **اشھد ان محمد رسول اللہ**" تو اور بھی قیامت برپا ہو گئی۔ اور مدینہ شریف کا کیا چھوٹا کیا بڑا اور کیا عورت سب ہی نے آکر رونا چلانا شروع کر دیا گویا کہ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے دن جو مصیبت تھی اس کی یاد تازہ ہو گئی۔ نیز کہتے ہیں کہ حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شدتِ محبت اور غلبۂ اشتیاق کی وجہ سے اذان مکمل طور پر نہیں پڑھ سکے اور منبر سے اتر آئے۔ غنیۃ الطالبین میں اسی طرح بیان کیا گیا ہے۔ نیز یہ روایت بھی کی گئی ہے کہ

جب امیر المومنین حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے شام کو فتح کیا اور بیت المقدس کے رہنے والوں سے مصالحت کی تو کعب احبار آئے اور مشرف باسلام ہوئے۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ان کے اسلام لے آنے پر بے انتہا خوشی ہوئی۔ جب مدینہ طیبہ واپس تشریف لانے لگے تو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان سے فرمایا۔

"اے کعب کیا آپ کی خواہش نہیں کہ ہمارے ساتھ مدینہ چلیں اور وہاں پر حضرت سید الانبیاء محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کریں تو کعب نے جواب میں فرمایا۔

" نعم یا امیر المؤمنین انما افعل ذالک بعد قدومی بمدینتہ المطہرہ"

ترجمہ : جی ہاں اے امیر المومنین میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت سے اس وقت مشرف ہوں گا جب میں بمع اہل و عیال وہاں آؤں گا۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مدینہ شریف جا کر جو پہلا کام کیا وہ حضرت سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کا سلام ہی تھا۔ عبدالسناق نے سند صحیح سے یوں روایت کی ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب بھی سفر سے مدینہ طیبہ واپس پہنچتے تو سب سے پہلے حضرت ذاتِ کریم علیہ الف الف تحیتہ والتسلیم کی قبر شریف پر جاتے اور عرض کرتے۔ السلام علیک یا رسول اللہ۔ السلام علیک یا ابی بکر۔ السلام علیک یا ابناہ۔ یعنی اے اللہ تعالیٰ کے رسول پاک آپ پر اللہ کا سلام اور اے ابی بکرؓ آپ پر بھی سلام ہو اور اے میرے پیارے ابا آپ پر بھی خدا کا سلام ہو۔

مؤطا امام مالک میں بھی یہی روایت اسی طرح سے مذکور ہے۔ نیز ایک شخص نے مولیٰ بن عمرؓ سے پوچھا کہ کیا تو نے دیکھا تھا کہ حضرت ابن عمرؓ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر شریف پر ٹھہر کر فرماتے تھے۔ السلام علی النبی، السلام علی ابی بکر السلام علی ابی۔ یعنی درود ہو حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم پر اور سلام ہو ابی بکرؓ اور میرے والد عمرؓ پر۔" آپ نے فرمایا ہاں میں نے حضرت عبداللہ بن عمرؓ کو دیکھا تھا۔ نیز مسند امام ابو حنیفہؒ میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے یہ روایت مروی ہے کہ آپ فرماتے تھے۔

"حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی قبر مبارک کے پاس قبلہ کی جانب سے آکر اور قبلہ کی طرف پشت کر کے حضور کی خدمت میں

عرض کرے۔ " السلام علیک ایھا النبی و رحمتہ اللہ و برکاتہ "

باقی رہا یہ کہ حضور کے توسل سے شفاعت۔ اعانت اور امداد طلب کرنا کیسا ہے۔ تو جاننا چاہئے کہ یہ فعل انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کا ہے اور سلف و خلف صالحین کی یہ سیرت رہی ہے۔ آپ کی پیدائش مبارک سے پیش تر یا بعد یا عالمِ برزخ یا روزِ حشر انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کو دم مارنے کی مجال نہیں رہی ہے۔ ہاں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ہی اولین و آخرین کا شفیع مقرر کیا گیا ہے اور آپ کی ہی شفاعت سے امتی اللہ تعالیٰ کی نعمت کے سمندروں اور رحمت کے انوارات سے مالا مال ہوں گے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے چار مواضع میں استمداد کے متعلق حدیثیں اور آثار صحیحہ وارد ہوئے ہیں۔ یہ دنیا ابھی عالم وجود میں بھی نہ آئی تھی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا وسیلہ اختیار کیا گیا۔ مثلاً اس بارے میں دیگر احادیث کے علاوہ جو وارد ہوئی ہیں ایک یہ حدیث مبارک ہے جس کو علماء نے صحیح قرار دیا ہے۔ عمر ابن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے یوں مروی ہے کہ جب آدم صفی اللہ سے گناہ سرزد ہوا تو آپ نے معذرت کے ساتھ توبہ میں فرمایا۔

" یا الٰہی اسئلک بحق محمد ان تغفرلی "

ترجمہ : اے میرے اللہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے طفیل میں میرے گناہ کو معاف فرما۔

بارگاہِ قدس سے جواب آیا کہ اے آدم (علیہ السلام) تو نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو کیسے پہچانا حالانکہ اب تک تو آپ کے روحانی جوہر کو جسمانی صدف میں نہیں ڈالا گیا۔ حضرت آدمؑ نے عرض کی اے خدا آپ اچھی طرح جانتے ہیں، اس روز کو جس روز آپ نے مجھ کو اپنے دستِ قدرت سے پیدا کیا اور روحِ علوی کو میرے قالبِ بشری میں ڈالا تو میں نے سر اونچا کرتے ہوئے دیکھا کہ عرش کے قوائم پر لکھا دیکھا۔

" لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ "

اسی روز میں نے پہچانا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم ایک پیغمبر ہیں جو آپ کو اپنی ساری مخلوق سے زیادہ محبوب ہیں اور آپ کی بارگاہ میں سب سے زیادہ آپ کے مقرب ہیں۔ بارگاہ عزت سے فرمان آیا کہ جب تو نے اپنی مغفرت کے لئے انہیں میری بارگاہ میں بطور وسیلہ پیش کیا ہے تو میں نے تمہارے گناہ معاف کر دیئے۔ اے آدمؑ اگر محمد صلی اللہ علیہ وسلم نہ ہوتے تو میں تمہیں ہرگز پیدا نہ کرتا اور بعض روایات میں آیا تھا کہ وہ کلمات شریفہ جو

آدم صفی اللہ کو بارگاہ عزت سے بتائے گئے اور حسب منطوق آیت

" فتلقی ادم من ربہ کلمات فتابی علیہ"

توبہ اور مغفرت کا سبب بنے' وہ یہ تھے

الھی بحرمتہ محمد و الہ اغفرلی

امام سبکیؒ فرماتے ہیں کہ اعمال صالحہ کا توسل دینا حالانکہ اس میں قصور و نقصان بھی ہو سکتا ہے جائز اور بارگاہ رب العزت میں مقبول اور مستجاب ہے تو پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے وسیلہ سے شفاعت چاہنا تو بطریق اولیٰ جائز ہونا چاہئے کیونکہ آپ تو خدا کے محب اور محبوب ہیں۔ حضرت امام بوسیری فرماتے ہیں۔

یااکرم الخلق مالی من الوذبہ سواک عند حلول الحادث العمم

ترجمہ : اے تمام مخلوق سے بزرگ تر آپ کے سوا میرا کوئی ایسا نہیں جس سے پناہ چاہوں جبکہ حادثہ عام نازل ہونے لگیں۔

دوسرے آپ کی حیات شریفہ میں حضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات پاک کے ساتھ توسل کرنا بارہا بہت سے موقعوں پر ثابت ہے۔ بیشتر ازیں کہ ان کا حصر کیا جا سکے ایک حدیث میں ہے کہ ایک نابینا حضور کی خدمت میں آیا اور عرض کی کہ حضور دعا فرمایئے کہ خدا مجھے خیر و عافیت نصیب فرمائے۔ آپ نے فرمایا کہ اگر بینائی چاہتے ہو تو دعا کئے دیتا ہوں کہ خدا تمہاری بینائی واپس دے دے اور اگر آخرت کے اجر کے طالب ہو تو صبر کرو کہ یہ تمہارے لئے بہتر ہے۔ عرض کی یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دعا کیجئے فرمایا وضو کرو اور اس دعا کو پڑھو۔

اللھم انی اسئلک و اتوجہ الیک بنبیک محمد نبی الرحمتہ یا محمد انی اتوجہ بک الی ربی فی حاجتی ھذہ لتقضی لی اللھم فشفعہ فی۔

ترجمہ : اے اللہ میں آپ سے سوال کرتا ہوں اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو آپ ہی کی طرف آپ کی خدمت میں پیش کرتا ہوں آپ کو اپنی حاجت کے لئے اپنے رب کی طرف وسیلہ بناتا ہوں تاکہ تو میری حاجت کو پوری فرمادے۔ اے اللہ میری شفاعت کو قبول کر۔

ترمذی نے کہا ہے کہ یہ حدیث صحیح غریب ہے اور بیہقی نے بھی اس کی تصحیح کی ہے۔ اسی حدیث کے آخر میں یہ عبارت بھی زیادہ کی ہے۔

فقام و قد برء البصر

ترجمہ : وہ کھڑا ہوا اور اس کی آنکھ اسی وقت اچھی ہو گئی۔

اور دوسری روایت میں ہے کہ

" ففعل الرجل فبرء"

ترجمہ : مرد نے ایسا کیا تو اس کی بینائی سے واپس عطا کی گئی۔

حدیثوں میں بہت سی مثالیں ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ حاجت مندوں کے لئے یہ جائز ہے کہ وہ رسول پاک کے وسیلہ سے رزق' اولاد' بارش اور آرام و آسائش درگاہ رب العزت سے طلب کریں۔

آپ کی وفات کے بعد آپ کی ذات پاک کا وسیلہ پکڑنے کے متعلق بہت سے آثار اور احادیث وارد ہیں۔ منجملہ ازاں طبرانی نے معجم کبیر میں عثمان بن حنیف سے روایت کی ہے کہ ایک شخص تھا جو حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اپنی ایک حاجت پورا کرانا چاہتا تھا لیکن وہ پوری نہیں ہوتی تھی اور عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی اس کے حال پر کوئی توجہ نہیں فرماتے تھے۔ چنانچہ اس شخص نے اپنا حال عثمان بن حنیفؓ کو بتایا اور کامیابی کی صورت دریافت کی۔ آپ نے فرمایا جاؤ وضو کرو اور مسجد جا کر دو رکعت نماز ادا کر کے یہ پڑھو۔

" اللهم انی اسئلک و توجه الیک بنبینا محمد صلی اللہ علیه وسلم یا نبی الرحمته یا محمد۔ انی اتوجه بک الی ربی فیقضی لی حاجتی۔"

بعد ازاں اپنی حاجت عرض کر۔ چنانچہ وہ شخص گیا اور عثمان بن حنیفؓ کے فرمانے کے مطابق عمل کیا۔ بعد ازاں وہ شخص حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دروازے پر آیا۔ دربان آگے بڑھا اور اس کا ہاتھ پکڑ کر حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں لے جا کر خاص بچھونے پر بٹھایا اور حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس سے حاجت پوچھی اور جو کچھ حاجت تھی وہ پوری کر دی اور فرمایا اس کے بعد سے جو بھی آپ کی حاجت ہو وہ کہہ دیا کریں میں پوری کر دوں گا۔ پس وہ شخص خوش خوش حضرت عثمانؓ کی خدمت سے رخصت ہوا اور ابن حنیف کے پاس آ کر کہا۔ خدا آپ کو جزائے خیر عطا کرے کہ آپ نے میری حاجت کو پورا کرنے کے لئے حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہا ہو گا جس کی وجہ سے انہوں نے میری حاجت روائی کی۔ اس سے

پیشتر وہ میرے حال پر کچھ التفات نہیں فرماتے تھے۔ عثمان بن حنیف نے جواب دیا کہ خدا کی قسم میں نے ان سے کچھ نہیں کہا۔ بجز اس کے کہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بچشم خود دیکھا کہ آپ کے پاس ایک نابینا آیا اور دعا طلب کی یہاں تک کہ اس کی بینائی واپس لوٹ آئی۔ پس میں نے اسی پر قیاس کیا کہ رسول پاک کے توسل سے جملہ حاجات اور مقاصد فوراً پورے ہو جاتے ہیں۔ قاضی عیاض مالکی رحمتہ اللہ علیہ شفا میں لکھتے ہیں کہ خلیفہ ابو جعفر اور امام مالک رحمتہ اللہ علیہ کے درمیان مسجد نبوی میں مناظرہ ہوا۔ ابو جعفر رحمتہ اللہ علیہ نے اثنائے سخن میں آواز بلند کی۔ امام مالک رحمتہ اللہ نے فوراً فرمایا۔

اے امیر المومنین مسجد نبوی میں کیوں آواز بلند کرتے ہو۔ کیونکہ خداوند کریم اپنے کلام پاک میں فرماتے ہیں۔

" لَا تَرْفَعُوْا اَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِیِّ "

ترجمہ : اپنی آوازوں کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی آواز سے بلند مت کرو۔

اور دوسری آیت میں ایک قوم کی تعریف اللہ تعالیٰ نے اس طرح فرمائی ہے۔

" اِنَّ الَّذِیْنَ یَغُضُّوْنَ اَصْوَاتَهُمْ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُولٰٓئِكَ الَّذِیْنَ امْتَحَنَ اللّٰهُ قُلُوْبَهُمْ لِلتَّقْوٰى۔ "

ترجمہ : وہ لوگ جو اللہ کے پیغمبر کی خدمت میں دبی آواز سے بولتے ہیں یہ وہ لوگ ہیں جن کے دلوں کو اللہ تعالیٰ نے ادب کے لئے جانچ لیا تھا۔

پیغمبر کا ادب بعد از وصال بھی ویسا ہی فرض ہے جیسا کہ آپ کی حیات میں۔ غرض خلیفہ کو امام مالک کے کہنے سے بہت رقت پیدا ہوئی اور نہایت عجز و زاری کرتے ہوئے کہا۔

"اے ابا عبداللہ دعا کے وقت توجہ قبلہ کی طرف کروں یا رسول اللہؐ کی طرف۔"

فرمایا آپ منہ کو پیغمبر کی طرف سے کیوں پھیرتے ہو کیونکہ اللہ کے ہاں وہ آپ کا وسیلہ اور آپ کے باپ آدم صفی اللہ کا وسیلہ ہیں۔ آپ اپنا منہ پیغمبر کی طرف کریں اور ان سے طلب شفاعت کریں تاکہ وہ آپ کی شفاعت کریں۔ انشاء اللہ تعالیٰ آداب زیارت اور آنحضرت کی طرف استقبال کرنے اور آپ کا توسل کرنے اور آپ ہی کے حضور سے

مدد اور دعا طلب کرنے کے باب میں سب کچھ اسی کے متعلق ذکر کیا جائے گا۔

فاطمہ بنت اسد حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی والدہ کی قبر کے ذکر میں یہ روایت ہے کہ آنحضرت ان کی قبر میں اترے اور فرمانے لگے۔

" بحق نبیک والانبیاء الذین عن قبلی۔ "

ترجمہ : اپنے نبی اور مجھ سے پہلے انبیاء کے وسیلہ سے

اس حدیث میں دونوں حالات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے آپ کی حیات میں توسل پکڑنے اور باقی انبیاء علیہم السلام سے ان کی وفات کے بعد توسل پکڑنے کے متعلق دلیل موجود ہے۔ جب باقی انبیاء علیہم السلام کے ساتھ ان کی وفات کے بعد توسل پکڑنا جائز ہے تو حضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے بطریق اولیٰ جائز ہونا چاہئے۔ بلکہ اس حدیث شریف سے اولیاء اللہ کے ساتھ ان کی وفات کے بعد توسل پکڑنا قیاس کیا جائے تو بھی کوئی بعید نہیں۔ مگر تب جبکہ دلیل تخصیص توسل بر سل علیہم الصلوٰۃ والسلام قائم ہو۔ ابن ابی شیبہ رحمتہ اللہ علیہ .سند صحیح روایت فرماتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانے میں مدینہ طیبہ میں قحط پڑا۔ ایک شخص حضرت سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر شریف پر آیا اور عرض کی کہ اے اللہ کے رسول! اپنی امت کے واسطے اللہ سے بارش طلب فرمائیے کیونکہ امتی ہلاک ہو رہے ہیں۔ چنانچہ حضور اس شخص کے خواب میں تشریف لائے اور فرمایا جاؤ عمرؓ کو بشارت دو بارش آئے گی۔ یہ بھی توسل کی ایک قسم ہے۔ .ب دعا ہے اپنی امت کے لئے حضور کی بارگاہ قدس سے جس طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات شریفہ میں حاجت روائی ہو جاتی تھی اسی طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات مبارکہ کے بعد بھی طلب دعا کے لئے سلسلہ توسل قائم ہے۔ جیسا کہ مضمون مذکورۃ الصدر

" یا محمد انی اتوجہ بک الی ربی فی حاجتی "

ترجمہ : اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم میں اپنی حاجت روائی کے لئے آپ کے وسیلہ سے اپنے رب کی طرف سے متوجہ ہوتا ہوں۔

اسی کی طرف مشعر ہے۔ ابن جوزی رحمتہ اللہ علیہ نے روایت کی ہے کہ ایک وقت اہل مدینہ پر سخت قحط نازل ہوا۔ اہل مدینہ نے حضرت ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس جا کر قحط کی شکایت کی تو آپ نے فرمایا جاؤ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر شریف کا دریچہ آسمان کی جانب کھول دو تاکہ حضور اور آسمان کے درمیان کوئی چیز

حائل نہ ہو۔ چنانچہ انہوں نے ایسا ہی کیا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ کثرت سے بارش ہوئی۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا آسمان کی طرف دریچہ کھلوانے میں یہ واضح رمز تھی کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لئے بارگاہ رب العزت سے دعا طلب کرنے کا دروازہ کھل جائے۔ اسی طرح جو سوال سائل نے حضور کی بارگاہ میں آپ کی وفات کے بعد کیا تھا۔

"اسئلک رفاقتک فی الجنتہ"

تو اس کا مدعا اس سے یہی تھا کہ اے حضور اپنے پروردگار سے درخواست کیجئے اور میری شفاعت فرمایئے کہ وہ مجھے آخرت میں جنت میں آپ کے ساتھ رفاقت نصیب فرمائے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے عرصات قیامت میں توسل پکڑنا اور آپ ہی سے شفاعت طلب کرنا بھی احادیث متواترہ سے ثابت ہے اور اسی پر علماء کا اجماع بھی ہے۔ نیز صلحا اور اتقیا سے اس تعلق کی بناء پر جو انہیں حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم سے ہے توسل پکڑنے کے متعلق اخبار و آثار کثیرہ وارد ہوئے ہیں۔ چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے توسل سے بارش طلب کرنے کا قصہ ثابت ہے۔ ایک حدیث صحیح میں انس بن مالکؓ سے روایت ہے کہ جب قحط سالی ہوتی تھی اور بارش نہ ہوتی تھی تو حضرت عمرؓ حضرت عباسؓ کے توسل سے بارش طلب کیا کرتے تھے اور جناب الٰہی میں یوں عرض کرتے تھے کہ اے خدا اس سے پیشتر جب بھی قحط پڑتا تھا تو ہم آپ کی بارگاہ میں آپ کے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کا وسیلہ پکڑتے تھے اور آپ بارش نازل فرما دیا کرتے تھے اور اب آپ کے پیغمبر کی عدم موجودگی میں ہم آپ کے پیغمبر کے چچا کو آپ کی بارگاہ میں وسیلہ بناتے ہیں۔ پس آپ اب بھی ہمیں بارش عطا فرمایئے اور ایک روایت میں حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ طلب بارش کے وقت فرمایا کرتے تھے کہ خداوندا ہم آپ کے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا کے ذریعہ آپ سے بارش طلب کرتے ہیں اور اپنے بڑھاپے کے ذریعہ بھی اور عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنی دعا میں فرمایا کرتے۔ اے خدا یہ قوم اس نسبت کے باعث میری طرف متوجہ ہوئی ہے جو مجھے آپ کے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم سے حاصل ہے۔ پس اے رب العزت مجھے ان کے ہاں شرمندہ نہ فرمایئے اسی بارہ میں عباسؓ بن عتبہ نے ابن ابی لہب کو فرمایا۔

بعمی سقی اللہ الحجاز و اہلہ   عشیہ یستسقی بشیبہ عمی

ترجمہ : خداوند کریم نے حجاز اور اہل حجاز کو میرے ہی چچا کے توسل سے سیراب فرمایا ہے

اس رات جس میں شبہ کے ذریعہ اس کا چچا بارش طلب کر رہا تھا۔

باقی ان مقاصد اور مطالب کے بر آنے کے متعلق جو لوگوں نے آپ کی قبر شریف پر جا کر آپ ہی سے استغاثہ اور طلب قضائے حاجات کی ہے بہت سی اخبار اور حدیثیں وارد ہوئی ہیں محمد بن المنکدر فرماتے ہیں کہ ایک شخص میرے باپ کے ہاں اسی دینار بطور امانت رکھ کر جہاد کو گیا اور اجازت دے دی کہ بوقت ضرورت اس میں سے خرچ کرتے رہنا۔ چنانچہ میرے والد صاحب ضرورت پڑنے پر ان کو خرچ کرتے رہے۔ یہاں تک کہ ان سب کو خرچ کر دیا جب وہ شخص واپس لوٹا اور اپنے دینار واپس طلب کئے تو میرے والد ان کی ادائیگی سے عاجز ہوئے اور اس شخص سے کہا کہ کل آنا آپ کو اس کے متعلق کل جواب دوں گا۔ رات کو میرے والد نے مسجد نبوی علیٰ صاحبہا الف الف تحیات و تسلیمات میں رات گزاری، گاہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں اور گاہے منبر شریف کے پاس جا کر اپنا استغاثہ کرتے اور اپنی قضائے حاجت اور ادائے دین کے واسطے فریاد کرتے۔ ناگاہ تاریکی شب میں ایک مرد پیدا ہوا اور اس نے میرے والد کو ایک تھیلی اسی دینار کی دی۔ صبح سویرے میرے والد نے مالک کو وہ دینار ادا کر دیئے اور قرض سے نجات پائی۔

امام ابو بکر مقری رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں طبرانی اور ابو شیخ تینوں حرم شریف مصطفوی علی صاحبہا الصلوۃ والسلام میں مقیم تھے۔ ہم پر بھوک نے سخت غلبہ کیا۔ اسی حالت میں دو دن گزر گئے۔ جب رات ہوئی تو حضور کی قبر شریف پر گئے اور عرض کی یا رسول اللہ ہمیں سخت بھوک لگی ہے۔ بس یہ کلمات کہہ کر واپس لوٹے۔ میں اور ابو شیخ تو سو گئے لیکن طبرانی بیٹھا کسی چیز کا انتظار کر رہا تھا۔ اچانک ایک علوی شخص آیا اور دروازہ کھٹکھٹایا۔ اس کے ساتھ دو غلام بھی تھے ہر ایک کے ہاتھ میں ایک ایک زنبیل بھی تھی ان میں بہت سا کھانا۔ کھجور اور روٹی وغیرہ تھی۔ وہ تینوں آئے اور ہم سب کے ساتھ بیٹھ کر کھانے میں مشغول ہوئے۔ جب ہم کھانا کھا چکے تو بچا ہوا کھانا بھی ہمارے پاس چھوڑ گئے۔ علوی کہنے لگا کہ تم لوگوں نے جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بھوک کی شکایت کی تو اسی وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو میں نے خواب میں دیکھا کہ آپؐ فرما رہے ہیں۔ جاؤ اور مسجد میں لوگوں کو کھانا کھلاؤ۔ چنانچہ میں اٹھا اور جو کچھ تیار تھا آپ لوگوں کے سامنے حاضر کیا۔ ابن الجلا رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں مدینہ طیبہ آیا مجھ پر ایک دو فاقے گزرے تو میں نے حضور کی قبر شریف پر جا کر عرض کی کہ

حضور میں آپ کا مہمان ہوں۔ پس میں نے حضور کو خواب میں دیکھا کہ انہوں نے ایک روٹی مجھے دی۔ نصف روٹی میں نے خواب میں کھا لی اور جب میں بیدار ہوا تو نصف میرے ہاتھ میں تھی۔ ابو بکر اقطع رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں مدینہ طیبہ آیا تو میں نے پانچ روز متواتر کھانا تک نہ کھایا اور نہ مجھے کھانا ملا۔ چنانچہ میں چھٹے روز قبر شریف پر گیا اور عرض کی کہ حضورؐ میں آپ کا مہمان ہوں۔ اس کے بعد خواب میں دیکھتا ہوں کہ حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لا رہے ہیں۔ چنانچہ میں اٹھا اور حضور کی جبین مبارک پر بوسہ دیا۔ حضور نے اس وقت مجھے ایک روٹی عطا فرمائی' میں اسے کھانے میں مصروف ہوا۔ جب خواب سے بیدار ہوا تب بھی میرے پاس اس روٹی کا کچھ ٹکڑا باقی تھا۔ احمد بن محمد صوفی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ تین ماہ تک میں جنگل میں پھرتا رہا۔ میرے بدن کا چمڑا ٹھٹھرا ہوا تھا۔ میں مدینہ طیبہ پہنچا۔ وہاں آتے ہی حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے دونوں دوستوں پر سلام پیش کیا اور سو گیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا کہ فرما رہے ہیں۔ "احمد آیئے کیا حال ہے؟" میں نے عرض کی حضور میں بھوکا ہوں اور آپ کا مہمان ہوں۔ فرمایا ہاتھ کھول اور چند درہم میرے ہاتھ پر رکھ دیئے جب بیدار ہوا تو بھی میرے ہاتھ میں حضورؐ کے عطا کردہ درہم موجود تھے۔ پس میں بازار گیا اور فالودہ وغیرہ خرید کر کھایا اور پھر جنگل کی طرف نکل گیا۔ اس قسم کی حکایات بے انداز مروی ہیں۔ جن سے آنحضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا غرباء و مساکین کی امداد اور حاجت بر آری کا پورا پورا پتہ چلتا ہے اور کیوں نہ ہو حضرت محمد بو صیری حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں کیا خوب فرماتے ہیں۔ ؎

حاشا ان یحرم الراجی مکارمہ او یرجع الجارمنہ غیر محترم

ترجمہ: یہ ہرگز نہیں ہو سکتا کہ کوئی امیدوار حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی عادات کریمہ اور آپ کی عنایات شریفہ سے محروم کیا جائے اور نہ ہی یہ کہ آپ کا کوئی پڑوسی غیر محترم کر کے لوٹایا جائے۔

جاننا چاہئے کہ حدیث شریف میں آیا ہے۔

" اول ما خلق اللہ نوری"

ترجمہ : سب سے پہلے اللہ نے میرے ہی نور کو پیدا کیا۔

دوسری حدیث میں وارد ہے۔

" انا من نور اللہ والخلق من نوری"

ترجمہ : میں اللہ تعالیٰ کے نور سے پیدا ہوا ہوں اور باقی ساری مخلوق میرے ہی نور سے پیدا کی گئی ہے۔

جس وقت اللہ تعالیٰ نے ساری کائنات اور مخلوقات کو اپنی قدرت کاملہ سے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نور سے پیدا کیا تو اس کے یہ معنی ہوئے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سب موجودات کی اصل ٹھہرے اور چونکہ آپ جمیع خلائق کے لئے اصل ٹھہرے تو محققین علماء نے اس بناء پر یہ حکم کیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جمیع مخلوقات اور موجودات 'کیا جن' کیا انسان اور کیا ملائکہ کرام' بلکہ یوں کہئے کہ آپ جمیع عالم کے لئے مبعوث کئے گئے ہیں یہاں تک کہ نباتات اور جمادات بھی آپ ہی کی بدولت عالم وجود میں آئے ہیں۔

و صلی اللہ تعالی علی خیر خلقہ سیدنا و مولانا محمد و الہ و اصحابہ اجمعین ط برحمتک یا ارحم الراحمین ط

علمائے دین کی ایک بہت بڑی جماعت ہے جس کا جھوٹ پر اتفاق کر لینا اور شرع کے خلاف بات پر جمع ہونا عقل اور عادت کے نزدیک محال ہے..... انہوں نے ہمیں زبانی اور لکھ کر اس بات کی خبر دی ہے کہ ہم کو ان بزرگوں کی صحبت سے جن کی صحبت کا سلسلہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچتا ہے (ظاہری عملوں اور عقیدوں کے علاوہ) ایک خاص اندرونی کیفیت حاصل ہوئی ہے جو اس صحبت سے پہلے حاصل نہ تھی' اگرچہ ہمارے دلوں میں فقہ اور عقائد اس سے پہلے بھی جلوہ گر تھے اور اس حالت سے اللہ تعالیٰ اور اس کے دوستوں کی محبت اور نیک عملوں اور اچھی باتوں کی توفیق اور سچے عقیدوں میں مضبوطی حاصل ہو گئی ہے اور یہ حالت ایک خوبی ہے جو دوسری خوبیوں کے حاصل ہونے کی جڑ ہے۔

(از عمدۃ السلوک' حصہ اول' ص ۲۸)

مکتوب ۲۴

بنام ملا آخوندزادہ صاحب

نماز کے فرائض اور سنن کہاں ادا کرنے چاہئیں؟

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ و سلام علی عبادہ الذین اصطفی

امابعد۔ فضیلت پناہ شرافت دستگاہ برادر طریقہ شریفہ ملا عطا محمد صاحب آخوندزادہ سلمہ اللہ تعالیٰ۔

امابعد۔ حقیر فقیر لاشی دوست محمد المعروف بہ حاجی کی جانب سے سلام مسنون اور دعاؤں کے بعد معلوم ہو کہ فقیر قادرِ مطلق عز شانہ کے فضل و کرم سے بخیریت ہے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ آپ سب کو سلامتی و عافیت سے ہمکنار اور شریعت کے جاوہ مستقیم پر ثابت قدم رکھے۔ آمین

عرض یہ ہے کہ فرض نمازوں کو باجماعت ادا کرنے کے بعد جمیع سنن اور نوافل کو گھر پر جا کر ادا کرنا کتب فقہ سے ثابت ہے۔ مثلاً ہدایہ اور دُرِّ مختار نیز احادیثِ صحاح ستہ سے بھی ثابت ہے۔ چنانچہ آپ کے اطمینانِ خاطر کے لئے حوالہ جات بعینہ لکھ کر ارسال خدمت کرتا ہوں۔

ہدایہ شریف میں ہے کہ افضل یہ ہے کہ عام سنتوں اور نفلوں کو گھر میں ہی ادا کیا جائے اور اسی طرح حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی مروی ہے (ہدایہ کے باب ادراک الفریضہ میں ہے) تراویح کے علاوہ نوافل کا گھر میں پڑھنا افضل ہے اس صورت میں جبکہ کسی کام میں مشغول ہو جانے کا خطرہ نہ ہو (درالمختار کے باب الوتر اور نوافل میں باب التطوع بعد المکتوبہ میں ہے)

ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ میں نے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ دو رکعتیں ظہر سے پہلے پڑھیں اور دو رکعتیں مغرب کے بعد پڑھیں اور دو رکعتیں عشاء کے بعد پڑھیں اور دو رکعتیں جمعہ کے بعد پڑھیں۔ لیکن مغرب اور عشاء کے نوافل ہم نے گھر پر ادا کئے۔ (ظہر سے پہلے دو رکعتوں کے باب میں)

سلیمانؒ بن حرب نے ہم سے حدیث بیان کی وہ کہتے ہیں حماد بن زیدؒ نے ایوبؒ سے انہوں نے نافع سے انہوں نے ابن عمرؓ سے روایت کی کہ مجھے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم سے دس رکعت نوافل ادا کرنا یاد ہے۔ دو رکعتیں ظہر سے پہلے اور دو رکعتیں ظہر کے بعد اور دو رکعتیں مغرب کے بعد اور دو رکعتیں عشاء کے بعد آپ کے گھر پر۔ (اس حدیث کو صحیح البخاری جلد اول باب النوافل باللیل والنہار میں ذکر کیا گیا ہے) ہمیں حدیث بیان کی یحییٰ بن یحییٰ نے ان سے ہشیم نے ان سے خالد نے ان سے عبداللہ بن شقیقؒ نے۔ عبداللہ بن شقیقؒ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی نفل نماز کے متعلق دریافت کیا تو آپ نے فرمایا کہ ظہر سے پہلے آپ چار رکعتیں گھر میں پڑھتے تھے اور پھر مسجد میں تشریف لے جاتے اور لوگوں کے ساتھ ظہر کی نماز ادا فرماتے پھر واپس گھر تشریف لاتے اور دو رکعت پڑھتے (اس حدیث کو الصحیح المسلم کی جلد اول میں بیان کیا گیا ہے) یہ باب مغرب کے بعد دو رکعتیں پڑھنے اور ان میں قرأت کرنے کے متعلق ہے اور دوسرا باب اس کے متعلق ہے کہ ان دو رکعتوں کو آپ گھر میں پڑھتے تھے۔

حدیث بیان کی ہم سے احمد بن منیع نے ان سے اسماعیلؒ بن ابراہیمؒ نے اس سے ایوبؒ نے ان سے نافعؒ نے ان سے ابن عمرؓ نے۔ وہ فرماتے ہیں میں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مغرب کے بعد دو رکعتیں آپ کے گھر میں پڑھیں۔ (باب اس بارے میں کہ نفل نماز گھر میں پڑھنا بہتر ہے)

روایت کی ہم سے محمد بن بشارؒ نے ان سے محمد بن جعفرؒ نے ان سے عبداللہؒ بن مسعود بن ابی ہند نے ان سے سالم ابی النضرؒ نے ان سے بسرؒ بن سعید نے ان سے زیدؓ بن ثابتؓ نے انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے کہ آپ نے فرمایا فرض نماز کے علاوہ تمہاری افضل ترین نمازیں وہ ہیں جو تم اپنے گھروں میں پڑھتے ہو۔ نیز سنن ابی داؤد میں مندرجہ ذیل احادیث اس کے متعلق موجود ہیں۔

یہ باب ہے نفلی نماز گھر میں پڑھنے کے بیان میں۔

حدیث بیان کی ہم سے احمد بن صالح نے ان سے عبداللہؒ بن وہب نے ان سے سلیمانؒ بن بلال نے ان سے ابراہیمؒ بن ابی النضر نے انہوں نے اپنے والد سے انہوں نے بسرؒ بن سعید سے انہوں نے زید بن ثابتؓ سے وہ کہتے ہیں کہ حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مرد کو فرض نماز مسجد میں پڑھنا چاہئے۔ لیکن نفل نماز مسجد کے

مقابلہ میں گھر پر پڑھنا افضل ہے۔

باب مغرب کی دو رکعتوں کے پڑھنے میں کہ کہاں پڑھنا چاہئیں

ابو بکر بن ابی الاسود نے مجھ سے حدیث بیان کی ہے ان سے محمد بن ابی الوزیر نے ان سے محمد بن موسیٰؒ الفطران سے سعدؓ بن اسحٰقؒ بن کعبؓ بن عجرۃؓ انہوں نے اپنے والد سے انہوں نے اپنے دادا سے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم عبدالاشہل کی مسجد میں تشریف لائے اس میں آپ نے مغرب کی نماز پڑھی۔ جب سب نے فرض نماز پڑھ لی اور بعد میں وہ نوافل پڑھنے میں مشغول ہوئے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز کے بعد انہیں فرمایا کہ یہ نمازیں گھر میں پڑھنا چاہئیں۔ (سنن ابی داوٗد)

ہم سے حدیث بیان کی محمد بن بشار نے ان سے ابراہیمؓ بن ابی الوزیر نے ان سے محمدؓ بن موسیٰ الفطری نے ان سے سعدؓ بن اسحٰق بن کعب عجرۃ نے انہوں نے اپنے باپ سے انہوں نے اپنے دادا سے کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم بنی عبدالاشہل کی مسجد میں تشریف لائے تو آپ نے نماز پڑھی جب آپ نماز پڑھ چکے تو لوگوں نے نفل پڑھنا شروع کئے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم کو نفل نماز گھر پر ادا کرنا چاہئے۔ (صحیح النسائی)

مغرب کے بعد والی دو رکعتوں کے بیان میں یہ باب ہے

حدثنا۔ یعقوبؓ بن ابراہیم الدورقی نے ہشیمؓ سے روایت کی اس نے خالد الحذا سے اس نے عبداللہ بن شقیق سے انہوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے کہ آپ فرماتی ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم مغرب کی نماز مسجد میں پڑھتے تھے پھر آپ گھر میں تشریف لا کر دو رکعتیں پڑھتے تھے۔

حدثنا۔ عبدالوہاب بن الضحاک نے اسماعیل بن عیاش سے انہوں نے محمدؓ بن اسحاقؓ سے' انہوں نے عاصم بن عمرؓ سے انہوں نے قتادہؓ سے انہوں نے محمودؓ بن لبیدؓ انہوں نے رافعؓ بن خدیج سے۔ رافع بن خدیج رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم مسجد بنی عبدالاشہل میں تشریف لائے اور ہمیں مغرب کی نماز پڑھائی پھر اس کے بعد فرمایا کہ ان دو رکعتوں کو گھر میں جا کر پڑھو (ابن ماجہ کے باب فضائل سنن میں مذکور ہے)

ابن عمرؓ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ

نماز پڑھی ظہر سے پہلے دو رکعتیں اور ظہر کے بعد دو رکعتیں اور دو رکعتیں مغرب کے بعد اور دو رکعتیں عشاء کے بعد آپ کے گھر میں پڑھیں اور عبداللہ بن شقیقؒ فرماتے ہیں کہ میں حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نفل نماز کے متعلق پوچھا تو آپ نے فرمایا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ظہر سے پہلے میرے گھر میں چار رکعتیں پڑھتے تھے پھر لوگوں کو نماز پڑھاتے اور پھر گھر میں تشریف لاتے اور دو رکعت نماز ادا کرتے اور اسی طرح لوگوں کو مغرب کی نماز پڑھانے کے بعد گھر میں تشریف لاتے اور دو رکعتیں ادا کرتے پھر آپ عشاء کی نماز باہر لوگوں کے ساتھ ادا فرما کر اندر تشریف لاتے اور دو رکعت نماز ادا فرماتے (اس حدیث کو مسلم نے اور مشکوۃ المصابیح میں روایت کیا گیا ہے)

سالکانِ خاص کی نماز : جب نماز کی طرف متوجہ ہو اور ظاہری طہارت کرنے لگے تو دل کو توبہ و استغفار کے پانی سے خوب دھوئے اور ذوق و شوق کی پونجی تلاش کرے اور جب مسجد یا مصلیٰ پر قدم رکھے تو اپنے دل کو جو خداوند تعالیٰ کے نور اور بھیدوں کے ظاہر ہونے کی جگہ ہے غیراللہ کے خیالات سے پاک کرے جس طرح اپنا منہ قبلہ کی طرف کرتا ہے دل کے منہ اور باطنی توجہ کو حقیقی قبلہ (اللہ تعالیٰ) کی طرف لائے اور دل پر خیال کی نظر جمائے، اور جب تکبیر کہے تو دونوں جہاں سے الگ ہو کر دنیا اور آخرت پر تکبیر کہے اور جب عبادت کے بچھونے پر کھڑا ہو تو خداوند تعالیٰ کو حاضر ناظر جان کر نہایت ادب و حضور سے اس بلند درجوں پر پہنچانے والے کے کلام کے پڑھنے میں لگ جائے جب رکوع میں جائے تو عاجزی و انکساری کے ساتھ سر جھکائے اور اپنے آپ کو نکما اور کمزور سمجھے اور نفس کی انانیت کو سر سے دور کرے جب سجدہ میں جائے تو اپنی عاجزی اور ذلت اور اللہ کی عظمت و بزرگی کا پورا پورا لحاظ رکھے جب نماز کے ارکان پورے کر کے نزدیکی کے بچھونے پر (قعدہ میں) بیٹھے ماسوی کے خیال کے بغیر دل کی ہشیاری کے ساتھ دعا و ثنا کہنا شروع کرے جب سلام کہے تو گویا اپنی خودی کو رخصت کرے۔

(از عمدۃ السلوک، حصہ دوم، ص ۱۰۹ - ۱۱۰)

مکتوب ۲۵

بنام ملا عطا محمد صاحب موصوف الصدر

شیخین کو گالی دینا گناہ عظیم ہے!

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ و سلام علی عبادہ الذین اصطفی۔

امابعد۔ میرے عزیز بھائی ملا عطا محمد آخوندزادہ صاحب۔ حقیر فقیر لاشی دوست محمد المعروف بہ حاجی کی جانب سے سلام مسنون اور دعائیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کو اور ملا داد محمد صاحب کو صحیح و سلامت رکھے اور شریعت مطہرہ علی صاحبھا الصلوۃ والسلام پر استقامت بخشے۔ یہ فقیر بھی اللہ عز شانہ کے فضل و کرم سے بخیر و عافیت ہے۔ مکتوب مرغوب جو ارسال کیا تھا موصول ہو کر کاشف احوال ہوا۔ اللہ تعالیٰ آپ کو جزائے خیر عطا فرمائے۔

آپ نے شیخین کو گالی دینے کے متعلق مسئلہ دریافت فرمایا ہے۔ صاحبا اس مسئلہ میں اکثر علماء اہل سنت والجماعت کا یہ عقیدہ ہے کہ گالی دینے والے کافر ہیں اور ان کی توبہ قبول نہیں ہوتی اور بعض اس طرف گئے ہیں کہ کافر تو نہیں ہوتے' ان کی توبہ قبول ہو جاتی ہے۔ مفتی کے لئے لازم و واجب ہے کہ ایسے مسئلہ میں جس میں صحابہ میں سے افضل کی تحقیر و توہین کی گئی ہے مفتی بہ قول پر فتویٰ دیں اور ان کے کافر ہونے کا حکم کریں۔

پس جس شخص نے شیخین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو گالی دی تو کافر ہو گیا اور اس کی توبہ بھی قبول نہیں ہو گی اور اسی قول کو الدبوسی نے اختیار کیا ہے اور یہی قول مختار ہے جس پر کہ فتویٰ دیا جاتا ہے۔ یہی فیصلہ یا حکم "الاشباہ" میں بھی مذکور ہے اور در مختار کے مصنف نے بھی اسی قول کو اختیار کیا ہے اور اس کو باب الارتداد میں نقل کیا ہے۔ الاشباہ **والنظائر** کتاب میں مذکور ہے کہ کوئی بھی کافر ہو جب وہ توبہ کرتا ہے تو اس کی توبہ دنیا اور آخرت میں قبول کر لی جاتی ہے مگر جس شخص نے حضور صلی اللہ علیہ و سلم کی شان میں غیر مہذب الفاظ سے گستاخی کی ہو یا حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا پر تہمت لگائی ہو تو اس کی توبہ قبول نہیں ہو گی' اس کی دلیل یہ آیت قرآنی ہے۔

ترجمہ: "بے شک وہ لوگ جو ایمان لانے کے بعد کافر ہو گئے پھر کفر میں بڑھتے ہی گئے تو ان کی توبہ قبول نہیں ہو گی اور وہی لوگ گمراہ ہیں۔"

اور بعض نے اکثر علماء سے نقل کیا ہے کہ جس شخص نے حضرت ابوبکرؓ و حضرت عمرؓ کی شان میں گالی دی وہ کافر ہو گیا۔ (زواجر من عینہ) پس ان کو گالی دینا اور ان کو برا کہنا ان چیزوں میں سے ہو جو کہ قطعی دلیلوں کے مخالف ہے تو یہ کفر ہے' جیسا کہ حضرت عائشہؓ کو تہمت لگانا۔ ورنہ بدعت اور فسق ہے (شرح عقائد من عنہ) مقدمہ ممنوعہ کا اثبات کرتے ہوئے میں کہتا ہوں کہ شیخین کو گالی دینا کفر ہے اس پر صحیح احادیث دلالت کرتی ہیں۔ جیسا کہ نقل کیا ہے مجاہد' طبرانی اور حاکم نے عویمر بن ساعدۃ سے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ بے شک مجھے خدا نے چن لیا ہے اور میرے لئے میرے صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کو چن لیا ہے اور پھر مقرر فرمایا ان میں سے کسی کو وزیر کسی کو انصار اور کسی کو خسر۔ پس جس شخص نے ان کو گالی دی اس پر خدا کی لعنت' فرشتوں کی لعنت اور تمام لوگوں کی لعنت ہے۔ اللہ تعالیٰ ایسے شخص کی کوئی چیز قبول نہیں فرمائیں گے۔

دار قطنی نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو فرمایا کہ عنقریب میرے بعد ایک قوم آئے گی جس کو نبز یعنی اوباش کہتے ہیں جن کو رافضہ کہا جائے گا اے علیؓ اگر تو ان کو پائے تو ان کو قتل کر دینا اس لئے کہ وہ مشرک ہیں۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کی علامت کیا ہے؟ آپ نے فرمایا وہ مدح کرنے میں غلط بیانی سے کام لیں گے اور گزرے ہوئے نیک لوگوں پر لعن و طعن کریں گے اور اسی طرح دار قطنی نے دوسرے طریق سے بھی کچھ زیادہ الفاظ کے ساتھ روایت کی ہے کہ وہ لوگ ابوبکر اور عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو بھی گالیاں بکیں گے۔ پس ایسوں پر اللہ اور اس کے فرشتوں بلکہ تمام جہان والوں کی لعنت ہے ایسی حدیثیں اور بھی ہیں مگر چونکہ اس رسالے میں جگہ نہیں اس لئے درج نہیں کیا جا رہا ہے۔

شیخین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو لعن طعن کرنا بغض کی علامت ہے اور آپ سے بغض رکھنا کفر ہے۔ حدیث شریف میں آیا ہے کہ جس شخص نے شیخین رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے بغض رکھا اس نے مجھ سے بغض رکھا اور جس نے ان کو تکلیف پہنچائی اس نے مجھے

تکلیف پہنچائی اور جس نے مجھے تکلیف پہنچائی بے شک اس نے اللہ کو تکلیف پہنچائی۔ اسی طرح ابن عساکر نے ایک حدیث نقل کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ابوبکر اور عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے محبت کرنا ایمان ہے اور ان کے ساتھ بغض رکھنا کفر ہے۔ یہ سب کچھ مضمون رسالہ رد شیعہ سے نقل کیا گیا ہے جس کو حضرت محبوب سبحانی مجدد و منور الف ثانی شیخ احمد فاروقی سرہندی قدس اللہ تعالیٰ سرہ الاقدس نے تصنیف فرمایا ہے۔

والسلام اولاً و آخراً ظاہراً و باطناً"

و صلی اللہ تعالی علی خیر خلقہ محمد و الہ و اصحابہ اجمعین

خاص الخاص یعنی عارفین کی نماز: وہ ہے کہ بدن عارف عبادت میں ہو، دل حضور میں ہو، جان محبت اور قرب میں ہو، اور نفس فنا در فنا میں۔ جب عارف کامل نماز میں آتا ہے تو اللہ اکبر کہتے ہی اپنے آپ سے گم ہو جاتا ہے اور حق کے سامنے حاضر۔ وہ نیستی کے سمندر میں ایسا ڈوب جاتا ہے کہ اس وقت اس کو نہ اپنی ذات کی خبر ہوتی ہے نہ بسر ہونے کی بو اس میں کچھ اثر رکھتی ہے کیونکہ نماز کے ہر رکن میں عالم قدس سے اتنا فیض اس کے دل پر پڑتا ہے کہ اس کو اپنے آپ سے گم کر کے بے خودی کے عالم میں خدا کے پاس حاضر کرتا ہے۔ ایک بزرگ نے کیا اچھا کہا ہے "ایک نماز میں جس میں تجھ کو ایسی محویت ہو جائے کہ اپنی بھی خبر نہ رہے وہ ایسی ہزاروں نمازوں سے بہتر ہے کہ تو اپنے آپ میں ہو" اس لئے کہ نماز کی حقیقت اس شخص پر ظاہر کرتے ہیں جو اپنی ذات سے فانی ہو کر اللہ کے ساتھ باقی رہے۔

(از عمدۃ السلوک، حصہ دوم، ص ۱۱۰)

مکتوب ۲۶

بنام خان ملا خان صاحب

دس رسالے جو فرقہ وہابیہ کے رد میں لکھے گئے ہیں

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ و سلامی علی عبادہ الذین اصطفی۔

امابعد ۔ شواہد فضل و افضال و دلائل عنایات و کمال و اکمال رافع ملت بیضاناصب رایات شریعت غرا معاذ اکابر عظما ملاذ اعاظم علماء محقق قوانین ملک ملت و مقرر افانین دین و دولت زبدہ فضلا و قدروہ علماء عالی جناب شریعت مآب خان ملا خان صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ تاباں و درخشاں باد۔

فقیر حقیر لاشی دوست محمد المعروف بہ حاجی کی طرف سے بعد دعوات و تسلیمات مسنونہ کے معلوم ہو کہ فقیر کے حال احوال بفضل تعالیٰ منعم حقیقی حمد کے لائق ہیں۔ دعا ہے اللہ تعالیٰ آپ کو بھی خیر و عافیت سے رکھے اور بہبودی دارین عطا فرمائے۔ آمین

عرض یہ ہے کہ دس رسالے جو فرقہ وہابیہ کے اقوال و عقائد کے رد کرنے کے سلسلہ میں تحریر کئے گئے ہیں وہ اس فقیر کو دستیاب ہوئے ہیں۔ چنانچہ آپ کی خدمت میں ارسال کئے جا رہے ہیں' انشاء اللہ آپ کو مل جائیں گے۔

آپ کو چاہئے کہ ہمارے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دین متین کی ترقی کے لئے ان رسالوں کو رائج کریں۔ فقیر دعاگو ہے کہ رب جلیل آپ کو اجر عظیم عطا فرمائے اور اللہ جل شانہ شریعت مطہرہ اور اہل سنت والجماعت کے عقائد پر سلامتی نصیب فرمائے۔ (رسول پاک اور ان کی آل کے طفیل میں)

ان رسالوں کے نام مندرجہ ذیل ہیں:

اول۔ حق المبین تصنیف حضرت مرشدی و شیخی قدسناہ اللہ تعالیٰ بسرہ السامی۔

دوم۔ دلیل القوی علی ترک القراۃ للمقتدی۔

سوم۔ المواہب۔

چہارم۔ اشباع الکلام فی اثبات المولد والقیام۔

پنجم۔ تذکرۃ الموتی والقبور۔
ششم۔ رد استفتا وہابیان۔
ہفتم۔ ہتہ الطاعات۔
ہشتم۔ در المنقود فی حکم امراۃ المفقود۔
نہم۔ رسالہ شاہ عبدالعزیزؒ۔
دہم۔ رسالہ محتوی بربیان مسائل فرقہ ناجیہ۔

یہ رسالے سیادت پناہ دستگاہ حقائق و معارف آگاہ ملا حیدر شاہ صاحب و فضیلت پناہ ملا صاجزادہ نام قوم سلیمان خیل کے ہمراہ روانہ کردیئے گئے ہیں۔ امید ہے یہ حضرات ان کو آپ تک پہنچادیں گے۔ چونکہ علماء اور خاص و عام دینی اور دنیاوی کاموں میں آپ سے رجوع کرتے ہیں اس لئے آپ کو تحریر کیا جارہا ہے کہ آپ برائے خدا فرقہ وہابیہ یعنی اہلِ حدیث کی مخالفت میں تبلیغ کی کوشش فرمائیں اور اہلِ سنت والجماعت کے عقائد کو پھیلائیں۔ انشاء اللہ سعادتِ کونین و برکاتِ دارین آپ کو نصیب ہوں گی۔

فقط والسلام۔ المرقوم بتاریخ غرہ ربیع الثانی ۱۲۸۱ھ

مسئلہ : کوئی ولی نہ تو نبی ہی کے درجے کو پہنچ سکتا ہے اور نہ ہی اس سے شرعی تکالیف ہٹ سکتی ہیں۔ برخلاف مجذوب کے کیونکہ اس سے عقل لے لی گئی ہے اور شرعی تکالیف کی ادائیگی کے لئے عاقل اور بالغ ہونا شرط ہے پس مجذوب عقل نہ ہونے کی وجہ سے شرعی تکالیف سے آزاد ہو جاتا ہے لیکن یہ سالک سے نہیں ہٹ سکتیں اور کیسے ہٹ سکتی ہیں جبکہ نبیوں تک سے نہیں ہٹ سکیں بلکہ سالک جس قدر تکالیف شرعیہ کو برداشت کرے گا اسی قدر اللہ کے قرب میں ترقی کرتا جائے گا اس لئے سالک کو چاہئے کہ مراقبہ اور مکاشفہ میں ہرگز سستی نہ کرے بلکہ مرتے دن تک اس کو ترک نہ کرے...... باری تعالیٰ کا ارشاد ہے : وَاعْبُدْ رَبَّكَ حَتّٰى يَاْتِيَكَ الْيَقِيْنُ (یعنی اے محمدؐ! اپنے رب کی عبادت کر یہاں تک موت آجائے)

(از عمدۃ السلوک، حصہ دوم، ص ۱۰۵)

مکتوب ۲۷

بنام خلیفہ جلیل القدر ملا امان اللہ صاحب ہراتی

مریدِ صادق کے لئے کیا کیا باتیں لازم ہیں

پیری مریدی کو ذریعۂ معاش بنانے سے روکنا

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔

الحمد للہ و سلام علی عبادہ الذین اصطفی۔

امابعد۔ میرے عزیز دوست ملا امان اللہ آخوند زادہ صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ۔

فقیر حقیر لاشی دوست محمد المعروف بہ حاجی کی طرف سے سلام مسنون و دعوات مشحون کے بعد معلوم ہو کہ اس جگہ خدا کے فضل و کرم سے جملہ احوال حمد کے لائق ہیں۔ دعا ہے اللہ تعالیٰ آپ کو بھی شریعت مطہرہ پر سلامتی و استقامت بخشے۔ آمین

آپ کا مکتوب گرامی وطن میں بخیر و عافیت پہنچنے کے متعلق موصول ہوا۔ حالات سے آگاہی ہوئی۔ لیکن تعجب ہے کہ کتاب مستطاب مناقب احمدیہ سعیدیہ کے متعلق جو ملا عبدالخالق کے ہاتھ روانہ کی تھی آپ نے کچھ تحریر نہیں کیا اور نہ ہی یہ لکھا ہے کہ اس کتاب کو اس شہر کے علماء کے سامنے پیش کیا یا نہیں۔ نیز اس بات پر بھی تعجب ہے کہ جو پیغام آپ کے بھائی ملا سیف اللہ کے لئے دیا تھا وہ موصول ہوا یا نہیں اور نہ ہی اس کے متعلق ملا سیف اللہ نے کچھ لکھا۔ میرے خیال میں ملا سیف اللہ نے بھی اس چیز کو آپ کے سامنے پیش نہیں کیا۔

دیگر عرض یہ ہے کہ اے میرے محب مریدِ صادق کے لئے یہ لازم ہے' بلکہ واجب ہے کہ وہ اپنے پیرانِ کبار علیہم الرحمتہ کی پیروی جمیع افعال و اقوال۔ اخلاق و اطوار میں کرے اور حتی الامکان ان کی روش کی مخالفت نہ کرے۔ کیونکہ ان کی مخالفت سے بے برکتی پیدا ہو جاتی ہے اور انسان فیض باطنی سے محروم ہو جاتا ہے اس برادر کو معلوم ہو کہ اس فقیر کے پیرانِ عظام قدس سرہم عزیمت پر عمل کرتے ہیں اور کسی حاکم یا دولتمند سے کوئی وظیفہ وغیرہ قبول نہیں کرتے۔ چنانچہ یہ واقعہ مشہور ہے کہ محمد شاہ بادشاہ نے اپنے وزیر قمر الدین کو غوثِ زماں قطبِ دوراں حضرت مرزا مظہر جانجاناں صاحب قدس اللہ

تعالیٰ سرہ الاقدس کی خدمت میں یہ پیغام بھیجا کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں بادشاہی عطا کی ہے۔ حضور جتنا بھی ہدیہ چاہیں قبول فرمائیں۔ آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

"قُلْ مَتَاعُ الدُّنْيَا قَلِيلٌ"

ترجمہ: اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم آپ فرما دیجئے کہ دنیا تو ایک قلیل شے ہے۔

اس مولائے کریم نے ہفت اقلیم کو قلیل فرمایا ہے۔ آپ کے پاس اس قلیل میں سے قلیل حصہ ہندوستان کی سلطنت ہے جو کچھ بھی معنی نہیں رکھتی۔ آپ کے پاس کیا رکھا ہے۔ ایسی ہیچ چیزوں کے قبول کرنے سے فقیر اپنی ہمت اور حوصلہ کو پست نہیں کیا کرتے۔ امیروں میں سے کسی نے ایک بڑی حویلی' خانقاہ اور مسجد شریف تعمیر کرائی اور فقرا کی روزی کے لئے بھی کچھ مقرر کیا۔ لیکن جناب حضرت مرزا صاحب نے لینے سے انکار کر دیا اور فرمایا کہ ہماری نظروں میں اپنے یا دوسرے مکان کی کوئی اہمیت نہیں ہے۔ رہا روزی کے متعلق تو وہ ہر انسان کے لئے اللہ تعالیٰ کی طرف سے مقرر ہے اپنے وقت پر ضرور ملے گی۔ پس فقیروں کے لئے تو صبر و قناعت کا خزانہ کافی ہے اور ہاں نواب نظام الملک نے تیس ہزار روپیہ نقد بطور نذرانہ پیش کیا آپ نے قبول نہ کیا۔ نواب نے آپ کی خدمت میں عرض کی کہ حضور آپ اس رقم کو اللہ کی راہ میں محتاجوں کو تقسیم فرما دیں آپ نے فرمایا میں آپ کا نوکر نہیں ہوں۔

جناب قطبِ دوراں قیومِ زماں حضرت شاہ صاحب و جناب فیض مآب میرے مرشد قدسنا اللہ تعالیٰ بسرہ الاقدس نے کبھی کسی امیر اور دولت مند سے کوئی وظیفہ قبول نہیں کیا۔ یہ فقیر بھی امیروں سے نذرانے اور دولت مندوں سے زمینیں وغیرہ نہیں لیتا۔ میرے خیال میں اس برادر کو اور اس سے زیادہ کیا تحریر کروں۔ مجھے اس بھائی پر بہت ہی تعجب آ رہا ہے کہ اپنے حضرات کی پیروی اور طریقہ کار کو پس پشت ڈال کر حاکموں سے بیس تھیلے بطور وظیفہ قبول کر لئے۔ یہ طریقہ توکل کے خلاف ہے۔ اگر کوئی حاکم اس فقیر کو ایک لاکھ روپیہ نقد بلکہ سو لاکھ روپیہ بھی دے تو تب بھی قبول نہیں کرے گا۔ کیونکہ ہمارے حضرات قدسنا اللہ تعالیٰ نے حاکموں سے وظیفے قبول نہیں کئے۔ ہمارے پیرانِ کبار عزیمت پر عمل کرتے ہیں۔ پیری مریدی کے بہانے تجارت و زراعت کرنا اور امیروں کے آگے ہاتھ پھیلانا ان کا شیوہ نہیں۔ یہ حضرات اپنے مریدوں کو بھی منع فرماتے ہیں کہ پیری مریدی کو ذریعہ معاش نہ بنائیں اور اس کے صلے میں تجارت و زراعت سے پرہیز کریں اور امیروں سے وظائف وغیرہ قبول نہ کریں۔ فقط والسلام

مکتوب ۲۸

بنام سیادت پناہ قاضی حیدر شاہ صاحب

چند مسائل در مدح صحابہ رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ و سلام علی عبادہ الذین اصطفی۔

امابعد۔ آخوی اعزی ارشدی قاضی حیدر شاہ صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ فقیر حقیر لاشے دوست محمد جو حاجی کے نام سے مشہور ہے کی طرف سے بعد سلام مسنونہ کے معلوم ہو کہ نامہ گرامی جس میں چند مسائل کے متعلق دریافت کیا گیا ہے موصول ہوا۔ پڑھ کر مسرت ہوئی۔ سفر کی تیاری کی وجہ سے جواب دینے کی فرصت نہ تھی لیکن چونکہ اس بارے میں خطوط بار بار موصول ہوئے اس لئے مجبوراً جواب دینا پڑا۔ قبل اس کے کہ ان مسائل کا جواب لکھا جائے یہ مناسب سمجھتا ہوں کہ ان آیات اور احادیث کو پہلے بیان کر دوں جو کہ صحابہ کی تعریف میں وارد ہوئی ہیں۔ اس کے بعد فقہ کی کتابوں سے رافضیوں کا گالی دینے کے متعلق مختصراً بیان کروں گا۔

جاننا چاہئے کہ صحابہ کبار اور خصوصاً چاروں خلفاء کی شان میں آیات اور احادیث اور صحابہ کرام کے اقوال اتنی کثرت سے وارد ہیں کہ ان کا احاطہ کرنا مشکل ہے۔ چند آیات مندرجہ ذیل ہیں۔

" کُنتُمْ خَیْرَ اُمَّۃٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَ تَنْھَوْنَ عَنِ الْمُنْکَرِ وَ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰہِ وَلَوْ اٰمَنَ اَھْلُ الْکِتَابِ لَکَانَ خَیْرًا لَّھُمْ مِّنْھُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ وَاَکْثَرُھُمُ الْفٰسِقُوْنَ۔ "

ترجمہ : تم ایک بہترین امت ہو جو دوسرے لوگوں کے لئے پیدا کی گئی ہے تم لوگ نیک کاموں کو بتلاتے ہو اور بری باتوں سے منع کرتے ہو اور اللہ پر ایمان لاتے ہو، اور اگر اہل کتاب بھی ایمان لے آتے تو ان کے لئے بہتر ہوتا۔ ان میں سے بعض تو مسلمان ہیں اور زیادہ ان میں سے کافر ہیں۔"

اس آیت مبارک سے اس امت مرحومہ کی خیریت ثابت ہوتی ہے اور اس امت میں سب سے اول مخاطبین صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین ہیں پس یہ خیریت اور بہتری ان میں سب سے پہلے بدرجۂ اتم پائی جاتی ہے۔ لہٰذا جو اس کا انکار کرے گا وہ قرآن کریم کا انکار کرے گا اور قرآن کریم کا منکر سوائے کافر کے اور کون ہو سکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کفرو خسران سے محفوظ فرمائے۔

دوسری آیت۔

" وَ كَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا لِّتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ وَ يَكُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَيْكُمْ شَهِيْدًا "

ترجمہ : اور ہم نے تم کو ایسی ہی ایک جماعت بنا دی ہے جو (ہر پہلو سے) اعتدال پر ہے تاکہ تم (مخالف) لوگوں کے مقابلہ میں گواہ ہو اور رسول اللہ صلی اللہ علی وسلم تم پر گواہی دینے والے ہوں۔

اس آیت پاک سے بھی امت کی خیریت اور عدالت ثابت ہوتی ہے اور قیامت کے دن تمام سابقہ امتوں پر گواہی دینا ثابت ہوتا ہے اور یہ خیریت اور عدالت سب سے پہلے صحابہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین میں کامل درجہ پائی جاتی ہے۔

تیسری آیت۔

" لَقَدْ رَضِيَ اللّٰهُ عَنِ الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ يُبَايِعُوْنَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ فَعَلِمَ مَا فِيْ قُلُوْبِهِمْ فَاَنْزَلَ السَّكِيْنَةَ عَلَيْهِمْ وَ اَثَابَهُمْ فَتْحًا قَرِيْبًا ۙ وَ مَغَانِمَ كَثِيْرَةً يَّاْخُذُوْنَهَا وَ كَانَ اللّٰهُ عَزِيْزًا حَكِيْمًا ○

ترجمہ : بالتحقیق اللہ تعالیٰ ان مسلمانوں سے خوش ہوا جب کہ یہ لوگ آپ سے درخت (سمرہ) کے نیچے بیعت کر رہے تھے اور ان کے دلوں میں جو کچھ تھا اللہ کو وہ بھی معلوم تھا پس اللہ تعالیٰ نے ان میں اطمینان پیدا کر دیا اور ان کو ایک لگتے ہاتھ فتح دے دی اور اس (فتح میں) بہت سی غنیمتیں بھی دیں جن کو یہ لوگ لے رہے ہیں، اور اللہ تعالیٰ بڑا زبردست بڑا حکمت والا ہے۔

یہ آیت صلح حدیبیہ میں نازل ہوئی تھی۔ مومنین کی تعداد مہاجرین و انصار مل کر کوئی چودہ سو یا پندرہ سو تھی اور خلفاء اربعہ بھی ان میں موجود تھے۔ پس ان لوگوں سے

حق تعالیٰ شانہ راضی ہو جائیں اور رضا کا مقام اولیاء کے مقامات میں سے آخری مقام ہے۔ پس روافض کو اندازہ لگانا چاہئے کہ اس صورت میں جبکہ وہ صحابہؓ کو گالیاں دیتے ہیں تو اللہ تعالیٰ کے غضب کے علاوہ اور کیا حاصل کر سکتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ محفوظ فرمائے۔

چوتھی آیت:

مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ وَالَّذِیْنَ مَعَہٗٓ اَشِدَّآءُ عَلَی الْکُفَّارِ رُحَمَآءُ بَیْنَھُمْ تَرٰھُمْ رُکَّعًا سُجَّدًا یَّبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰہِ وَ رِضْوَانًا ز سِیْمَاھُمْ فِیْ وُجُوْھِھِمْ مِّنْ اَثَرِ السُّجُوْدِ ط ذٰلِکَ مَثَلُھُمْ فِی التَّوْرٰۃِ وَ مَثَلُھُمْ فِی الْاِنْجِیْلِ کَزَرْعٍ اَخْرَجَ شَطْئَہٗ فَاٰزَرَہٗ فَاسْتَغْلَظَ فَاسْتَوٰی عَلٰی سُوْقِہٖ یُعْجِبُ الزُّرَّاعَ لِیَغِیْظَ بِھِمُ الْکُفَّارَ وَعَدَ اللّٰہُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ مِنْھُمْ مَّغْفِرَۃً وَّ اَجْرًا عَظِیْمًا ○

ترجمہ: محمد اللہ کے رسول ہیں اور جو لوگ آپ کے صحبت یافتہ ہیں وہ کافروں کے مقابلہ میں تیز ہیں، اور آپس میں مہربان ہیں۔ اے مخاطب تو ان کو دیکھے گا کہ کبھی رکوع کر رہے ہیں کبھی سجدہ کر رہے ہیں، اللہ تعالیٰ کے فضل اور رضامندی کی جستجو میں لگے ہیں۔ ان کے آثار بوجہ تاثیر سجدہ کے ان کے چہروں پر نمایاں ہیں۔ یہ ان کے اوصاف توریت میں ہیں اور انجیل میں ان کا یہ وصف ہے کہ جیسے کھیتی کہ اس نے اپنی سوئی نکالی پھر اس نے اس کو قوی کیا پھر وہ موٹی ہوئی۔ پھر اپنے تنے پر سیدھی کھڑی ہو گئی کہ کسانوں کو بھلی معلوم ہونے لگے تاکہ ان سے کافروں کو جلاوے اللہ تعالیٰ نے ان صاحبوں سے جو ایمان لائے ہیں اور نیک کام کر رہے ہیں۔ مغفرت اور اجر عظیم کا وعدہ کر رکھا ہے۔"

حضرت عکرمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اس کی تفسیر نقل کی گئی ہے کہ "اَخْرَجَ شَطْئَہٗ" سے مراد ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں اور "فَاٰزَرَہٗ" سے مراد عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں اور "فَاسْتَغْلَظَ" سے عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں اور فَاسْتَوٰی عَلٰی سُوْقِہٖ سے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ مراد ہیں اور اسی طرح مدارک التنزیل میں بھی مذکور ہے۔ ان واضح البیان آیات سے معلوم ہو گیا کہ حق تعالیٰ شانہ نے صحابۂ کرام علیہم الرضوان

کی کتنی زیادہ تعریف فرمائی ہے۔

مواہب اللدینہ میں لکھا ہے کہ حق تعالیٰ شانہ نے صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کی شان میں فرمایا ہے۔

"محمد اللہ کے رسول ہیں اور وہ لوگ ان کے ساتھ ایمان لائے وہ کفار پر بہت سخت ہیں اور آپس میں نہایت نرم دل ہیں (آخر سورۃ تک)"

جب اللہ تعالیٰ نے خود خبر دی ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں اور اس میں کوئی شک و شبہ کی گنجائش نہیں ہے۔ صاحب مواہب اللدینہ کا قول ہے کہ "محمد رسول اللہ" مبتدا خبر ہیں اور بیضاوی اور اس کے علاوہ دوسروں نے یہ کہا ہے کہ مشہور بہ کے واسطے جملہ تنبیہہ ہے۔

یعنی قولہ

" هُوَ الَّذِیْ اَرْسَلَ رَسُوْلَہٗ بِالْھُدٰی وَ دِیْنِ الْحَقِّ لِیُظْھِرَہٗ عَلَی الدِّیْنِ کُلِّہٖ ط وَ کَفٰی بِاللّٰہِ شَھِیْدًا "

صاحب مواہب اللدینہ نے کہا ہے کہ جائز ہے کہ رسول اللہ صفت ہو محمد کی اور محمد خبر ہو مبتدأء محذوف کی اور آیت مشتمل ہے تمامی اوصاف جمیلہ پر۔ پھر آگے اللہ پاک نے صحابہؓ کی تعریف فرمائی ہے کہ وَالَّذِیْنَ مَعَہٗ الآیہ یعنی وہ لوگ جو اس پر ایمان لے آئے ہیں وہ کفار پر بڑے سخت ہیں اور آپس میں نہایت رحم دل ہیں۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ عنقریب اللہ تعالیٰ ایک ایسی قوم کو لائیں گے جو اللہ سے محبت کرنے والی ہو گی اور اللہ تعالیٰ اس سے محبت کریں گے اور وہ قوم مؤمنین کے حق میں نہایت نرم ہو گی اور کفار پر بہت سخت ہو گی۔

پس اللہ تبارک تعالیٰ نے صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی صفت شدت و غلظت کو کفار کے لئے بتایا اور رحمت و نیکی کو نیک لوگوں (مومنین) کے لئے خاص فرمایا۔ پھر اللہ پاک نے ان کے کامل اخلاص کے ساتھ کثرت اعمال کی تعریف فرمائی۔ پس جو کوئی بھی ان صحابہؓ کو دیکھے گا ان کے خلوص نیت اور بہترین اعمال کی وجہ سے ان کے آثار و ہدایات کو پسند کرے گا۔

حضرت مالک رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ مجھے یہ خبر پہنچی ہے کہ نصاریٰ جب ان صحابہ کرامؓ کو دیکھتے تھے جنھوں نے شام کو فتح کیا تھا تو کہتے تھے کہ اللہ کی قسم یہی وہ بہترین

حواریین ہیں جن کے متعلق ہمیں خبر پہنچی ہے اور انہوں نے تصدیق کی کہ یہی وہ امت محمدیہؐ ہے اور خصوصاً" صحابہ کرامؓ جن کا ذکر خیر بڑی عظمت کے ساتھ ہماری کتاب میں مذکور ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے بھی اپنی کتاب میں اس جگہ فرمایا ہے کہ

ذَالِکَ مَثَلُهُمْ فِی التَّوْرَاةِ وَ مَثَلُهُمْ فِی الْاِنْجِیْلِ الخ

یعنی توریت میں ان کے یہ وصف ہیں اور انجیل میں ان کا یہ وصف مذکور ہے کہ جیسے ایک کھیتی ہے اور اس نے اپنی سوئی نکالی پھر اس نے اس کو مضبوط کیا اور قوت بخشی۔ یہاں تک کہ وہ موٹی بڑی اور لمبی ہو کر اپنے تنے پر سیدھی کھڑی ہو جاتی ہے اور اپنی قوت و مضبوطی اور حسن منظر کے اعتبار سے کسانوں کو اچھی لگنے لگتی ہے۔

پس اسی طرح اصحاب محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے دین کو مضبوط کیا اور ہر معاملہ میں اس کی تائید و نصرت کی۔ پس وہ اس کے ساتھ اس طرح لگے رہے جس طرح کھیتی کے ساتھ اس کا خوشہ ہوتا ہے تاکہ کفار ان سے جلیں۔

امام مالک رحمتہ اللہ علیہ سے ایک روایت ہے کہ انہوں نے ان ہی آیات سے استنباط کیا ہے کہ وہ روافض جو صحابہ کرام سے بغض رکھتے ہیں وہ کافر ہیں اس لئے کہ روافض صحابہ کرام سے جلتے ہیں اور جو صحابہ کرام سے جلے پس وہ کافر ہے اور آپ کے اس فتوے پر بہت سے علماء نے آپ کی موافقت کی ہے۔ امام مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اس روایت سے ثابت ہوا کہ جو کوئی بھی صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین سے جل کر ان کو گالی بکے وہ کافر ہے۔ چہ جائیکہ شیخینؓ کو نعوذ باللہ سب کرنا۔ کیونکہ ان کی شان تو دیگر صحابہؓ سے بہت زیادہ بلند ہے۔

پانچویں آیت:

لِلْفُقَرَاءِ الْمُهَاجِرِیْنَ الَّذِیْنَ اُخْرِجُوْا مِنْ دِیَارِهِمْ وَ اَمْوَالِهِمْ یَبْتَغُوْنَ فَضْلاً" مِّنَ اللّٰهِ وَ رِضْوَانًا وَّ یَنْصُرُوْنَ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ ؕ اُولٰٓئِکَ هُمُ الصّٰدِقُوْنَ ○ وَالَّذِیْنَ تَبَوَّءُ الدَّارَ وَالْاِیْمَانَ مِنْ قَبْلِهِمْ یُحِبُّوْنَ مَنْ هَاجَرَ اِلَیْهِمْ وَلَا یَجِدُوْنَ فِیْ صُدُوْرِهِمْ حَاجَةً مِّمَّآ اُوْتُوْا وَ یُؤْثِرُوْنَ عَلٰٓی اَنْفُسِهِمْ وَلَوْ کَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ وَمَنْ یُّوْقَ شُحَّ نَفْسِهٖ فَاُولٰٓئِکَ هُمُ

الْمُفْلِحُوْنَ ○

ترجمہ : ان حاجت مند مہاجرین کا (بالخصوص) حق ہے جو اپنے گھروں سے اور اپنے مالوں سے (جبرا" و ظلما") جدا کر دیئے گئے ہیں' وہ اللہ تعالیٰ کے فضل یعنی جنت اور رضامندی کے طالب ہیں اور وہ اللہ اوراس کے رسول کے دین کی مدد کرتے ہیں اور یہی لوگ ایمان کے سچے ہیں اور (نیز) ان لوگوں کا بھی حق ہے جو دارالاسلام یعنی (مدینہ) میں ان (مہاجرین) کے (آنے کے) قبل سے قرار پکڑے ہوئے ہیں۔ جو ان کے پاس ہجرت کر کے آتا ہے اس سے یہ لوگ محبت کرتے ہیں اور مہاجرین کو جو کچھ ملتا ہے اس سے یہ (انصار) اپنے دلوں میں کوئی رشک نہیں پاتے اور اپنے سے مقدم رکھتے ہیں اگرچہ ان پر فاقہ ہی ہو اور واقعی جو شخص اپنی طبیعت کے بخل سے محفوظ رکھا جائے ایسے ہی فلاح پانے والے ہیں۔

فقراء اور مہاجرین کی حق تعالیٰ نے اس طرح تعریف فرمائی ہے کہ وہ اللہ کے اس فضل کو تلاش کرتے ہیں جس کا نام جنت ہے اور اللہ کی خوشنودی طلب کرتے ہیں اور یہ کہ وہ اللہ کے دین اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ و سلم کی مدد کرتے ہیں اور یہ کہ وہ جہاد کرنے اور ایمان لانے میں بالکل سچے ہیں اور حضرات شیخین بھی فقراء اور مہاجرین میں سے ہیں' جیسا کہ سیرت اور احادیث کی کتابیں پڑھنے والوں سے پوشیدہ نہیں ہے۔

جاننا چاہئے کہ خلفاء اربعہؓ کی محبت دین کے فرائض میں سے ہے جیسا کہ مواہب اللدنیہ میں مذکور ہے۔ طبرانی نے الریاض میں ذکر کیا ہے اور اس کو اپنی سیرت میں ایک گروہ کی طرف منسوب کیا ہے کہ انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مرفوعا" روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ابوبکرؓ و عمرؓ و عثمانؓ و علیؓ کی محبت تم پر فرض کی ہے۔ جیسا کہ نماز روزہ' زکوٰۃ و حج تم پر فرض کیا گیا ہے پس جو شخص ان کی فضیلت کا انکار کرے گا اس کی نماز' زکوٰۃ' روزہ و حج کوئی چیز بھی قبول نہیں کی جائے گی اور حافظ السلفی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے مشائخ سے حدیث انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مرفوعا" نقل کیا ہے کہ ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی محبت میری امت پر واجب ہے۔

پھر صاحب مواہب اللدنیہ نے یہ فرمایا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم سے محبت کرنے والے کی محبت جیسا کہ آپ کے آل بیت اور آپ کے اصحاب رضوان اللہ

تعالیٰ علیہم اجمعین سے محبت کرنا' تو یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کرنے کی علامت ہے۔ جیسا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کرنا اللہ تعالیٰ سے محبت کرنا اللہ تعالیٰ سے محبت کرنے کی علامت ہے اور اسی طرح ان سے دشمنی رکھنے والے سے دشمنی رکھنا اور ان سے بغض رکھنے والے اور سب کرنے والے سے بغض رکھنے کا معاملہ ہے۔ پس جب کوئی شخص کسی سے محبت کرے تو اس کو چاہئے کہ اپنے محبوب سے محبت کرنے والے سے محبت کرے اور بغض کرنے والے سے بغض کرے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ تو ایسی قوم کو نہیں پائے گا جو اللہ پر اور یوم آخرت پر ایمان رکھتے ہوں' لیکن ان لوگوں سے دوستی کریں جو اللہ و رسول کے برخلاف ہوں۔

پس حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے آل بیت اور آپ کے صحابہ رضی اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین۔ آپ کی اولاد اور آپ کی ازواج مطہرات سے محبت کرنا دین کے واجبات مقررہ میں سے ہے اور ان کی ذات اقدس سے بغض و عداوت رکھنا ہلاک کر دینے والے عذاب میں سے ہے اور منجملہ ان کی محبت کے ان کی عزت کرنے اور ان کے ساتھ نیکی کرنے اور ان کے حقوق کا بجالانے اور ان کی اقتدا کرنا واجب ہوتا ہے اس طرح پر کہ ان کی سنتوں اور آداب اور اخلاق پر چلے اور ان کے اقوال پر عمل کرے کہ جس میں عقل کو دخل نہیں اور ان کی اچھی تعریف کرے' یعنی ان کے اوصاف جمیلہ کو تعظیم کے ارادہ سے بیان کرے۔ بے شک اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنی کتاب مجید میں ان کی بہت اچھی تعریف فرمائی ہے اور جس کی تعریف اللہ نے فرمائی ہو پس اس کی تعریف کرنا اور اس کے لئے دعائے مغفرت کرنا واجب ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

> "اور وہ لوگ جو ان کے بعد آئے ہیں کہتے ہیں کہ اے ہمارے رب ہمیں معاف فرما دے اور ہمارے ان بھائیوں کو معاف فرما دے جو ایمان لانے میں ہم سے سبقت لے چکے ہیں اور اے رب ہمارے دلوں میں ان لوگوں کی جانب سے جو ایمان لائے ہیں کسی قسم کا کینہ پیدا نہ ہونے دیجئے اے ہمارے رب بے شک تو بہت مہربان نہایت رحم والا ہے۔"

مواہب اللدنیہ میں ہے۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ لوگوں کو حکم دیا گیا ہے کہ تم اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے مغفرت طلب کرو اور یہ لوگ ان کو گالیاں

دیتے ہیں۔ (رواہ مسلم)

اور استغفار کرنے کا فائدہ خود استغفار کرنے والے کو بھی پہنچتا ہے۔ اس میں یہ بھی لکھا ہے کہ صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو برا کہنا اور طعن کرنا اگر ان امور میں ہو جن کے بارے میں دلائل قطعیہ وارد ہوں تو بالکل کفر ہے جیسا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا پر تہمت لگانا اور اگر اس کے متعلق دلائل قطعیہ وارد نہ ہوں تو بدعت اور فسق ہے۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اے لوگو! تم مجھے، میرے احباب، میرے سسرال اور میرے صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کے بارے میں محفوظ رکھو۔ ان میں سے کسی ایک پر بھی ظلم کرنے کے بارے میں تم سے اللہ تعالیٰ مطالبہ نہ کرے، کیونکہ یہ ایسی چیز نہیں ہے جس کو اللہ تعالیٰ معاف کردیں۔

حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اللہ کی قسم تم میرے صحابہؓ کو میرے بعد نشانہ نہ بنالینا کیونکہ جس شخص نے ان کے ساتھ محبت کی اس نے میرے ساتھ محبت کی اور جس نے ان کے ساتھ بغض رکھا اس نے میرے ساتھ بغض رکھا اور جس نے ان کو ایذا پہنچائی اس نے مجھے ایذا پہنچائی اور جس نے مجھے ایذا پہنچائی اس نے اللہ تعالیٰ کو ایذا پہنچائی اور جس نے اللہ تعالیٰ کو تکلیف پہنچائی تو قریب ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کو پکڑ لے۔ (رواہ المخلص الذہبی)

بعض کا قول ہے کہ اس حدیث میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہ سے محبت کرنے کی اور ان سے عداوت و دشمنی سے بچنے کی وصیت اور تاکید فرمائی ہے۔ اس میں یہ بھی اشارہ ہے کہ ان سے محبت کرنا ایمان ہے اور ان سے عداوت کرنا کفر ہے۔ ان کی ذات سے بغض رکھنا رسول پاکؐ سے بغض رکھنا ہے اور یہ بات پہلی حدیث سے ظاہر ہو چکی ہے جس میں کسی قسم کے نزاع کی ضرورت ہی نہیں اور حضور کا یہ فرمانا کہ تم سے اس وقت تک کوئی بھی کامل ایمان والا نہیں ہو سکتا جب تک کہ میں اس کو اس کی جان سے زیادہ عزیز نہ ہو جاؤں۔ یہ اس بات کی دلیل ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو اپنی ذات کے مرتبہ میں شمار فرمایا ہے اور اس سے یہ بھی معلوم ہو گیا کہ جو تکلیف و ایذا ان کو پہنچائی جائے گی وہ ان کے واسطے سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی پہنچے گی اور وہ نشانہ جس پر کہ تیر مارا جا رہا ہے اس سے تاکیداً منع کیا گیا ہے اور اللہ تعالیٰ نے اس کی وعید بھی سنادی ہے اور اس کی حرمت کی شدت بھی معلوم ہو چکی ہے۔

ایک روایت مرفوع میں ہے کہ جو کوئی میرے صحابی کو گالی دے اس کو کوڑے لگائے جائیں۔

قاضی عیاض نے ذکر کیا ہے کہ

"جس شخص نے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنھم سے بغض رکھا اس کا مسلمانوں کے فئی میں کوئی حصہ نہیں ہے"

اور یہ استدلال انہوں نے آیتہ الحشر یعنی "وَالَّذِيْنَ جَآءُوْا مِنْۢ بَعْدِهِمْ" سے کیا ہے۔

صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی شان میں بہت زیادہ احادیث ہیں کہ جن کا احاطہ کرنا مشکل ہے۔ تاہم چند ایک یہاں ضرور بیان کریں گے تاکہ رسالہ ان سے خالی نہ رہے۔

پہلی حدیث جس کو احمد' ابو داؤد والترمذی اور ان کے علاوہ بہت سے لوگوں نے صحیح اسانید کے ساتھ نقل کیا ہے۔ ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عنقریب میری امت کے تہتر فرقے ہو جائیں گے ایک کے سوا باقی سب جہنم میں جائیں گے۔ صحابہؓ نے عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وہ کون سا فرقہ ہو گا۔ آپ نے فرمایا یہ فرقہ وہ ہو گا جو اس راستہ پر رہا جس پر کہ میں اور میرے صحابہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین تھے اور اسی طرح السیف المسئول میں بھی مذکور ہے۔ غرض حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی محبت پر راہ نجات کا انحصار ہے۔

دوسری حدیث یہ ہے کہ

"میرے صحابہؓ نجوم کی مانند ہیں جس کی بھی تم اقتدا کرو گے ہدایت پاؤ گے۔"

روایت کیا اس کو بیہقی نے اور اسی طرح عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مرفوعاً" مروی ہے اور ایسے ہی السیف المسئول میں مذکور ہے۔ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ہر صحابی کو ستارے سے تشبیہ دی ہے۔

تیسری حدیث الطبرانی کی ہے۔ چوتھی الحافظ السلفی کی ہے اور پانچویں الغلعی کی اور چھٹی المخلص الذہبی کی ہے۔ طوالت کے خوف سے ان کا ذکر کرنا مناسب نہیں۔

ساتویں حدیث جس کو عبد بن حمید نے اپنی مسند میں اور ابو نعیم وغیرھما نے ابو داؤدؒ

کے طرق سے نقل کیا ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کوئی شخص جس پر سورج طلوع و غروب ہوتا ہو ایسا نہیں جو ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے افضل ہو ہاں مگر نبی سے نہیں (نبی سب سے افضل ہے) اور دوسرے الفاظ میں یہ ہے کسی ایسے شخص پر سورج طلوع و غروب نہیں ہوتا۔ نبیین و مرسلین کے بعد جو کہ ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے افضل ہو اور اسی طرح جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث میں یہ الفاظ ہیں کہ سورج طلوع نہیں ہوتا ایسے شخص پر جو ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے افضل ہو۔

اس کو طبرانی نے اور اس کے علاوہ دوسروں نے بھی نقل کیا ہے اور اس کی صحت اور حسن ہونے کے اور بھی بہت سے دلائل موجود ہیں بے شک ابن کثیر نے بھی اس حدیث کی صحت کی طرف اشارہ فرمایا ہے۔

آٹھویں حدیث جس کو طبرانی نے ابن عدی عن سلمہ بن اکوعؓ سے نقل کیا ہے کہ

حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نبی کے علاوہ تمام لوگوں سے بہتر ہیں۔

نویں حدیث ابن عساکر نے انسؓ سے نقل کیا ہے کہ

ابوبکرؓ و عمرؓ سے محبت کرنا ایمان ہے اور ان سے بغض رکھنا کفر ہے۔

چنانچہ ان احادیث اور آیات بینات سے یہ واضح ہو گیا کہ حضرات شیخین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی محبت و توقیر کرنا لازمی ہے۔

جو کچھ میں نے ابھی آپ کے سامنے ذکر کیا ہے یعنی (آیات بینات' اور احادیث صحیحہ) ان سے اکثر علماء کرام نے یہی فیصلہ فرمایا ہے کہ شیخینؓ کو گالی دینے والا کافر ہے اور جب تک وہ رافضی رہتا ہے اس کی توبہ بھی قبول نہیں ہوتی۔ جب کوئی شیخین کو گالی دیتا ہے تو کافر ہو جاتا ہے۔ لیکن اگر حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے افضل جانتا ہے تو اس صورت میں کافر نہیں ہوتا مگر بدعتی ضرور ہو جاتا ہے۔ (عالمگیری)

یہ بھی ایک قول نقل کیا ہے کہ

شیخین میں سے کسی ایک کو بھی سب کرنے سے کافر ہو جائے گا۔
بحر میں جوہرہ صدر الشہید کی طرف منسوب کرتے ہوئے روایت ہے کہ جس شخص نے شیخین کو گالی دی یا ان پر عیب لگایا تو کافر ہو گیا اور اس کی توبہ قبول نہیں ہو گی۔ الدبوسی اور ابو اللیث کا بھی یہی قول ہے اور یہی فتویٰ کے لئے مختار ہے اور اسی پر اشباہ میں اعتماد کیا گیا ہے اور مصنف نے بھی یہ کہتے ہوئے اس کا اقرار کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو گالی دینے والے کی توبہ قبول نہیں ہو گی۔ یہ قول اس کو تقویت دیتا ہے اور فتویٰ اور قضا کے لئے اسی پر اعتماد ہونا چاہئے۔ اس لئے کہ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب کی رعایت کی جائے گی (در مختار)
البزازیہ میں الخلاصہ سے نقل کیا گیا ہے کہ جب رافضی شیخین کو گالیاں بکے گا یا لعنت کرے گا تو وہ کافر ہو جائے گا (رد المختار) بعض علماء نے اکثر علماء سے نقل کیا ہے کہ ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو گالیاں بکنے والا کافر ہے۔ (زواجر)
مقدمہ ممنوعہ کے لئے اثبات کے طور پر میں لکھتا ہوں کہ سبِّ شیخین کفر ہے اور احادیثِ صحیحہ اس پر دلالت کرتی ہیں۔ جیسے مجاہد' طبرانی اور حاکم نے عویمر بن الساعدہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے چن لیا ہے اور میرے لئے میرے صحابہ کو چن لیا ہے اور ان میں سے اللہ تعالیٰ نے کسی کو وزیر بنایا۔ کسی کو انصار بنایا ہے اور کسی کو میرا سسرال بنایا ہے۔ پس جو کوئی ان کو گالی بکے گا اس پر اللہ کی اور اس کے فرشتوں اور تمام لوگوں کی لعنت ہو گی اور اس کا کسی قسم کا صدقہ خیرات قبول نہیں کیا جائے گا۔ الدار قطنی نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عنقریب میرے بعد ایک قوم آئے گی (لھم نبز) ان کو رافضی کہیں گے پس تو ان کو جہاں کہیں بھی پائے ان کو قتل کر کیونکہ وہ مشرک ہیں۔ میں نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کی علامت کیا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ تعریف کرنے میں غلط بیانی سے کام لیں گے اور سلف صالحین کی عیب جوئی کریں گے اور اسی طرح حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے دوسرے طرق سے بھی نقل کیا گیا ہے اور یہ زیادتی بھی انہی سے بیان کی گئی ہے کہ وہ حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو سب بکیں گے اور جس نے میرے صحابہؓ کو سب بکا پس اس پر اللہ کی لعنت فرشتوں اور تمام لوگوں کی لعنت ہے۔
بہر حال ایسی احادیث بہت زیادہ ہیں جن کی اس رسالہ میں گنجائش نہیں۔ پس خبر

صحیح سے سب شیخین کفر ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس شخص نے ان کے ساتھ بغض کیا اس نے میرے ساتھ بغض کیا اور جس نے ان کو تکلیف دی اور جس نے مجھے تکلیف دی اس نے اللہ کو تکلیف دی۔ اسی طرح ابن عساکرؒ نے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث نقل کی ہے کہ ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی محبت عین ایمان ہے اور ان سے بغض کفر ہے۔

امام ربانی مجدد الف ثانی شیخ احمد فاروقی سرہندی رحمتہ اللہ علیہ نے رسالہ میں نقل فرمایا ہے کہ اگر کسی آدمی پر سب شیخین نعوذ باللہ ثابت ہو جائے تو اس کو قتل کرنا چاہئے۔

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے ابو الحسن تو اور تیرا گروہ جنت میں ہوں گے اور وہ قوم جو یہ گمان کرتی ہو گی کہ وہ آپ سے محبت کرتے ہیں وہ اسلام کی توہین کو کم کر دیں گے اور پھر اس کو چھوڑ بھی دیں گے اور اس دین سے ایسے بچ کر نکل جائیں گے جیسا کہ تیر کمان سے نکل جاتا ہے' ان کی تعداد مختصر ہو گی ان کو رافضی کہا جائے گا' پس اگر تو ان کو پائے تو ان کو قتل کرنا کیونکہ وہ مشرک ہیں۔ (رواہ الدار القطنی)

اور اسی طرح یہ بھی حضرت علیؓ سے روایت کی گئی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عنقریب میرے بعد ایک قوم آئے گی جن کی تعداد مختصر ہو گی ان کو رافضی کہا جائے گا اگر تو ان کو پائے تو ان کو قتل کرنا اس لئے کہ وہ مشرک ہیں۔ حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ میں نے عرض کیا یارسول اللہ ان کی کیا علامت ہے آپ نے فرمایا کہ وہ تیری تعریف میں افراط کریں گے جو تجھ میں نہیں ہے اور سلف صالحین میں عیب جوئی کریں گے اور دار قطنی نے اس کو دوسرے طرق سے اسی طرح روایت کیا ہے اور اس میں یہ زیادہ نقل کیا ہے کہ وہ اہل بیت کی صحبت کا دعویٰ کریں گے حالانکہ وہ ایسے نہیں ہوں گے۔ اس کی علامت یہ ہے کہ وہ ابوبکرؓ و عمرؓ کو گالیاں دیں گے اور اسی طرح دوسرے طریق سے فاطمتہ الزہراء اور ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کی گئی ہے۔ اسی طرح حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت نقل کی گئی ہے۔ حضرت علیؓ نے فرمایا کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے علیؓ کیا میں تمہیں ایسا عمل نہ بتاؤں کہ اگر تم اس کو کر لو تو اہل جنت میں سے ہو جاؤ گے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میرے بعد ایک قوم ہو گی جن کو رافضی کہا جائے گا اگر تو ان کو پائے تو ان کو قتل کرنا اس

لئے کہ وہ مشرک ہیں۔ حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ میں نے عرض کیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان کی علامت کیا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ وہ ابوبکرؓ و عمرؓ کو گالیاں بکتے ہوں گے۔ (روایت کیا اس کو طبرانی اور بغوی نے)

حضرت علیؓ سے روایت ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری امت میں ایک قوم ہو گی جن کو رافضی کہا جائے گا وہ اسلام سے پھر جائیں گے۔

(رواہ بیہقی)

فاطمۃ الزہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے آپ فرماتی ہیں کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف دیکھا اور فرمایا یہ جنت میں ہو گا اور ان کے گروہ میں ایک جماعت ہو گی جو اسلام سے نکل جائے گی (لھم نبز) ان کو رافضی کہا جائے گا۔ اے علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اگر آپ ان کو پائیں تو ان کو قتل کرنا اس لئے کہ وہ مشرک ہیں (اس کو طبرانی اور بغوی نے نقل کیا ہے)

علامہ بغوی نے معالم میں نقل کیا ہے کہ حضرت علیؓ نے فرمایا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے متعلق فرمایا کہ تمہاری شکل و صورت اہل جنت کی سی ہے اور بے شک ایک قوم آئے گی جو تمہاری محبت کا دعویٰ کرے گی، قرآن پڑھے گی مگر قرآن حلق سے نیچے نہیں اترے گا۔ وہ اوباش لوگ ہوں گے اور رافضی کہلائیں گے اگر آپ ان کو پائیں تو ان کو قتل کرنا اس لئے کہ وہ مشرک ہیں اور روایت کی ہے الھروی نے ابراہیم بن الحسن بن الحسین بن علی ابن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری امت میں آخری زمانے میں ایک قوم ظاہر ہو گی جن کو رافضی کہا جائے گا جو اسلام کو چھوڑ دیں گے۔

ایک روایت نقل کی ہے الحافظ الدبوسی اور حافظ رضی الدین احمد بن اسماعیل بن یوسف بن الحاکم عن ابن عمرؓ کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علیؓ کو فرمایا کہ آپ جنتی ہیں اور عنقریب میرے بعد ایک قوم ہو گی جن کو رافضی کہا جائے گا اگر آپ ان کو پائیں تو ان کو قتل کرنا کیونکہ وہ لوگ مشرک ہیں۔ حضرت علیؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کی علامت کیا ہے آپ نے فرمایا کہ وہ جمعہ اور جماعت کا کچھ لحاظ نہ کریں گے (یعنی ان کو چھوڑ دیں گے) اور حضرت ابوبکرؓ اور عمرؓ کو گالیاں دیں گے اور طبرانی اور حاکم نے عدیم بن الساعدہ سے نقل کیا ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بے شک مجھے اللہ پاک نے چن لیا ہے اور میرے لئے میرے صحابہؓ کو چن لیا

اور اللہ نے ان میں سے کسی کو میرا وزیر بنایا اور کسی کو انصار اور کسی کو سسرال بنایا پس جو شخص بھی ان کو گالی دے گا اس پر اللہ کی لعنت فرشتوں اور تمام لوگوں کی لعنت ہو گی۔
(السیف المسئول)

جو شخص اس بات کا قائل ہو جائے کہ اللہ تعالیٰ جسم رکھتا ہے وہ کافر ہے۔ یہ کہنا کہ اللہ تعالیٰ کا جسم ہے یا یہ کہنا کہ اللہ تعالیٰ کے ہاتھ پاؤں اور چہرہ ہے یہ کفر ہے۔ جس شخص نے کہا کہ حق تعالیٰ سبحانہ کا جسم ہے اور اس کے لئے مکان ہے اور اس پر بھی زمانہ گزرتا ہے اور اسی طرح کی کوئی اور بات کہی تو وہ کافر ہے۔ ملا علی قاری کا قول ہے کہ بدعت ایمان معرفت کو ضائع نہیں کرتی مگر اللہ تعالیٰ کے ساتھ علم کا انکار کرنا اور اللہ تعالیٰ کو جسم والا کہنا پس یہ دونوں چیزیں بالاجماع بغیر کسی اختلاف کے کفر ہیں۔

منہ میں نسوار رکھنے کے بارے میں

ظاہری اعتبار سے منہ میں نسوار کا رکھنا روزہ کو توڑ دیتا ہے۔ اس لئے اس سے بدن کی اصلاح ہوتی ہے۔ قبض دور ہوتا ہے اور طبیعت کو تسکین حاصل ہوتی ہے اور وہ چیز جو کہ محققین حضرات نے ذکر کی ہے یعنی معنیٰ" افطار یہ ہے کہ کوئی ایسی چیز جس میں بدن کی اصلاح ہو، پیٹ میں پہنچ جائے خواہ وہ دوا ہو یا غذا ہو۔ (ردالمختار)

بعض علماء نے فرمایا ہے کہ فقہ کی کتابوں سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ روزہ توڑنے والی چیز کا صحیح اعتبار اسی وقت ہو گا جبکہ یقینی طور پر اس کا معدہ یا دماغ میں پہنچ جانا معلوم ہو جائے۔ پھر اگر وہ پہنچنے والی چیز صورتاً و معنیٰ" دونوں اعتبار سے روزہ توڑنے والی ہو جیسا کہ کوئی ایسی چیز جو غذا کے طور پر کھائی جاتی ہے یا دوا کے طور پر استعمال کی جاتی ہے تو اس میں کفارہ بھی ہو گا اور اگر مفطر صرف صورتاً ہے معنیٰ" نہیں ہے تو اس میں کفارہ نہیں مثلاً ایسی چیز کھائی جائے جو کہ غذا کے طور پر نہیں کھائی جاتی اور نہ ہی دوا کے طور پر استعمال ہوتی ہے جیسے لوہا اور چونا اور یہ اس وقت ہے جبکہ اس کا معدہ یا دماغ میں پہنچ جانا یقینی ہو اور اگر پہنچنے میں شک ہو تو پھر تو امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک تو مفسد صوم ہے جیسے کہ تر قسم کی دوا جائفہ (پیٹ کا زخم) اور آمّہ (دماغ کا زخم) میں کہ اس قسم کی دوا لگانے سے روزہ ٹوٹ جائے گا اور صاحبینؒ فرماتے ہیں روزہ نہیں ٹوٹے گا کیونکہ پہنچنے کا یقین نہیں ہوا اور اس میں بھی ہمارا یہی قول کہ باوجود منہ میں داخل کردینے کے اگر اس چیز کا وصول معدہ میں یقینی طور پر نہیں ہوا تو پھر بھی مفسد نہیں ہے (اجماعاً) مثلاً لوہا منہ میں

ڈال لیا ہو مگر ایسی کوئی چیز بلا ضرورت منہ میں ڈالنا مکروہ ہے اگر اس چیز کے وصول میں شک ہے تو ابو حنیفہؒ کے قیاس پر تو مفسد ہو جائے گا اور صاحبین کے قیاس پر مفسد نہیں ہو گا اور مزید غور کے لئے جو کچھ ہم نے تحریر کیا ہے کتابوں کے حوالے سے دیکھ لیجئے اور اپنے مطلب کو سمجھ لیجئے اور (مختصر) کہا ہے کہ کسی چیز کا چبانا روزہ دار کے لئے مکروہ ہے یہ حکم اس وقت ہے جبکہ وہ چیز چبانے سے ٹکڑے ٹکڑے نہیں ہو جاتی یا وہ نہیں پگھلتی لیکن اگر چبانے سے ٹوٹ جائے یا پگھل جائے تو روزہ کو توڑ دیتی ہے۔ (برخبدی) اگر تاگا بٹنے والے کا تھوک تاگے کے رنگ سے رنگین ہو جائے اور وہ اس کو نگل لے تو اگر اس کے تھوک کا رنگ اس رنگ کے مانند ہو جائے تو روزہ ٹوٹ جائے گا (یعنی رنگ غالب ہو تو روزہ ٹوٹ جائے گا)۔ (شمنی) روزہ دار کے لئے مصطگی یا کسی اور گوند کا چبانا مکروہ ہے مگر اس سے مراد چبائی ہوئی مصطگی ہے لیکن سیاہ اور بغیر چبایا ہوا گوند پس وہ مفسد ہے۔ (ابو المکارم)

مصطگی کا چبانا روزہ کو نہیں توڑتا ہے اس لئے کہ وہ معدہ میں نہیں پہنچتی۔ اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ اگر وہ ملتما" (جڑنے والی) نہ ہو تو پھر روزہ ٹوٹ جائے گا۔ (ہدایہ) کیونکہ اگر کسی نے اس کو چبایا نہیں ہے تو وہ معدہ میں پہنچ جائے گی (کفایہ) دیگر کتب فقہ میں بھی اسی طرح مذکور ہے اور جاننا چاہئے کہ بلا ضرورت کسی چیز کا منہ میں داخل کرنا جبکہ یہ یقین ہے کہ وہ چیز جوف معدہ میں نہیں پہنچے گی مکروہ تحریمی ہے اور اس میں کسی کا بھی اختلاف نہیں ہے۔ پس اگر کوئی چیز ایسی ہے کہ اس کا معدہ میں پہنچ جانا شک کی بات ہے بلکہ غالب گمان اس کے پہنچ جانے کا ہے تو یہ جائز نہیں ہے اور اگر وہ اس کا بار بار ارتکاب کرنے والا ہو تو یہ نہی تعزیر کو واجب کرتی ہے۔ ذیلعیؒ نے فرمایا کہ مصطگی وغیرہ گوند کا چبانا مکروہ ہے جیسا کہ ہم نے ذکر کیا کہ اس میں روزہ توڑ دینے کی طرف پیشقدمی ہے۔

ذیلعیؒ نے فرمایا کہ ہم نے جو روزہ دار کو کوئی لیسدار چیز چبانا مکروہ قرار دیا ہے کیونکہ چبانے والے پر روزہ نہ رکھنے کی تہمت لگائی جائے گی کیونکہ جو کوئی اس کو دور سے دیکھے گا یہی گمان کرے گا کہ کچھ کھا رہا ہے تو گویا یہ ایک قسم کی تہمت کا موجب بن جاتا ہے۔
حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو کوئی بھی اللہ اور قیامت پر ایمان رکھتا ہے تو اس کو چاہئے کہ وہ ایسی جگہ ہرگز ہرگز نہ جائے جو کہ تہمت کے مواقع ہوں اور حضرت علیؓ سے فرمایا کہ آپ کو ایسے کاموں سے بچنا لازم ہے جن سے لوگوں کے دلوں

میں بدگمانی پیدا ہو اگرچہ اس کا آپ کے پاس کوئی معقول عذر بھی کیوں نہ ہو۔
مکروہ ہے چبانا سفید گوند کا جبکہ وہ ممضوغ ملتئم ہو اور اگر ایسا نہیں ہے تو پھر روزہ توڑنے والا ہو جائے گا اور بے روزہ دار مرد کو گوند چبانا مکروہ ہے مگر جبکہ وہ تنہائی میں ہو تو مکروہ نہیں (در مختار)۔ (قولہ ابیض) اور ان کا یہ قول کہ سفید ہو یہ قید اس لئے لگائی ہے کہ سیاہ گوند اور غیر ملتئم میں سے کچھ نہ کچھ معدہ اور حلق میں ضرور پہنچ جاتا ہے پس اس بات کو نوٹ کر لیجئے اور قطع کا حکم لگانا اس لئے ہے کہ عدم وصول کے ساتھ معلل ہے پس اگر وہ چیز ایسی ہو کہ وہ عادۃً معدہ میں پہنچنے والی ہو تو پھر روزہ کے ٹوٹ جانے کا حکم دیا جائے گا کیونکہ پھر تو وہ یقیناً پہنچنے والی کی مانند ہے۔

نسوار کا بدبودار ہونا

اس کے متعلق میں کہتا ہوں کہ علماء کی رائے مختلف ہے۔ بعض تو کہتے ہیں کہ مکروہ ہے اور بعض کہتے ہیں کہ حرام ہے اور بعض جائز قرار دیتے ہیں۔ (اس کو تالیف کے ساتھ مفرد کیا ہے) اور شربلالی کی شرح وہبانیہ میں ہے کہ تمباکو کی خرید و فروخت کرنا اور اس کا پینا سب منع ہے اور تمباکو کو روزہ کی حالت میں پینے والا بلاشک روزہ کو توڑنے والا ہے اور شیخ العمادی نے حدیتہ میں اس کا مکروہ ہونا ذکر فرمایا ہے تو میں کہتا ہوں کہ عمادی کا قول بظاہر مکروہ تحریمی ہے اور اس کی خرید و فروخت کرنے والا فاسق ہے کیونکہ انہوں نے فصل الجماعۃ میں کہا ہے کہ ایسے شخص کی اقتدا مکروہ ہے جو سور کھانے والا ہو یا کوئی اور ایسی حرام چیز استعمال کرتا ہو یا بدعات مکروہہ میں سے کسی چیز کے استعمال پر ہمیشگی کرتا ہو جیسا کہ ہمارے زمانے میں تمباکو نوشی کی بدعت کا رواج ہے۔ خصوصاً جب خلیفہ وقت ان چیزوں سے منع کر دے (ردالمختار)
کسی چیز کا بغیر کسی عذر کے چکھنا اور چبانا مکروہ ہے اگرچہ وہ چبائی جانے والی چیز مصطگی (گوند) ہو کیونکہ اس میں اپنے آپ کو روزہ افطار کرنے کی دعوت دیتا ہے اور نیز اس لئے کہ اس کو بے روزہ دار ہونے کے ساتھ الزام دیا جائے گا کیونکہ کوئی اگر اس کو دور سے دیکھے گا تو یہی سمجھے گا کہ یہ کچھ کھا رہا ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ یہ حکم اس وقت ہے جبکہ وہ مصطگی چبائی ہوئی ہو اس لئے کہ اس سے کوئی حصہ الگ نہیں ہو گا اگر وہ چبائی ہوئی نہ ہو تو وہ روزہ ٹوٹ جائے گا اس لئے کہ وہ ٹکڑے ٹکڑے ہو جائے گی اور اس کا کچھ نہ کچھ حصہ پیٹ میں پہنچ جائے گا۔ (درد شرح غرد)۔ روزہ دار نے اگر ریشم کو بٹنے کے لئے منہ

میں ڈالا اور اس کا سبز یا پیلا یا سرخ رنگ نکلا اور اس کے تھوک میں مل گیا اور اس کا تھوک سبز یا پیلا یا سرخ ہو گیا اور وہ اس تھوک کو نگل گیا اور اس کو اپنا روزہ دار ہونا یاد تھا تو اس کا روزہ ٹوٹ گیا (قاضی خاں)

میرے بھائی کم فرصت ملنے کی وجہ سے چند ایک مسائل کتب فقہ سے نقل کر دیئے ہیں۔ کم زیادہ پر دلالت کرتا ہے اور قطرہ حوض کی خبر دیتا ہے لیکن وہ جانتے ہیں کہ اکثر خصوصاً مسائل اجتہادیہ اختلاف سے خالی نہیں ہیں۔ چنانچہ پہلے مسئلہ میں بھی بعض علماء اس کے خلاف گئے ہیں لیکن جو کچھ اکثر علماء کے نزدیک راجح اور مفتی بہ ہے اور فقیر اور فقیر کے بزرگ پیروں کا مختار ہے لکھا گیا ہے اللہ تعالیٰ ان کے مقدس بھیدوں سے ہم کو مقدس بنائے۔ آمین (زیادہ والسلام)

ثبوت بیعت:

اللہ تعالیٰ اپنے کلام میں فرماتا ہے:

ان الذ ین یبایعونک انما یبایعون اللہ الخ (آیت نمبر ۱۰' س ۴۸)

بے شک (اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم) جو لوگ تجھ سے بیعت کرتے ہیں وہ اللہ تعالیٰ سے بیعت کرتے ہیں' اللہ تعالیٰ کا ہاتھ ان کے ہاتھوں پر ہے۔ پس جو اپنے اقرار کو توڑتا ہے اس کے توڑنے کا وبال خود اسی کی ذات پر پڑے گا اور جس نے اللہ تعالیٰ کے اس عہد کو پورا کیا تو اللہ تعالیٰ اس کو جلد ہی بڑا بھاری ثواب عنایت کرے گا)

اور مشہور اور صحیح حدیثوں میں آیا ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے لوگ بیعت کرتے تھے کبھی ہجرت اور جہاد پر اور کبھی اسلام کے ارکان پر قائم رہنے یعنی نماز' روزہ' حج' زکوۃ کے ادا کرنے پر' کبھی کفار کے ساتھ لڑائی پر ثابت قدم رہنے اور جم کر لڑنے پر' جیسا کہ بیعت رضوان اور کبھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کو مضبوط پکڑنے اور بدعت سے بچنے پر اور عبادتوں پر زیادہ دھیان دینے پر' چنانچہ صحیح روایت سے ثابت ہوا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انصار کی عورتوں سے مردے کی لاش پر نہ رونے اور بین (نوحہ) نہ کرنے پر بیعت لی اور ابن ماجہ نے روایت کی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے چند غریب مہاجرین سے اس پر بیعت لی کہ لوگوں سے کسی چیز کا سوال نہ کریں۔

(عمدۃ السلوک' حصہ اول' ص ۳۴ - ۳۵)

مکتوب ۲۹

بنام قاضی حیدر شاہ صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ

خط کے آغاز میں بسم اللہ الرحمٰن الرحیم لکھنے کے بیان میں

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

فقیر حقیر لاشی دوست محمد مشہور بہ حاجی کی طرف سے واضح ہو کہ ملا میر واعظ آخوندزادہ صاحب نے فقیر سے دریافت کیا تھا کہ خط کے شروع میں بسم اللہ الرحمٰن الرحیم لکھنا کیسا ہے۔ میں نے جواب دیا یا تو مسنون ہے یا مستحب۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم لکھنے کی کیفیت میں نے ان کو بیان کر دی تھی۔ اس کے بعد میرے دل میں آیا کہ یہ مسئلہ قاضی صاحب کو بھی تحریر کردوں کیونکہ اس مسئلہ سے وہ واقف نہیں ہوں گے۔

اے بھائی! شعبی نے فرمایا ہے کہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم اسلام کی ابتدا میں قریش کی رسم و رواج کے مطابق مکتوبات گرامی کے شروع میں باسمک اللھم تحریر فرمایا کرتے تھے۔ لیکن جب بسم اللہ مجرھا و مرسھا نازل ہوئی تو اس کے بعد سے خط کے شروع میں بسم اللہ لکھنے لگے اور جب یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔ **قل ادعو اللہ اوادعو الرحمن** تو بسم اللہ الرحمٰن لکھے لگے اور جب یہ آیت کریمہ نازل ہوئی **انہ من سلیمان و انہ بسم اللہ الرحمن الرحیم۔** تو آپ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم لکھنے لگے۔

جب سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے مکتوب گرامی دحیۃ الکلبیؓ کے ذریعہ روم کے بادشاہ ہرقل کو روانہ کیا پس اس نے اس کو پڑھا تو یہ اس میں لکھا ہوا تھا۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ من محمد بن عبداللہ و رسولہ الی ہرقل عظیم الروم سلام علی من اتبع الھدی۔ امابعد فانی ادعوک بدعایتہ الاسلام اسلم تسلم یوتک اللہ اجرک مرتین و ان تولیت فان علیک اثم الیریسین و یا اھل الکتاب تعالوا الی کلمتہ سواء بیننا و بینکم ان لا نعبد الا اللہ ولا نشرک بہ شیئا" ولا یتخذ بعضنا بعضا" اربابا" من دون اللہ فان تولوا فقولوا اشھدوا بانا مسلمون۔

"یہ خط محمد بیٹا عبداللہ جو اللہ کا بندہ اور اس کا رسول ہے کی طرف سے بادشاہ

روم ہرقل کو لکھا ہے۔ سلامتی ہے اس شخص پر جو ہدایت کا اتباع کرے بے شک میں تم کو اسلام کی دعوت دیتا ہوں اگر تم اسلام قبول کرلو گے تو محفوظ ہو جاؤ گے اور اللہ تعالیٰ تمہیں دگنا اجر عطا فرمائیں گے اور اگر انکار کرو گے تو کل (اریلیسین) کا گناہ تم پر ہو گا اور اے اہل کتاب آؤ ایسی بات کی طرف جو ہمارے اور تمہارے درمیان برابر ہے وہ یہ ہے کہ ہم سوائے خدائے کے اور کسی کی عبادت نہ کریں اور اس کے ساتھ کسی دوسرے کو شریک نہ ٹھہرائیں اور آپس میں ایک دوسرے کو اللہ کے سوا خدا نہ بنائیں۔ پس اگر وہ اس بات سے انکار کریں تو تم کہہ دو کہ تم گواہ رہو ہم تو مسلمان ہیں۔"

کسی خط یا کلام کے لکھنے سے پیشتر بسم اللہ کا لکھنا مستحب ہے اگرچہ مکتوب الیہ و مبعوث الیہ کافر ہی کیوں نہ ہوں۔ رسائل اور مکاتیب کے شروع میں کاتب کو اپنا نام لکھنا مسنون ہے۔ مثلاً فلاں کی طرف سے فلاں کو۔ چنانچہ ربیع بن انسؓ سے روایت ہے کہ صحابہ کرام رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی اس قدر تعظیم و تکریم کرتے تھے کہ جس کی کوئی انتہا نہیں، اس کے باوجود جو خط رسول پاک کی خدمت میں ارسال کرتے تھے اس پر رسول پاک کے اسم گرامی سے پہلے اپنا نام گرامی تحریر کرتے تھے۔ بعض علماء نے اس کو بھی جائز لکھا ہے کہ جس کو خط لکھا جائے اس کا نام خط پر شروع میں لکھ دیا جائے۔ چنانچہ اس بارہ میں منقول ہے کہ زید بن ثابت نے جو خط حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں ارسال فرمایا تو اس کی ابتدا حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اسم گرامی سے کی۔

مدارج النبوۃ میں صلح حدیبیہ کے متعلق لکھا ہے کہ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی کو بلا کر یہ فرمایا کہ لکھئے۔ "بسم اللہ الرحمٰن الرحیم" اور سہیل نے فرمایا ہم رحمٰن کو نہیں پہچانتے۔ ایک روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ الرحمٰن الرحیم لکھنے کو فرمایا تو جواب میں عرض کیا اس کو ہم نہیں جانتے۔ فرمایا لکھو "باسمک اللھم" جیسا کہ یہی کلمہ پہلے لکھتے تھے۔ زمانہ جہالت میں خط کے شروع میں بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کلمہ لکھنے کا رواج نہ تھا کیونکہ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم تو دین اسلام کے آنے پر نازل ہوئی۔ پس مسلمان کہتے تھے "واللہ" ہم نہیں لکھتے لیکن بسم اللہ الرحمٰن الرحیم لکھیں گے۔ قصہ مختصر خطوط کے اول میں "بسم اللہ الرحمٰن الرحیم" لکھنا سنت طریقہ ہے۔

زیادہ والسلام

مکتوب ۳۰

بنام مولوی عبداللہ صاحب

فرقہ وہابیہ کے عقائد سے اجتناب کے بیان میں

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔

الحمدللہ و سلام علی عبادہ الذین اصطفی۔ امابعد۔ اللھم انی اعوذبک من ان اشرک بک شیئا" و انا اعلم بہ و استغفرک لا اعلم بہ تبت عنہ وتبرات ووجعت من الکفر والشرک والکذب والغیبتہ والنمیمتہ والبھتان والنفاق والمعاصی کلھا اقول و اسلمت بقول لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ۔

جان سے عزیز حقائق و معارف سے آگاہ جناب مولوی عبداللہ صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ۔

فقیر حقیر لاشی دوست محمد المعروف بہ حاجی کی جانب سے سلام مسنون و دعائیں۔ یہاں کے احوال منعم حقیقی کے فضل و کرم سے لائق حمد و ستائش ہیں۔ دعا ہے اللہ تعالیٰ میرے عزیز بھائی کو بھی سلامتی و عافیت سے رکھے۔ عرض یہ ہے کہ آپ کا نامہ گرامی جس میں فقیر کی احوال پرسی کی ہے موصول ہو کر باعث مسرت ہوا۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اپنے ساتھ رکھے اور غیر کے ساتھ ہمارا تعلق نہ ہو فقط۔ قال اللہ تعالیٰ۔ "وَ اَمَّا بِنِعۡمَتِ رَبِّکَ فَحَدِّثۡ" اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اپنے رب کی نعمتوں کو بیان کر۔ اللہ تعالیٰ کا ذکر ہمارے قلوب میں فکر و التفات کے ساتھ جاری ہو جائے اور یہ حالت ہمیشہ باقی رہے۔ اے بھائی مقصود بالذات دونوں سے بہت اعلیٰ ہے۔ لیکن اتنا ضرور ہے کہ ابتدا میں اس کے نام کا ذکر لطائف میں حضور، تفکر اور التفات پیدا کرتا ہے۔ جب سالک اس ذکر کو مسلسل کرتا رہتا ہے تو اس کو حضور دائمی نصیب ہوتی ہے یعنی اس کے دل میں یہ ملکہ پیدا ہو جاتا ہے کہ کوئی شے توجہ الی اللہ سے اس کو غافل نہیں کر سکتی۔ یہاں تک کہ رفتہ رفتہ اس کا مقام اس مرتبۂ حضوری سے بھی بالاتر ہو جاتا ہے۔ حدیث پاک میں اسی کو مرتبۂ "احسان" فرمایا ہے یعنی

"الاحسان ان تعبد اللہ کانک تراہ"
احسان یہ ہے کہ اللہ کی عبادت اس طرح کرے گویا کہ تو اس کو دیکھ رہا ہے

آنے جانے والوں سے معلوم ہوا ہے کہ مولوی غیاث الدین وہابی فرقہ کے مسائل کے معتقد ہیں اور لوگوں کے سامنے ان ہی مسائل کو بیان کرتے ہیں۔ چنانچہ آپ کو تحریراً تاکید کی جاتی ہے کہ وہابی مسائل سے نفرت کریں اور دل سے اسماعیلیہ فرقہ وہابیہ سے بیزار رہیں۔ صحیح اعتقاد رکھنے اور عمل کرنے کے لئے سلفِ صالحین اہلِ سنت والجماعت (اللہ تعالیٰ ان کی کوششوں کو مشکور فرمائے) کی لکھی ہوئی کتابیں ہمارے لئے کافی ہیں۔ یہی کتابیں آپ کے پیش نظر رہنا چاہئیں۔ آپ وہابی فرقے کے رسائل کا مطالعہ نہ کریں اور ان کے اعتقادات سے پرہیز و اجتناب کریں۔ اگر آپ اپنے پیرانِ کبار قدسنا اللہ تعالیٰ باسرارہم الاقدس کے قوی اثر کو اپنے میں مشاہدہ کرنا چاہتے ہیں تو آپ کو چاہئے کہ تمام مسائل میں عملاً و اعتقاداً ظاہر و باطن میں اپنے پیروں کی پیروی کریں۔ انشاء اللہ حق تعالیٰ جل جلالہ و عم نوالہ کی حقیقت و معرفت کا ثمرہ آپ کو ضرور نصیب ہو گا۔ کہہ دیجئے اللہ بس ماسوا عبث و ہوس وانقطع علیہ النفس۔

فقط والسلام خیر الختام
المرقوم بتاریخ ۲۳ر ماہ شوال
۱۲۷۹ھ

زوار اکیڈمی پبلی کیشنز کی اہم مطبوعات

☆ احسن البیان فی تفسیر القرآن: سید فضل الرحمٰن
قرآن حکیم کی مختصر، جامع، آسان، عام فہم اور مستند ترین تفسیر (مکمل سیٹ)   قیمت-/1750 روپے

☆ تاریخ خط وخطاطین: پروفیسر سید محمد سلیمؒ   صفحات ۴۶۴   قیمت-/600 روپے
اردو میں پہلی منفرد تحقیقی کتاب، خطاطی کے بہترین نمونوں کے ساتھ مکمل کتاب آرٹ پیپر پہ

☆ صراط مستقیم: حضرت مولانا مفتی غلام قادر رحمہ اللہ   صفحات ۲۶۴   قیمت-/160 روپے
۲۷ دینی وعلمی مقالات کا مجموعہ

☆ تعلیمات نبوی اور آج کے زندہ مسائل: سید عزیز الرحمٰن
سیرت ایوارڈ یافتہ مقالات کا مجموعہ   صفحات ۳۸۴   قیمت-/250 روپے

☆ فرہنگ سیرت: سید فضل الرحمٰن   صفحات ۳۲۸   قیمت-/150 روپے
اپنے موضوع پر منفرد اور پہلی کتاب، مقاماتِ سیرت کے ۳۰ نقشوں کے ساتھ

☆ مقالاتِ زواریہ: ترتیب سید فضل الرحمٰن   صفحات ۵۶۸   قیمت-/250 روپے
حضرت مولانا سید زوار حسین شاہؒ کی ریڈیو تقاریر اور علمی مقالات کا قیمتی مجموعہ

☆ اذکارِ سیرت: پروفیسر سید محمد سلیمؒ   صفحات ۲۴۰   قیمت-/150 روپے

☆ پیغامِ سیرت: سید فضل الرحمٰن   صفحات ۲۸۰   قیمت-/220 روپے

☆ درس سیرت: سید عزیز الرحمٰن   صفحات ۲۷۲   قیمت-/150 روپے

☆ حیات بقا اور کچھ یادیں: مفتی محمد مظہر بقا   صفحات ۴۰۸   قیمت-/250 روپے

زوار اکیڈمی پبلی کیشنز

اے-۴/۱۷، ناظم آباد نمبر ۴، کراچی-۷۴۶۰۰   فون: ۳۶۶۸۴۷۹۰
info@rahet.org   www.rahet.org

imagine group Tel: 021-36602588, 36684388